ہم نشینانِ جمال
مولفہ
پروفیسر محمد اسحاق جماعتی، ایم اے
گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات
قیمت 60 روپے
خواجگانِ نقشبندیہ جماعتیہ کی سیرت مبارکہ
مکتبہ انوار الصوفیہ
کنجاہ ضلع گجرات

مؤلفہ

پروفیسر بہاء الحق ایم۔ اے
گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات

ناشر

مکتبہ انوار الصوفیہ کنجاہ ضلع گجرات

ملنے کا پتہ

کتاب : جمالِ ہم نشین
مؤلف : پروفیسر بہاءالحق
نظرِ ثانی : ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ صاحب
مدظلہ العالی
تعداد صفحات : ۲۹۶
اشاعت : ایک ہزار
بار اول : ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس
۴۳ نسبت روڈ لاہور
ناشر : دربار عالیہ طالبیہ کنجاہ شریف
ضلع گجرات

فہرست مشمولات

انتساب

جناب قبلہ مرشدی قطب زماں
حضرت بابا جی محمد فیروز خان صاحب
ہزاروی ثم فیروز آبادی گجرات سے
منسوب کرتا ہوں گر قبول افتد ز
ہے عزو شرف

بہاء الحق

خاک پا۔

آئینہ

زیرِ نظر کتاب جو کہ قبلہ پروفیسر بہاؤالحق صاحب نقشبندی مجددی طالبی کی بے پناہ کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ متلاشیان راہ حق اور خیر و ہدایت کی طلب رکھنے والوں کے لیے نہایت ہی نفع بخش ثابت ہوگی اور وہ اس کے مطالعہ سے باطنی، روحانی اور قلبی سکون پائیں گے۔

دنیائے اسلام میں صوفیائے کرام رح نے ہی سیرت و کردار کے چراغ روشن کیے ہیں اور مسلمانانِ عالم نے اس روشنی سے اپنے دلوں کو منور کیا ہے۔ ان صوفیائے عظام رح میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے درخشندہ اور پرنور ستارے آسمان طریقت پر جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے مزارات مبارکہ بھی مردم سازی کے اداروں کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان بزرگانِ دین نے اپنی گفتار اور کردار سے معیاری زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے اور لوگوں کی اخلاقی تربیت، نیتوں کی درستگی، ظاہری اور باطنی زندگیوں میں انقلابی تبدیلی، ایمان و یقین کی پختگی اور حصول قرب الٰہی کے لیے منبع رشد و ہدایت ثابت ہوئے ہیں۔

جب ہم ایسے بزرگوں کے حالات پڑھیں گے جنہوں نے اپنی زندگیاں رضائے الٰہی اور حب رسول ﷺ کے حصول کے لیے وقف کر رکھی تھیں تب ہمیں یہ معلوم ہو سکے گا کہ کیسے اس دنیا میں رہتے ہوئے وہ اپنی زندگیوں میں کامیاب و کامران ہوئے اور ہمیں کس طرح ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگیوں کو کامیاب بنانا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سبکو عشق مصطفیٰ اور رضائے الٰہی نصیب فرمائے۔ آمین

محمد ضیاء اللہ روح الامین

سجادہ نشین دربار عالیہ طالبیہ کنجاہ

بردر پیرت برو

تصوف میں پہلی منزل فنا فی المرشد ہے یہی منزل کٹھن ہے۔ کیوں کہ اگر یہ منزل طے ہو جائے تو انسان فنا فی الرسول ہو جاتا ہے اور اگر بھول ۔بھلیوں میں پھنس گیا تو نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ والی بات ہو جاتی ہے۔

فنا فی الرسول والی منزل بڑی پر سکون ہوتی ہے کہ بندہ اخلاق رسول اللہ ﷺ کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور تخلقوا باخلاق اللہ کا تابع نظر آتا ہے۔

من کان للہ کان اللہ لہ والی بڑی احتیاط والی ہوتی ہے۔ اس میں جو دم غافل سو دم کافر ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ علیہ کے بقول

فریدا میں نوں منج کر تلی کر کر کٹ
بھرے خزانے رب دے جو چاہے سو لٹ

والی منزل ہوتی ہے لیکن ہر دم دھڑکا مقام سے گر جانے کا بھی لگا رہتا ہے اور " بھریا اوس دا جانیئے جس دا توڑ چڑھے۔" اگر خاتمہ بالخیر ہو جائے تو عین فضل رب و عنایت الٰہی ہے۔

ان بزرگان و محبوبین میں جمالی بھی ہوتے ہیں اور جلالی بھی' لہٰذا اپنی صفت خاص سے مملو کر کے طالب کو منزل کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اس میں صحو و سکر سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اگر پابند شریعت ہو کر صحو میں رہا تو عین بندہ مصطفےٰ ﷺ نظر آیا۔ لیکن سکر کی حالت میں عوام سے تنفر اور شریعت کا بھی چور واقع ہوا تو معاملہ رب کے سپرد کرنا پڑتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی خضر علیہ السلام کے سامنے حیرت میں بے تاب نظر آتے ہیں۔ فنا فی اللہ کے مقام

پر پہنچ کر سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ لگانے والے مریدین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

سیر فی الارض والے جب وصولی الحکم تک پہنچتے ہیں تو عالم کشف سے وہ راز پاتے ہیں کہ دنیا ہیچ نظر آتی ہے۔

اصل منزل تو آخرت میں جا کے لئے ہے۔ اس دنیا میں اگر یہ مقام مل جائے تو زہے قسمت "گریز از فنا گر بقا ہم نیابی"۔ اگر یہ مقام حاصل نہ ہو تو کم از کم فانی دنیا کے فانی انجام سے گریزاں رہنا چاہئے۔

ان اللہ والوں نے زندگی کا جو نمونہ ہمیں پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

تن رہے گرچہ مجلس میں بظاہر صبح و شام
دل رہے ذکر خفی میں ذاکر و شاغل مدام

یہی اسوہ حسنہ ہے کہ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے طریقت میں غرق رہیے اور حقیقت کی تلاش میں از خود ہو کر مطلوب کو پا لیجئے۔ یہ سب منازل پہلی منزل فنا فی المرشد کے بغیر ناممکن ہیں۔ اس لئے اگر طالب صادق ہو تو پھر جتنا جلدی ہو سکے اپنے پیر کی ذات میں فنا ہو کر فنا فی الرسول ہونے کی کوشش کیجئے اور در رسول اللہ کی حاضری روحانی طور پر نصیب ہوگی تو کام بن جائے گا۔

اگر بہ نرسیدی تمام بو لہبی است۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان بزرگان کاملین کی خاک پا ہو بنائے اور ان کے توسط سے محبوب رب العالمین کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے۔

احقر بہاء الحق

16.5.98

افتتاح بحمد تعالیٰ عزوجل

نحمدہٗ ونصلی و نبارک علی سیدالمرسلین والبشر خیرالخلائق رحمۃ للعالمین محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ و اہل بیتہ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وسیلتنا فی الدارین الی اللہ رب العلمین سید نا و مولٰنا اعلٰنا واولٰنا غوثنا و غیاثنا و مغیثنا وحبیبنا و طبیبنا وطبیب قلوبنا شفینا و شفیع صدورنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین الظاہرین وازواجہ امہات المومنین و ذریتہ الطاہرات و لعترتہٖ و اہل بیتہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

اہمیت ذکر و فکر

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
اھد نا الصراط المستقم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

ارشاد ربانی ہے۔ کہ اس طرح سے اللہ سے دعا مانگا کرو۔ کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ اپنے غضب والے اور گمراہ لوگوں سے بچا لے انعام یافتہ لوگ کون ہیں۔

انعم اللہ علیہم من النبین والصد یقین والشہداء والصالحین۔ (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۹) اللہ تعالیٰ نے انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ پر انعام کیا یہی اولیاء اللہ ہیں جن کے وسیلہ کی قرآن میں تاکید کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے۔

یٰایھا الذین اٰمنو اتقو اللہ وابتغو الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ (پ۶ آیت ۳۵ سورہ مائدہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ کامیاب ہو سکو۔

ایمان کے بعد تقویٰ اور اس کے بعد وسیلہ کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے۔ جو کہ نیک اعمال کے علاوہ ہے۔

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلتہ الیہم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ (پ۱۵ سورۃ اسرا آیت ۵۷)۔

وہ مقبول جن کو بت پرست پوجتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

اذ ھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا (پ ۱۳ سورۃ یوسف آیت ۹۳)۔

یہ میری قمیض لے جاکر اس کے چہرہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔ حضرت

یوسف علیہ السلام کا کرتہ یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا سبب بن گیا۔

ولو انهم اذظلمو انفسهم جآء وک فاستغفر والله واستغفر لهم الرسول لوجدو الله توابا" رحيما○(سورہ نساء پ۵ آیت ۶۴)

ترجمہ۔ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں آپ بھی یارسول اللہ ﷺ ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" معلوم ہوا آپ ﷺ ہر مجرم کے لئے تاقیامت وسیلہ ہیں"

خذمن اموالهم صدقة تطهر هم وتزکيهم بها وصل عليهم ان صلواتک سکن لهم(پ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)

اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرمائیں اور اس کے ذریعے انہیں پاک صاف کریں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔ یہاں صدقہ و خیرات و اعمال صالحہ کافی نہیں بلکہ طہارت تو حضورؐ کی نظر کرم و دعائے خیر سے ہوگی۔

قال انما انا رسول ربک لا هب لک غلما" زکيا (سورہ مریم پ ۱۶ آیت ۱۹)۔

حضرت مریم علیہا السلام سے جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں پاک و طاہر بچہ عطا کروں۔

واذ قلتم يموسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربک يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها۔ (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۶۱)

اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم ایک کھانے (من و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرائی کہ ہمیں زمین کی پیداوار مہیا کردیں۔

ھنا لک دعا زکریا ربہ' قال رب ھب لی من لونک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعا (پ سورۃ آل عمران آیت ۳۵) حضرت مریم کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے وہاں ہی یہ دعا اپنے رب سے مانگی اے اللہ مجھے اپنی رحمت خاص سے پاک اولاد عطا فرما بے شک تو دعا سننے والا ہے۔ دعا قبول ہوئی۔

قال الذی عندہ علم من الکتب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک' فلما راٰہ مستقراً قال ھذا من فضل ربی۔ (پ ۱۹ سورۃ النحل آیت ۴۰)

اس شخص نے کہا جو کتاب کا علم جانتا تھا کہ میں اس تخت کو آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔ جب اس نے تخت کو اپنے پاس موجود پایا تو کہنے لگا یہ میرے رب کا احسان ہے۔ اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے بندوں کے پاس طاقت ہوتی ہے۔ یہ رب کی دی ہوئی طاقت ہی کرامات ہیں۔

قال لہ موسٰی اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا" (پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت ۶۶)

موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا آپ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ رہوں تاکہ آپ کو جو علم لدنی اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے۔ اس میں سے کچھ مجھے سکھا دیں۔

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتب والحکمۃ و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ (پ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۱)

جس طرح ہم نے (اللہ نے) تم میں سے رسول بھیجا جو آپ پر ہماری آیات (قرآن مجید) کی تلاوت کرتے ہیں تمہیں قرآن اور حکمت سکھاتے ہیں۔ اور تمہیں وہ کچھ سکھاتے ہیں۔ جو تم نہیں جانتے اس آیہ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو پاک کرنے والا اور علم لدنی سکھانے والا بتایا گیا۔

یا ایھا الذین آمنو اتقو اللہ وکونوا مع الصدقین (پ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۱۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اس آیہ مبارکہ میں ایمان کے بعد تقویٰ اور معیت صالحین و صدیقین کی تلقین کی گئی ہے۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم (پ ۲۶ سورۃ فتح آیت ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

مزید آیات سے تائید

۱۔ الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحا فاؤلئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات۔ وکان اللہ غفوراً رحیما ○ (سورۃ فرقان آیتہ ۷۰)

۲۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین ○ آیت ۶۷ الزخرف

۳۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب ○ (الرعد۔ ۲۸)

۴۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○ (۷ الانبیاء)

۵۔ ومن یعش عن الذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو قرین ○ (پ ۲۵ رکوع نمبر ۹ آیت نمبر ۳۶)۔ ۶۔ بل ران علیٰ قلوبھم ماکانوایکسبون ○ (سپارہ نمبر ۳۰ رکوع نمبر ۸)

۷۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ○ (سپارہ نمبر ۲۶ رکوع نمبر ۱۸۔ آیت ۲۱)

۸۔ سنریھم ایٰتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق ○ (سپارہ نمبر ۲۵ رکوع نمبر ۱)

۹۔ ولا تقف مالیس لک بہ علم ○ (آیت ۳۶ سورۃ بنی اسرائیل)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتے ہیں۔

۱۔ کہ ہاں جس نے توبہ کرلی' ایمان لے آیا اور نیک اعمال سرانجام دیے۔ ان کے گناہ بھی اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ وہ اللہ نہایت ہی بخشنے والا ہے یہ شان اولیاء ہے کہ توبہ کرتے ہی گناہ سے معافی مل جاتی ہے۔ اور انعام یہ ہے کہ ان کے گناہوں کے بدلے ان کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

سے بھاگیں گے۔ مگر متقی لوگ ایسا نہیں کریں گے وہ دوسروں کی شفاعت کریں گے۔

۳۔ اطمینان قلب صرف اور صرف ذکر اللہ میں ہے جو اولیاء اللہ کی غذا ہے۔

۴۔ اگر تمہیں کچھ پوچھنا ہے تو اہل ذکر سے پوچھو ان کے پاس علم الدنی ہوتا ہے۔ وہ ہر بات بتا دیتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے والے شیطان کے نزدیک ہوتے ہیں۔ اور وہ ان پر مسلط ہوجاتا ہے۔

۶۔ ہر ایک چیز پر صیقل کرنے والی کوئی نہ کوئی شے ہوتی ہے۔ دل کو صیقل کرنے والا ذکر اللہ ہے۔

ہرگز نہیں ان کے دلوں پر پردہ ان کی کمائی کی بنا پر پڑ جاتا ہے" اس زنگ کو ذکر اللہ کھرچ کر صاف کر دیتا ہے۔

۷۔ اور وہ تمہاری ذات کے اندر ہے پھر تم بصارت سے کام نہیں لیتے"

اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ہے۔ دل کی آنکھوں سے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

۸۔ ہم انہیں آفاق اور نفس میں اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں حتیٰ کہ ان پر واضح ہوجاتا ہے۔ کائنات اور انسانی نفس میں اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہیں صرف چاہنے والوں کو نظر آتی ہیں

۹۔ اس پر اصرار نہ کیجئے جس کا تمہیں علم نہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ وہ اولیاء اللہ ہیں۔ جن کو اللہ کی جناب سے علم لدنی ملا ہوتا ہے۔ اور وہی شکر باری تعالیٰ ہر وقت ادا کرتے رہتے ہیں۔

والذین اوتوا العلم درجٰت○

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے۔ وہ بلند مرتبہ والے ہیں۔ وہ علم لدنی والے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وعلمناہ من لدنا علما○ اور ہم نے اسے (خضر علیہ السلام) علم لدنی عطا فرمایا انی **اعلم من اللہ مالا تعلمون○** میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔

○ احادیث مبارکہ

انا قاسم واللہ معطی۔ (صحیح بخاری)

اللہ عطا کرنے والا اور میں (اس عطا میں سے) تقسیم کرنے والا ہوں

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ کے فضل سے عطا کردہ انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔

یارسول اللہ طہرانی۔

یارسول اللہ مجھے پاک کیجیے۔

معلوم ہوا صحابہ کرام بھی حضور ﷺ سے پاک کرنے کے لئے التجا کرتے ہیں۔ یہ سب وسیلہ ہی تو ہے۔ (مشکوٰۃ باب الحدود)

اسئلک موافقتک فی الجنۃ۔ (بخاری شریف)

یارسول اللہ میں جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ خزانوں کے مالک ہیں جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔

یشفع یوم القیامۃ ثلاثہ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء (مشکواۃ باب الشفاعت)

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاءؑ علماء اور پھر شہداء (ابن ماجہ)

اس حدیث سے غیر اللہ کی شفاعت ثابت ہے۔

العلم علمان' علم اللسان و علم القلب ○

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ علم القلب ' علم اللسان سے زیادہ نافع ہے پہلا علم علمائے ظاہر کے پاس ہوتا ہے جبکہ دوسرا علم اصفیاء کے پاس ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جبریل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ **اخبرنی من الا حسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک**

احسان کیا ہے؟ مجھے بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" تو اللہ کی اس طرح

عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے پس بلا شبہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہی اولیاء کا شیوہ ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع سے کام لیتے ہیں۔ ایک اور ارشاد نبوی ہے

عن ابن عباسؓ ان رسول الله قال ان الله جلساء یوم القیامة عن یمین العرش وکلتا یدی الله یمین علی منابر من نور وجوههم من نور لیسو بانبیاء ولا شهداء ولا صدیقین قیل یارسول الله من هم' قال هم التحابون بجلال الله○

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بلا شبہ قیامت کے دن اپنے عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں والے ہوں گے۔ وہ نہ نبی ہوں گے نہ صدیق نہ شہید' پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ لوگ کون ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم وہ اللہ سے محبت کرنے والے' محبت کرنے والے محبت کرنے والے ہیں۔(یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمائے

پھر ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

العلما ورثه الا نبیاء○ علماء انبیاء کے ورثا ہوتے ہیں۔ وہ یہی علمائے ربانی ہیں جنہیں عرف عام میں اولیا اللہ کہتے ہیں ان کے پاس اسلام' ایمان اور احسان تینوں چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص و احسان شریعت کی روح ہیں۔ جس طرح روح کے بغیر بدن بیکار ہے اسی طرح بدوں اخلاص عقاید و اعمال بے کار ہیں۔(تفہیمات الٰہیہ)

علم لدنی کا ثمرہ صفائی قلب ہے جس سے قلب دوام حضور سے مشغول ہوتا ہے۔ رزائل اخلاق سے نجات تزکیہ نفس ہے۔ یعنی عجب' تکبر' حسد' حب دنیا' شہوات نفسانی' بغض' طمع اور جھوٹ وغیرہ سے جان چھڑاتا ہے (قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسم کله واذا

فسدت فسد الجسم کله الاوھی القلب۔

بلاشبہ جسم میں، گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور گیا اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ جان لو وہ دل ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ان السمع والبصر الفؤد کل اولئک کان عنه مسؤلا

بلاشبہ کان آنکھ اور دل کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ یہی دل مکلف ہے۔ مخاطب ہے، عالم، متکلم، فاہم، اور ماخوذ قلب ہے۔ سمع و بصر بھی یہی رکھتا ہے۔ بدن انسانی عناصر اربعہ، نفس مادی اور لطائف خمسہ سے مرکب ہے۔ قلب کا فعل ذکر، روح کا حضور، سری کا مکاشفہ، خفی کا شہود و مشاہدہ و فنا اور اخفی کا فناء الفنا ہے۔ یہ انعکاسی و القائی چیز ہے۔ جو محبت شیخ اور اس کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح جسمانی صحت کے لئے ایک ماہر طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی طبیب کے بغیر روحانی صحت و تزکیہ محال ہے۔ روحانی طبیب ہی کو ولی اللہ کہتے ہیں جسے مرشد کا نام بھی دیا گیا ہے۔

مگر سبہ مختیر بن نہیں سکتا
پیر بے پیر بن نہیں سکتا
خود بخود چاہے گر طالب
لوہا شمشیر بن نہیں سکتا

نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

طریقت والے ہمیشہ فنا فی الشیخ کی تعلیم دیتے ہیں اگر شیخ کامل ہو تو وہ بارگاہ رسالت میں پہنچا دیتا ہے۔ پھر بندہ فنا فی الرسول ہوجاتا ہے۔ یہ مقام ملنے پر بندہ فنافی اللہ ہوجاتا ہے۔ یہی مقام ہے جسے اولیا اللہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں

ذالک فضل اللہ یویته من یشاء (سورۃ جمعہ آیتہ ۴)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

جے چاہا اپنا بنا لیا
جے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

فرمودات صوفیہ

وکل ولی له قدم وانی۔ علی قدم النبی بدر الکمالی

(قصیدہ غوثیہ) ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور میں انبیاء کے بدر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر ہوں خود غوث زمانہ کہہ رہے کہ میں نے سب کچھ حضور ﷺ سے پایا ہے۔

انا طامع بالجود منک ولم یکن۔ لابی حنیفه فی الامام سواکا

یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی عطا کا امیدوار ہوں۔ مخلوق میں ابو حنیفہ کے لئے آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ حنفی امام بھی نبی اکرم ﷺ کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں۔

ومن تکن برسول الله نصر ته
ان تلقه الاسد فی اجامهانجم

(امام بوصیری)

جب کسی کی مدد نبی اکرم ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

(سعدی)

آنکہ آمد نہ فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

(شیخ عطار)

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
(شامی)

اے بسا در گور خفتہ خاک وار
بہ زصد احیا بنفع و انتشار
(رومی)

انی لاتبرک بابی حنیفه حاجتی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة

صلیت رکعتین و سالت الله عند قبره فقفی سریعا
وان یتوسل الی الله تعالی بانبیا و الصالحین من عباده
(امام شافعی)

ترجمہ اشعار = حصن حصین میں ہے کہ دعا مانگے تو نیک بندوں کے نام کا وسیلہ بنا کر
= شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے طفیل بروں کو بھی بخش دیں گے

شیخ عطار کہتے ہیں کہ جسے سارے آسمانوں کا معراج ہوا۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے محتاج ہیں

جامی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر آدم علیہ السلام نبی کریم کا واسطہ نہ دیتے تو ان کی توبہ قبول ہوتی نہ نوح علیہ السلام طوفان سے بچتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں بہت سے لوگ قبروں میں سے بستے ہیں۔ وہ ہزارہا زندوں سے بہتر نفع دیتے ہیں۔

ترجمہ عربی = امام شافعی فرماتے ہیں جب کوئی حاجت پڑتی ہے تو میں ابو حنیفہ کی قبر کے پاس دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے

حصن حصین میں ہے اگر انبیاء و صالحین کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کو دیا جائے۔ تو دعا قبول ہوتی ہے

پس ان آیات، احادیث و اقوال سے بزرگوں کے وسیلہ کی اہمیت واضح ہو گئی۔
اشرف علی تھانوی دیو بندی مثنوی مولانا روم کا یہ شعر نقل کرتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصین
پس چہ باشد ذات آں روح الامین

جب محمد مصطفےٰ ﷺ کا نام مبارک مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات کیسی ہو گی۔ دیکھ لیا دیو بندیوں کا عقیدہ کہ اپنی کتاب شیم الطیب میں فرماتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی
کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

یا یھاالذین آمنو مومنو کو خطاب ہے۔ اس لئے اتقو اللہ سے وسیلہ اور ایمان مراد نہیں ہو سکتے۔ مولوی خرم علی وہابی کہتے ہیں کہ **وابتغو اللہ الوسیلہ** سے شاہ ولی اللہ کی مراد مرشد کی بیعت ہے جو بیعت کرنے کا طریقہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں

ثم یتلو الشیخ ھاتین الا یتین یاایھاالذ ین آمنو اتقو اللہ وابتغو الیہ الوسیلہ اور دوسری آیت لکھتے ہیں۔

یاایھا النین أمنو اتقو اللہ و کونوامع الصادقین

مولوی محمود الحسن دیو بندی اپنے مرشد مولوی رشید احمد کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مولوی قاسم علی نانوتوی قصائد قاسمیہ میں بارگاہ رسالت میں یوں عرض پرداز ہیں

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے گا تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا سوا ترے غم خوار

خدایا تو کریم و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

سنگ دے سنگی رنگ چڑھایا سن لے میرے میتا
میں تے اوہ ای مٹی آں یار نے پارس کیتا

اسی طرح یہ بھی مقولات صوفیہ سے ہے

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

(مولانا رومؒ)

چنگیاں دے لڑ لگیاں میری جھولی پھل پئے نیں
مندیاں دے لڑ لگیاں میرے اگلے وی ڈلہ پئے نیں

یہ اللہ والے بڑے لج پال ہوتے ہیں۔ ایک بار ہاتھ پکڑ کر پھر ساری عمر نہیں چھوڑتے۔

میں نیواں میرا مرشد اچا میں اچیاں دے نال لائی
جیوے میرا مرشد باہو جنھے نیویاں نال نال نبھائی

اب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ' مجددیہ' جماعتیہ' کے چند بزرگوں کے حالات و کرامات ملاحظہ فرمائیں

عارف کامل حضرت خواجہ
کیپٹن سیٹھ محمد امین عاصی کنجاہی رحمتہ اللہ علیہ

آپ قصبہ کنجاہ ضلع گجرات میں سیٹھ سیف الملوک کے ہاں ۲ مئی ۱۹۱۹ء بمطابق ۱۵ شعبان ۱۳۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کنجاہ ہی سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۳۲ء میں E.M.E کور آرمی میں بھرتی ہو گئے جنگ عظیم دوم میں جرمن کی قید میں بھی رہے لیکن وہاں سے "escape" (بچاؤ) کر گے واپس وطن پہنچ گئے۔

دوران ملازمت آپ نے مختلف ممالک کو دیکھا۔ جن میں مصر، لیبیا، اٹلی، فرانس، جرمنی، آسٹریلیا اور سوئزرلینڈ جیسے ملک شامل ہیں۔

بچپن ہی سے آپ کو کبڈی کا شوق تھا۔ ساتھ ساتھ شکار کا بھی شوق رکھتے تھے۔ آپ شیر کا شکار بھی بغیر بچان کھیلا کرتے تھے۔ 1946 میں آپ کو اعلیٰ حضرت شیخ ڈاکٹر اللہ دتہ کنجاہی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی فرزندی میں لے لیا۔ 1954ء میں آپ نے جناب قبلہ ڈاکٹر صاحب کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ کی بیعت کی اور پھر ایسے فنا فی المرشد ہوئے کہ ساری عمر پیر کے در پر ہی گذار دی۔ آپ کی اولاد میں سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ بڑے بیٹے محمد ولی اللہ نور الامین ہیں اور چھوٹے صاحب زادے محمد ضیاء اللہ روح الامین ہیں۔ آپ نے اپنی حیاتی مبارک میں فرمایا تھا کہ ان دونوں بیٹوں میں سے جو بھی ڈاکٹر بنے گا وہی ڈاکٹر صاحب کی گدی پر بیٹھے گا۔ چھوٹے صاحب زادے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم آپ کی حیات ہی میں M.B.B.S پاس کرکے ڈاکٹر بن گئے۔ اور آپ کی وفات کے بعد وہی ڈاکٹر صاحب کے جانشین ہوئے۔

آپ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۹۰ء کو کنجاہ ہی میں ہوئی اور اعلیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کنجاہی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وہاں ہی دوستوں نے آپ کا مزار مبارک بنا دیا ہے۔
آپ کی تاریخ وفات فخر درویش 1990ء ہے

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

آپ کو مطالعہ کا شوق تھا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن فرمائی۔

ترک:۔ آپ نے پہلے اپنے پیرو مرشد کا مزار بنوایا۔ ساتھ ہی ملحقہ جامع مسجد الانور تعمیر کرائی۔ مزار اور مسجد کے درمیان عوام الناس کی فلاح و خدمت کے لئے ایک ہسپتال کا نقشہ دے کر گئے کہ ان کے جانشین ڈاکٹر صاحب اپنی خداداد صلاحیتوں سے عوام کی خدمت کریں۔ آپ کی خواہش تھی کہ مزار کے ساتھ ایک دینی مکتب ہو' وہاں سے ایک ماہوار مجلہ شائع ہو' اور ایک نئی کتاب ہر سال دوستوں کو دی جائے

اٹ کھڑکے دکڑ وجے' چلدا رہوے چلھا
لوکی آون کھا کھا جاون راضی ہووے بلھا

اٹ کھڑکے سے مراد تعمیر' دکڑ وجن کا مطلب تبلیغ دین اور چلھا چلن لوگوں، دوستوں اور پیر بھائیوں کی طعام سے خدمت ہے۔

معمولات:۔ نصف شب کے بعد بیدار ہوتے۔ وضو فرما کر مصلے پر کھڑے ہو جاتے تہجد سے فارغ ہو کر نصیحات پڑھتے۔

صبح کی نماز باجماعت ادا کرتے پھر ذکر خفی میں محو ہو جاتے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آتا۔ پھر ذرا ستا لیتے نو بجے کے قریب بیدار ہوتے اور گھر والوں کی خدمت میں لگ جاتے بازار سے سودا سلف لاتے' اہل بستی کی خاطر مدارات کو بھی مد نظر رکھتے۔ اگر وقت مل جاتا تو قرآن' حدیث' اور دیگر شرعی' فقہی اور طریقت کے موضوعات پر کتب کا مطالعہ کرتے۔ جس موضوع پر بھی سوال کیا جاتا بیان فرماتے سیر حاصل بحث فرماتے۔ اپنے یاران طریقت کو بھی ایسی ہی کتب کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے۔ زیادہ زور سیرت کی کتب پر ہوتا تھا۔ جب کسی کو بیعت فرماتے تو توبہ کرانے کے بعد ذکر خفی کے لئے پاس انفاس کا ذکر تلقین کرتے۔ اور اس بے خودی میں یہ پڑھا کرتے

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو
سنیا سخن گیاں کھل اکھیں اساں چت مولا ول لایا ہو

کبھی کبھی یہ عربی رباعی بھی زبان پر ہوتی

نجات نہ ہو تو وہ عبادت کیا خاک کرے گا۔ اس لئے پہلے طالب کو فکر معاش سے نجات دلانی چاہیے۔

دم درود اور عملیات کے بارے میں فرماتے کہ ہم مادی دنیا میں رہ رہے ہیں یہ اسباب کی دنیا ہے۔ ان سے قطع تعلق نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اپنی بیماری تکلیفیں دکھ کا علاج مادی ملل سے کرنا چاہیے۔ ساتھ ساتھ کلام الہی سے بھی شفا حاصل کرنی چاہیے۔

اپنے یاران طریقت کو بے دریغ طبی انگریزی و دیسی نسخے لکھ کر عطا فرماتے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دکھ' درد اور بیماری سے شفا بھی عطا کرتا۔ اگر تعویذ یا دم درود کی ضرورت پڑتی تو بھی دریغ نہ کرتے۔ جملہ مصائب کا علاج ایک ہی فرماتے تھے۔

اپنی پناہ میں لے اور اپنا ہی بنالے
دنیا کے مخمصوں سے یارب مجھے بچا لے

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

شجرہ شریف میں جو احباب خواجہ محمد امین کا نام نامی اسم گرامی لانا چاہتے ہیں وہ یہ شعر مناجات سحر گاہی از ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کے آخر میں ڈاکٹر صاحب کے نام کے بعد بڑھا لیں۔

دین و دنیا کی ہیں جتنی مشکلیں آسان ہوں
میرے ہادی' میرے آقا' مجھ پہ بھی مہربان ہوں
حضرت خواجہ محمد امین بے ریا کے واسطے

قطعہ تاریخ ارتحال
از قلم سید عارف محمود مجور گجراتی

نقشبندی سلسلہ کے پیش رو

نجات نہ ہو تو وہ عبادت کیا خاک کرے گا۔ اس لئے پہلے طالب کو فکر معاش سے نجات دلانی چاہئے۔

دم درود اور عملیات کے بارے میں فرماتے کہ ہم مادی دنیا میں رہ رہے ہیں یہ اسباب کی دنیا ہے۔ ان سے قطع تعلق نہیں ہو سکتا ہمیں اپنی بیماری، تکلیفیں دکھ کا علاج مادی علل سے کرنا چاہیئے۔ ساتھ ساتھ کلام الہی سے بھی شفا حاصل کرنی چاہئے۔

اپنے یاران طریقت کو بے دریغ طبی انگریزی و دیسی نسخے لکھ کر عطا فرماتے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دکھ، درد اور بیماری سے شفا بھی عطا کرتا۔ اگر تعویذ یا دم درود کی ضرورت پڑتی تو بھی دریغ نہ کرتے۔ جملہ مصائب کا علاج ایک ہی فرماتے تھے۔

اپنی پناہ میں لے اور اپنا ہی بنا لے
دنیا کے مخمصوں سے یارب مجھے بچا لے

ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

شجرہ شریف میں جو احباب خواجہ محمد امین کا نام نامی اسم گرامی لانا چاہتے ہیں وہ یہ شعر مناجات سحر گاہی از ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کے آخر میں ڈاکٹر صاحب کے نام کے بعد بڑھا لیں۔

دین و دنیا کی ہیں جتنی مشکلیں آسان ہوں
میرے ہادی، میرے آقا، مجھ پہ بھی مہربان ہوں
حضرت خواجہ محمد امین بے ریا کے واسطے

قطعہ تاریخ ارتحال
از قلم سید عارف محمود مہجور گجراتی

نقشبندی سلسلہ کے پیش رو

حضوری کے مقام پر فائز ہوجائے۔ نماز، روزہ، ذکر، فکر، مراقبہ اور دیگر احکام شرعیہ کا پابند ہوجائے۔ آپ اسی پر استقامت کو تمام کرامتوں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ آپ نے انگریزی طرز کے بابو لوگوں میں ایک روحانی انقلاب بپا کردیا۔ ایسے لوگ آپ کی معیت میں رہ کر خدا اور رسول کی محبت میں اس طرح سے پورے پورے رنگے نظر آتے ہیں کہ ذکر فکر کی پابندی کے علاوہ متشرع ہوچکے ہیں۔ ان حضرات کے اس طرح سیراب ہونے کی وجہ سے ان کے ذریعہ سے جو فیض طریقت رواں دواں ہوا اس نے نہ صرف ان کی گھریلو زندگی پر اثر ڈالا بلکہ اس سے گھر کے افراد اسلامی نظریات کے حامی ہوگئے۔

۱۹۳۵ء میں جناب ڈاکٹر صاحب نے تمام مراحل کی تکمیل کے بعد بابا جی کو اپنے شیخ کامل کی خدمت میں پیش کیا تو امیر ملت نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے خرقہ خلافت سے نوازا۔ دیگر بابا جی کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا کہ جو شخص بھی توبہ کی نیت سے حاضر ہوتا اسے تربیت کے بعد ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرتے۔

آپ کی وفات کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بعد کیپٹن امین صاحب کو خلافت سے نوازا گیا۔ آپ ان کی ازحد عزت و احترام کرتے تھے۔ خواجہ صاحب فوجی ملازمت کی بنا پر دوستوں کو زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے۔ آپ نے ان کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ آپ اپنے پیر کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے وصال کے بعد پانچ سال اور پانچ دن تک دوست آپ سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۱ شوال المکرم بروز جمعہ المبارک ۷۸ سال کی عمر میں محلہ فیروز آباد گجرات میں واصل حق ہوئے۔

پینا ہے تو پی لے ورنہ پچھتاؤ گے آخر
سر بازار ملتا ہے چائے کا پیالہ

معمولات۔ ہر ماہ کی انیس تاریخ کو اپنے پیر مرشد کو وزیر آباد دعوت دیتے۔ اعلیٰ سطح پر ختم خواجگان کا انتظام فرماتے۔ گو آمدنی قلیل تھی۔ پھر محبوب کے قدموں پر سب کچھ

نثار کر دینے کیلئے یاروں کی خاطر تواضع کے لئے آپ کا لنگر چوبیس گھنٹے جاری رہتا تھا۔
آستانہ مرشد پر ہفتہ میں ان گنت بار حاضر ہوتے۔ اور کبھی بھی خالی ہاتھ نہ جاتے

محبت محبت تو کہتے ہیں سب
محبت تو ہے کام دل والوں کا
اور اس میں جگر بھی ذرا چاہئے
محبت میں شر کی محبت کہاں
محبت کو مرد خدا چاہئے

آپ پہر رات باقی ہوتی بستر چھوڑ دیتے۔ موسم کے مطابق گرم یا ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے۔ نوافل اور تسبیحات پڑھ کر صبح صادق تک ذکر فکر میں مشغول رہتے۔ پھر نماز فجر ادا کرتے۔ بعد ازاں سونے کے بعد خواب میں سارے عقدے حل ہو جاتے ----- اور گھر والوں کی خدمت میں لگ جاتے آپ کی شادی ۱۹۳۶ میں اپنی خالہ زاد خانم سے ہوئی۔ شادی کے بعد آپ وزیر آباد میں مقیم رہے آپ کی تین صاحب زادیاں اور ایک صاحب زادہ نور محمد جاوید ہوئے۔

جو زبان سے نکل جاتا وہ پورا ہو کر رہتا۔ بھاسو چھاؤنی ہی میں کرنل پیل ڈاکٹر صاحب سے بغض رکھتا تھا۔ حضرت بابا جی کو پتہ چلا تو اپنی نوکری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کرنل پر برس پڑے۔ آپ کی ناراضگی رنگ لائی۔ کرنل پر محکمانہ کیس بن گیا اور تحقیقاتی رپورٹ میں اس پر جرم ثابت ہو گیا۔ اس نے بابا جی سے معافی مانگی۔ مگر نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔ کہ اب دیر بہت ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر صاحب برما سے واپس ہوئے تو بابا جی نے بھی ریٹائر منٹ لے لی۔ ڈاکٹر صاحب نے کنجاہ میں ڈاکٹری کی دکان کھول لی۔ آپ نے وہاں بیٹھ کر پنکھا کھینچنے اور آپ کی خدمت اختیار کر لی۔

پھر وزیر آباد میں ریلوے میں واچ مین کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔

کرامات

محمد حسین گل فروش کو نئی نئی نوکری ملی تھی۔ اس نے لاپرواہی سے کام لینا شروع کر دیا۔ بابا جی رحمتہ علیہ نے کئی دفعہ سمجھایا کہ لاپرواہی مت کرو۔ آخر ایک دن بابا جی سے سرراہ ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا۔ محمد حسین! تمہیں نوکری سے نکال تو نہیں دیا گیا۔ محمد حسین گل فروش زمین پر بیٹھ گیا اور رونے لگا کہ وہ واقعی ان کی طرف جا رہا تھا کہ آج ہی اسے نوکری سے جواب ہو گیا ہے۔ بابا جی نے فرمایا " میں نے تمہیں سمجھایا نہیں تھا کہ لاپرواہی اچھی نہیں۔ اب جاؤ تمہاری روزی وزیر آباد کی گلیوں میں لکھی ہوئی ہے۔ محمد حسین نے لاکھ کوشش کی لیکن کہیں نوکری نہ ملی۔ بالآخر وہ گلفروشی کرنے ہی لگ گیا۔ اسکی زبانی یہ شعر اکثر سنا گیا۔

گل فروشی ہے بہانہ ہوں تلاش یار میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اسکو ہر گل و گلزار میں

بعد میں وہ مشہور نعت خواں بن گیا۔ نعت گو بھی تھا اور بزرگان طریقت کے قصیدے بھی بے شمار لکھے۔

بابا جی کی ایک خادمہ سردار بیگم اب بھی حیات ہے۔ پیار سے بابا جی اسے دار کہتے تھے۔ اس دار کا کہنا ہے کہ بابا جی نے فرمایا " دار تیرے بچے کو دیکھا ہے کہ آگ میں گر گیا ہے۔ اس کے بدن پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ میں نے اسے جلدی ہی اٹھا لیا ہے۔ یہ بات اس وقت کی ہے کہ یہ چھوٹا بچہ سردار بیگم کی گود میں تھا اور وہ اسے ماتا کا پیار دے رہی تھی۔ اچانک بابا جی نے وہ بچہ سردار بیگم سے لے لیا اور یہ خواب سنا دیا۔ پورے ایک سال بعد بچے کو چیچک نکل آئی۔ بابا جی نے بچے کو دیکھا تو فرمایا بیٹا گھبراتا نہیں یہ وہی میرے خواب والی بات ہے۔ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ تکلیف آئی ہے، ٹل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دار کا وہ بیٹا بالکل ٹھیک ہو گیا۔

اس دار کے بیٹے نثار کے ڈرائیور سی کلاس بننے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:۔

سردار بیگم نے بابا جی سے فرمائش کی کہ حضور بابا جی رحمتہ اللہ علیہ! نثار چاہتا ہے کہ ریلوے میں سی کلاس ڈرائیور بن جائے۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا درخواست دے دو۔ لہذا درخواست دے دی گئی۔ حتیٰ کہ انٹرویو کالیں بھی جاری کر دی

گئیں لیکن نثار کو کوئی اطلاع نہ ملی۔ سردار نے عرض کی بابا جی! کالیں آ گئی ہیں لیکن نثار کو کوئی اطلاع نہیں آئی۔ فرمایا "بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کے ہاں تو نوکر ہو گیا ہے۔ دنیا کے کاغذوں میں بھی ہو جائے گا۔ سردار نے کہا کہ کل تو انٹرویو ہے۔ ہم کیا کریں فرمایا جاؤ تمہاری کال دستی پہنچ جائے گی۔ سردار گھر گئی رات کو نثار کے والد کال لے کر گھر آ گئے۔ نثار صبح انٹرویو کے لئے گیا۔ وہاں ہجوم یاراں تھا۔ سیڑھیوں کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا۔ اس نے اس سے نام پوچھا۔ بتایا نثار۔ وہ نثار کو اندر لے گیا۔ وہاں تمام کاغذات پڑے تھے۔ نثار نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ انٹرویو ہوا اور وہ سی کلاس ڈرائیور بھرتی ہو گیا۔ اسی نثار کے بارے میں سردار نے بتایا کہ کچھ عرصہ سے اس کا کوئی خط نہ آیا تو گھبرا کر بابا جی سے عرض کی کہ نثار کا دو ماہ سے خط نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا خط والا خود ہی آ جائے گا۔ اس دن شام کی ٹرین پر نثار گھر پہنچ گیا۔

۱۹۵۹ء میں آپ گجرات قیام پذیر ہوئے تو ایک دوست میاں اصغر علی کنجاہی کو اپنے ساتھ بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور لے آیا۔ اصغر علی نے بتایا کہ بابا جی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کے بعد اس کی بے چینی ختم ہو گئی۔

واقعہ یوں ہے۔ اصغر علی حج پر گیا ہوا تھا' اس نے اللہ سے دعا کی "یااللہ مجھے سیدھی راہ دکھا اور کسی مرد کامل سے ملوا دے۔ وہاں ہی اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی بزرگ کو ملنے کی ہدایت کی گئی۔ وہ ان بزرگوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتا رہا مگر مقصد حل نہ ہوا۔ آخر کار اس نے اس مرید بابا جی سے اس کا ذکر کیا۔ تو وہ انھیں یہ کہہ کر بابا جی رحمتہ اللہ علیہ سے ملوانے آئے کہ "چلو آج میرے مرشد سے مل کر دیکھ لو شاید وہ تمہارے مطلوبہ انسان ہوں۔" اصغر علی کی مراد بر آئی اور وہ بابا جی کے حضور حاضر ہو کر بیعت ہو گیا۔

پیر کامل ملا تو خود پیر ہو گئے
چند ہی دنوں میں کامل فقیر ہو گئے
خود کو فنا کیا تو بقا ملی
پیر کے دامن کے ہی اسیر ہو گئے

ڈاکٹر محمد اللہ دتہ طالب کنجاہی

رحمت اللہ علیہ

اَشَدُّ	حُبًّا	لِلہ	کیا سنایا
درِ	محبوب	کا رستہ	دکھلایا
محبت	غیر کی	دل سے	نکالی
بجمد	اللہ ہمیں	مومن	بنایا

محال	است طالب	کہ مقصود	یابی
ز احکام	مولا	گر سر	بتابی
بر اہش	فنائت	حصول	بقائت
گریز	از فنا	گر بقاہم	نیابی

ڈاکٹر صاحب فروری 1886ء میں کنجاہ ضلع گجرات میں شیخ پیر بخش کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پہلے کنجاہ سے حاصل کی پھر گجرات کے مشن ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ کچھ عرصہ پولیس کی ملازمت اختیار کی لیکن جلد ہی دل اچاٹ ہو گیا اور پھر آپ نے لاہور سے ایل ایس ایم ایف (ایم بی بی ایس) پاس کر لیا۔ اس کے بعد بطور ڈاکٹر فوج میں بھرتی ہوئے اور 1920ء تک فوج کی ملازمت کرتے رہے۔ 1918ء میں آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔

فوج میں فالتو وقت میں دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہے۔ دل میں لگن پہلے سے موجود تھی۔ بچپن ہی سے شادیوال ضلع گجرات کے میاں ابراہیم رنگریز سے روحانی لگاؤ تھا لیکن جب انھیں بیعت کرنے کو کہا تو انھوں نے استخارہ کر کے فرمایا کہ بیٹا تمہارا فیض کسی اور کے پاس ہے۔ لہٰذا میں بیعت نہیں کر سکتا۔

فوج کی ملازمت کے دوران چکدرہ چھاؤنی میں آپ خواجہ ابوالحسن خرقانی کے حالات پڑھ رہے تھے کہ اس مقام پر آ کر رک گئے " دل نور ایمان سے منور نہیں ہو سکتا جب تک اتباع سنت میں انسان کامل نہ ہو " آپ انگریزی فیشن کے ڈاکٹر تھے۔ یہاں پر ہی پڑھنا موقوف کر دیا اور کسی اور کام میں لگ گئے لیکن سوچ یہی رہی کہ

طالب اتباع سنت اور اپنا چہرہ دیکھو کیا دل نور ایمان سے منور ہو سکتا ہے۔
اگلے دو دن جب بھی اس کتاب کو پڑھتے تو یہاں پر آ کر ہی رک جاتے۔
تیسرے دن فیصلہ کر لیا کہ اب تو اتباع سنت کے سوا چارہ نہیں۔ شیو کا سامان پھینک دیا اور مسنون داڑھی رکھ لی۔ رات کو جب نوافل سے فارغ ہوتے تو دھاڑیں مار مار کر روتے کہ خدایا وہ نوری چہرہ کیسے نظر آئے گا جسے پہلے آپ خواب میں دیکھ چکے تھے۔
یہ بزرگ ہستی آپ کے ہونے والے مرشد تھے لیکن جسمانی طور پر ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔
بالآخر آپ کی حالت زار کو دیکھ کر آپ کے ماتحت صوبیدار حضرات نے مصلحتاً آپ سے گذارش کی تو ڈاکٹر صاحب نے انہیں اپنے دل کی کیفیت کا راز بتا ہی دیا کہ ایک نورانی شخص جسے میں خواب میں دیکھ چکا ہوں نظر نہیں آتے اس لئے بیقرار رہتا ہوں۔ ایک صوبیدار نے کہا کہ میرے مرشد رسالپور میں چھاؤنی میں اکثر آتے رہتے ہیں۔ ان کے آنے کی اطلاع جب مجھے موصول ہو گی تو میں آپ کو مطلع کروں گا۔ چند ہی دنوں کے بعد اطلاع آ گئی تو صوبیدار صاحب ڈاکٹر کو لیکر راتوں رات گھوڑوں پر سوار ہو کر پکدرہ سے رسالپور چھاؤنی پہنچ گئے۔ تقریباً" پچھلی رات کا وقت تھا۔ وہ بزرگ ابھی تک جاگ رہے تھے گویا کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ صوبیدار صاحب ڈاکٹر صاحب کو لیکر بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحب بے ساختہ فرمانے لگے۔ "آمد آں یارے کہ ماں خواستیم" اور ساتھ ہی فرما دیا ڈاکٹر صاحب آپ کی چیخوں نے مجھے رات کو بھی سونے نہیں دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھتے ہی اس نورانی شخصیت کو پہچان لیا کہ یہی خواب والی شخصیت ہے۔ بے اختیار قدموں میں گر گئے اور بیعت کے لئے درخواست کی۔ جس کو شرف قبولیت بخشا گیا اور ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نقشبندی مجددی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بحر حقیقت کے ایسے شناور ہوئے کہ مراد مرشد بن گئے۔ یہ واقعہ 1909ء کا ہے۔
آپ نے سیرفی الارض کے تحت بحکم حکومت وقت دنیا کے کافی ممالک کی سیر کی۔ مصر انڈونیشیاء' عرب' جزائر انڈیمان' عراق' فرانس' انگلینڈ' برما اور اٹلی میں مقیم رہے اور لوگوں کو راہ ہدایت بتاتے رہے۔
بماسو چھاؤنی (انڈیمان) میں آپ کو ایک فوجی حوالدار خان فیروز دین خان جیسا

ہیرا ملا۔ جس نے بیعت ہونے کے بعد مرید ہونے کا حق ادا کیا۔ آٹھ ہی دن میں سبق یاد کر کے مراد پیر بن گئے۔ پیر صاحب کا برما میں تبادلہ ہوا۔ آپ بھی ساتھ تبادلہ کرا کے برما چلے گئے۔ یہاں ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو دونوں وہاں سے ہیڈ کوارٹر دلی پہنچے۔ آتے ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنا استعفیٰ پیش کیا کہ میں مزید نوکری کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ حکومت نے میری ترقی محض اس لئے روکی ہوئی ہے کہ میں نے سنت رسول ﷺ رکھی ہوئی ہے۔ بابا جی نے بھی ساتھ ہی استعفیٰ دے دیا۔ 1920ء میں ڈاکٹر صاحب نے نکلتے کر ایک چھوٹی سی ڈسپنسری بنالی اور بابا جی نے پہلے وزیر آباد میں قیام کیا پھر گجرات فیروز آباد میں آکر مستقل رہائش اختیار کر لی اور مرتے دم تک اپنے پیر کے دروازے پر بقول کسے ۔

بردر پیرت بعد ہر صبح و شام

صبح و شام حاضری دیتے رہے حتیٰ کہ ڈاکٹر صاحب نے 3 مارچ 1958ء میں جام وصال نوش فرمایا اور اس وقت بابا جی فیروز خان کو خلافت سے نوازا جا چکا تھا۔

معمولات:۔

ڈاکٹر صاحب کا عمر بھر یہ معمول رہا کہ اپنے پیر کی خوشنودی میں زندگی بسر کی جائے۔ اگر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یو پی سی پی کے علاقہ میں جا کر شدھی تحریک کا رد کریں تو آپ تن تنہا صرف ایک آدھ خادم کو ساتھ لیکر یو پی سی پی چلے گئے۔ اگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ نواب حیدر آباد دکن کے ہاں چند ہفتوں کے لئے جانا ہے تو آپ ساتھ ہو لئے۔ اسی طرح آپ نے اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق مختلف علاقوں میں جا کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ امیر ملت نے فرمایا کہ آپ کے فوج کے ساتھی راجپوت قوم کے ملکانے ماہنی سیال میں ہیں وہاں جا کر انھیں تبلیغ اسلام کریں تو ڈاکٹر صاحب نے ملتان' ماہنی سیال اور لودھراں وغیرہ کے علاوہ لاہور میں ریلوے کے بابو لوگوں کو طریقت کا ایسا رنگ چڑھایا کہ سب باشرع' متقی اور شب بیدار ہو گئے۔
ویسے تو آپ کا معمول تھا۔

غفلت میں نہ گذار تو اب سانس ایک بھی
شاید یہی ہو سانس تیرا سانس آخری

پھر بھی آپ نماز پنج گانہ با جماعت ادا کرتے۔ دوست احباب کی خدمت دل و جان سے کرتے۔ بازار سے سودا سلف خود خرید کر لاتے۔ نماز جمعہ خود پڑھاتے تھے۔ علی پور شریف کے عرس سے پندرہ دن پہلے جاتے اور پندرہ دن بعد آتے اور واپسی اعلی حضرت کی اجازت پر موقوف تھی۔ آپ کو خلافت 1918ء میں پہلے ہی مل چکی تھی کیونکہ آپ مراد پیر بن چکے تھے اور حضرات کو سال میں ایک دفعہ کنجاہ میں بھی ایک جلسے پر بلاتے اور اس علاقے کے لوگوں کو فیض یاب ہونے کا موقعہ فراہم کرتے۔ فالتو وقت کتب بینی میں گذارتے۔ دوستوں کی فرمائش پر دوستوں کے ہاں بھی تشریف لے جاتے۔ آخر وقت تک آپ کا یہی معمول رہا کہ زیادہ سے زیادہ وقت یا علی پور میں گزارا جائے یا دوستوں کی خدمت میں یا تبلیغ دین میں۔ آپ کو تصوف پر مکمل عبور تھا اور کبھی کبھی رسالہ انوار الصوفیہ کیلئے مضامین لکھتے رہتے۔ یہ ماہوار رسالہ علی پور سیداں سے اعلی حضرت امیر ملت کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔
کیپٹن محمد امین نے ڈاکٹر صاحب کے ملفوظات کو تن حصوں میں شائع کرایا (۱) تصوف (۲) منظوم کلام انوار طالب (۳) مکتوبات طالب جو کہ ملفوظ طالب ہی کا حصہ ہیں لیکن خواجہ محمد امین کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ سجادہ نشین ڈاکٹر محمد ضیاءاللہ روح الامین نے مکتوبات اور سیرت طالب الگ الگ چھپوا کر ڈاکٹر صاحب کی حیات کو زندہ و تابندہ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب قرآن و حدیث سے تصوف کے اثبات کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتے ہیں اور قرآن سے " **واذکر اسم ربک واتبتل الیہ تبتیلا** کے تحت فرماتے ہیں۔

غیر کے در پہ نہ جانے دے مولائے جلیل
ہو مجھے حاصل تبتل اے مرے نعم الوکیل

آپ کی زندگی کا مشن یہی تھا۔

ہر طرف آئے نظر تیرا ہی حسن دلفریب
خود بخود روپوش ہو یہ ماسوائے دیدہ زیب

المختصر:۔

ہر گز نہ میرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایک دفعہ قبلہ ڈاکٹر صاحب رہ چھٹی گزار کر پکدرہ کی طرف اپنی ڈیوٹی پر جارہے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت امیر ملت کے ساتھ عالی قدر جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رہ کے خصوصی تعلقات کی بنا پر گولڑہ شریف سلام و زیارت کے لئے حاضر ہوئے پیر صاحب رہ اپنے حجرے میں آرام فرما رہے تھے۔ جناب ڈاکٹر صاحب رہ اعلیٰ حضرت رہ کی نسبت سے حاضری کیلئے اطلاع کی تو آپ رہ نے نہایت شفقت سے بہت دیر تک اپنے پاس بٹھائے رکھا آپ رہ کی عادت تھی کہ اپنے متعلق قصیدہ یا منقبت نہ سنتے تھے۔ حضور قبلہ ڈاکٹر صاحب رہ نے منقبت پیش کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے بڑی خوشی سے منظور فرمائی منقبت سن کر نہایت خوش ہوئے۔ اپنی پسندیدگی اور خوشنودی کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں۔ ایک دفعہ حافظ سید احمد صاحب ہزاروی کنجاہی جو اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے چشتیہ سلسلہ میں مرید تھے ان کو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی مگر یہ زیارت حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب رہ کی وساطت سے ہوئی وہ اپنے پیر خانہ گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ اور اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب رہ کے واسطے سے آپ رہ نے فرمایا حافظ جی یہ زیارت میری وساطت سے ہی سمجھیں۔ حافظ صاحب کو جب دوبارہ حضور ؐ کی زیارت جناب ڈاکٹر صاحب رہ کے ذریعہ سے نصیب ہوئی تو پھر اپنے پیر صاحب رہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ رہ نے فرمایا کہ اس وقت سرکار دو عالم ؐ کی بارگاہ میں جناب ڈاکٹر صاحب رہ ہی متعین ہیں اور میں نے کہا جو تھا کہ زیارت میری وساطت سے ہی سمجھیں اور معترض نہ ہوں۔ حافظ صاحب رہ نے یہ تمام واقعہ خود جناب ڈاکٹر صاحب رہ کی خدمت میں پیش کیا آپ رہ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رہ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

جھوٹی گواہی سے انکار

محرم کے دنوں میں ۱۹ مارچ ۱۹۴۳ء بروز جمعہ کنجاہ میں شیعہ سنی جھگڑا ہو گیا شیعہ فرقہ کی عورت تھانیدار کے پاس شکایت لے کر گئی۔ سکھ تھانیدار جلدی میں بغیر وردی تفتیش احوال کے لئے محلہ جوگیاں میں جو شیعان کنجاہ کا گڑھ تھا۔ پہنچا تو اتفاق سے اللہ دتہ نامی ایک پہلوان جو آجڑی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ تھانے دار مذکور کے غیر رواداراانہ رویے کے خلاف طیش میں آگیا اور کلہاڑے کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا اس پر پولیس کا محکمہ سارے کا سارا جنبش میں آگیا۔ اور کنجاہ کی ساری سرزمین ایک دفعہ پوری کی پوری لرز گئی قیام پاکستان سے پہلے کنجاہ میں تین بڑی بڑی قومیں رہا کرتی تھیں جن میں مسلمان ہندو اور سکھ سب شامل تھے ہندوؤں نے نہایت چالاکی کے ساتھ اس قتل کا ذمہ دار کنجاہ کی تاریخ ساز شخصیتوں کو ٹھہرایا۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولوی محمد عبداللہ سلیمانی حضور قبلہ ڈاکٹر صاحب* مولوی محمد اکرام صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ اور صوفی عبدالحمید صاحب ولد محمد بخش صاحب۔

ہندوؤں کا مقصد یہ تھا کہ نعوذ باللہ ایک سکھ تھانے دار کے مرنے پر ہو سکے تو کنجاہ کے یہ سربراہ اشخاص بھی تختہ دار پر لٹک جائیں تو بہت اچھا ہو چنانچہ ان حضرات کے نام عدالت سے سمن جاری کر دیئے گئے۔ حسن اتفاق سے سکھ تھانیدار کے قتل ہو جانے کے بعد کنجاہ کے تھانہ میں ایک بڑا نیک نفس تھانیدار سید امیر شاہ صاحب کو تعین کیا گیا جو سرتاپا شیدائی اسلام تھے۔ ہندوؤں نے لاکھ جتن کئے کہ کسی نہ کسی طرح ان حضرات کو اس قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ لیکن یہاں مولوی صاحب اور حضور قبلہ ڈاکٹر صاحب کا باہمی اختلاف آڑے آیا۔ تھانیدار صاحب

موصوف نے واشگاف لفظوں میں کہہ دیا کہ جب ان دو حضرات کے مابین شدید قسم کا مذہبی اختلاف موجود ہے تو اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ یہ دو حضرات سکھ تھانے دار کے قتل میں باہم جمع ہوئے ہوں اور انہوں نے اس معاملے میں مشورہ کیا ہو چنانچہ اپنے اس مقصد میں ہندو بری طرح ناکام رہے لیکن چشم دید گواہ کی حیثیت میں ڈاکٹر صاحبؒ اور ان کے ساتھیوں کو عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب کو صحیح بیان سے منحرف کرنے کے لئے ہر چند بے حد کوشش کی گئی لیکن وہ اپنے بیان سے قطعاً منحرف نہ ہوئے کیونکہ اس معاملے میں انہوں نے علی پور شریف بارہا حاضر ہو کر صاحبزادہ کرام اعلیٰ حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب سے تحقیقات کر لی تھی۔ اور شہادت دینے کے تمام اصول معلوم کر لئے تھے۔ اللہ دتہ مذکور بے شک تھانیدار کا اصل قاتل تھا۔ شروع شروع میں جب تک اس میں حرارت ایمان کی گرمی رہی بڑی نیک نیتی کے ساتھ اپنے صحیح بیان پر قائم رہا۔ لیکن افسوس اس کے متعلقین نے اسے راہ راست سے بہکا دیا اور اپنے اس قتل کی پاداش میں ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو اسے تختہ دار پر لٹکنا پڑا۔

اس کا فیصلہ ہونے کے بعد گورنمنٹ نے آپؒ کو ایک سرٹیفکیٹ اور ایک سو روپیہ کا نقد انعام بھیجا آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ میں نے سچی گواہی دے کر اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے میں نے کسی پر احسان نہیں کیا اس لئے میں اس سرٹیفکیٹ اور انعام کی رقم کا حق دار نہیں ہوں اور سرٹیفکیٹ اور انعام کی رقم واپس کر دی۔

اعلیٰ حضرت امیرِ ملت الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

رحمتہ اللہ علیہ

بسیار خوباں دیدہ ام و لیکن تو چیزے دیگری

آپ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ اب ضلع نارووال جو پہلے تحصیل تھا میں سید کریم شاہ رحمتہ اللہ علیہ بن سید منور علی شاہ کے گھر 1840ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا پھر دور دراز کے علاقوں سے دینی علم حاصل کیا لیکن روح کی پیاس نہ بجھی۔ اس کو بجھانے کے لئے 1890ء میں چورہ شریف ضلع اٹک میں بابا جی فقیر محمد کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ بابا جی رحمتہ اللہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمایا اور دوسری ہی ملاقات میں آپ کے سر پہ خلافت کی پگڑی رکھتے ہوئے فرمایا "ہن خدا دی مخلوق نوں خدا دی راہ وسیا کرو" درویشوں نے استفسار کیا تو بابا جی نے فرمایا "حافظ صاحب دیوا وی گھروں لیائے۔ تیل' بتی تے ماچس وی گھروں لیائے۔ میں تے صرف تیلی ای رگڑی اے تے رب دیوا بال چھڈیا اے"۔ آپ کے مرید افغانستان' عراق' مصر اور حجاز بلکہ برصغیر ہندو پاک میں بھی لاکھوں کی تعداد میں ملتے ہیں۔

خطہ حجاز سے آپ کو بے حد پیار تھا۔ جب مدینہ تشریف لے جاتے تو دل کھول کر عربوں کو سخاوت دیتے یہاں تک کہ عرب آپ کو ابالعرب پکارنے لگے۔ آپ متعدد بار مدینہ اور مکہ میں حاضری کیلئے گئے۔ صرف آپ کے حج 80 سے زیادہ ہیں۔ آپ جب بھی عرب شریف جاتے تو پہلے مدینہ منورہ حاضری دیتے اور پھر حج کے دنوں میں مکہ آتے اور پھر واپس مدینے چلے جاتے۔ مدینہ میں آپ نے ایک مستقل رہائش رباط شاہ جماعت بنا رکھی تھی جو اب بھی موجود ہے اور پاکستان سے جانے والے احباب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کارنامے:۔

1۔ آپ نے مرزا غلام احمد مردود کو ختم کیا کیونکہ آپ ہی نے بادشاہی مسجد لاہور میں مہر علی شاہ گولڑوی کی معیت میں مرزا کذاب کو ہلاکت کی خبر سنائی تھی کہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور تیسرے دن مرزا ہیضے کے موذی مرض سے واصل جہنم ہوا۔

2۔ آپ نے 1935ء میں مسجد شہید گنج کے موقعہ پر تلوار بردار جلوس کی قیادت فرمائی۔

3۔ آپ نے قائداعظم کی درخواست پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور پاکستان کو اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا۔

4۔ 1914 میں علی پور سیداں میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو اب تک رواں دواں ہے۔

5۔ اسی علی پور میں آپ نے سفید سنگ مرمر سے مسجد بنوائی جو اس وقت لاکھوں روپے سے بنی اور اب تک موجود ہے۔

6۔ آپ نے شدھی تحریک کے خلاف عملاً" حصہ لیا اور اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں اس کے رد کے لئے روانہ کیا۔

7۔ آپ نے عشق رسول کا وہ ثبوت دیا کہ مخالفین بھی آپ کو امیر ملت کہنے پر مجبور ہو گئے۔ جیسا کہ علامہ مشرقی اور عطاء اللہ شاہ بخاری دونوں پاکستان کے بھی خلاف تھے لیکن آپ کی بے باکی جرات اور اخلاص کے سامنے انھیں ہتھیار ڈالنا پڑے۔

8۔ آپ کے ملفوظات اور سیرت امیر ملت شاہد ہیں کہ آپ شریعت' طریقت اور حقیقت کے بحر ذخار کے بہت بڑے شناور تھے۔

9۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول تو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے لیکن بشر شناسی کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ ایک عام مسلمان سے غوث کے مقام تک سولہ مقام ہیں۔ باقی مقامات ولایت تو معدوم ہو چکے ہیں جیسا کہ تبع تابعین' تابعی' صحابی' اصحاب بدر' خلفائے راشدین' صدیق اکبر' نبی رسول' اولعزم رسول' مصطفیٰ اور رحمت اللعالمین کے مقامات ہیں۔

10۔ نبی اکرم صلی اللہ وسلم کی توصیف میں مولانا جامی کا یہ شعر اکثر پڑھتے رہتے

تھے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ ہماں خوباں دارند تو تنہا داری

ڈاکٹر اللہ دتہ کنجاہی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خراج عقیدت اس طرح پیش کیا ہے۔

حافظ و حاجی و عالم سید و کامل فقیر
شاہ جماعت پیر پیراں قطب عالم دستگیر

معمولات:۔

آپ ایک ولی کامل ہونے کی بنا پر عاشق رسول بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مرشد نے دوسری ہی ملاقات میں آپ کو صاحب اجازت کر دیا۔ آپ کے فضائل ڈاکٹر صاحب کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ آپ بہت سی ماورا صفات کے مالک تھے۔ اور یہ صفات ایسے ہی ہاتھ نہیں آتیں۔

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ آخری پہر رات رہتے بیدار ہوتے۔ وضو فرماتے اور اپنے روز مرہ معمول میں لگ جاتے۔ نماز تہجد کے علاوہ دوسرے اوراد میں سورہ یوسف ستر بار پڑھنا شامل تھی۔ صبح نو بجے تک اشراق وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے خاص کمرہ (شیش محل) میں تشریف فرما ہوتے اور حاجت مندوں، درد مندوں، سائلوں، فقیروں، طالب علموں غرضیکہ ہر آنے والے کو نوازتے۔

آپ کا دستر خواں بڑا وسیع تھا۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تو لمبا دستر خواں بچھ جاتا اور کمرے میں موجود ہر شخص کو دستر خواں پر بٹھا کر قسم قسم کے کھانوں سے نوازتے مگر خود اپنے معمول کے مطابق ہی کھاتے۔

آپ نعت بھی سنا کرتے تھے لیکن جب کسی نے ایسا مصرعہ یا شعر پڑھ دیا

زائروں کی بھیڑ ہو روضہ تیرا ہو میں نہ ہوں
وائے ناکامی کہ اک خلق خدا ہو میں نہ ہوں

تو عشق مصطفیٰ میں تڑپ اٹھتے اور اپنے خادم محمد بوٹا کو اسی وقت مخاطب ہوکر فرماتے "بوٹیا! وائے ناکامی کہ اک خلق خدا ہو میں نہ ہوں"

"بستر باندھو اور مدینے تشریف جانے کی تیاری کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم حاضری در رسول سے قاصر رہیں۔" اور حج کیلئے چل پڑتے اور اکیلے نہیں جاتے تھے بلکہ احباب کی کثیر تعداد کو ساتھ لیکر مدینہ تشریف لے جاتے اور سب احباب کا خرچہ بھی گرہ سے دیتے۔

آپ کے فیض نظر سے بہت سارے دوست شرف حج و زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ جن میں سے حاجی خوشی محمد ملتانی کا واقعہ بندہ کو خوب یاد ہے کہ آپ کے ایک فرمان پر خوشی محمد جو بے یارو مدد گار' بے کس علی پور بیٹھے حضور کی معیت میں مدینہ شریف حاضر ہوئے اور پھر اٹھارہ دفعہ حج و زیارت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ رات گئے تک (تقریباً" ایک بجے رات) اسی شیش محل میں تشریف فرما رہتے۔ سائلوں کی عرضیں سنتے۔ دوستوں کی خدمت کرتے۔ حقداروں کو حق دلاتے۔ سائلوں کی مرادیں برلاتے۔ تشنگان عشق و معرفت کو سیراب کرتے اور ملکی و ملی مسائل کا حل فرماتے رہتے۔ آخر میں جب تمام دوست رخصت ہو جاتے تو خادم محمد بوٹا کو کہتے "لیا بوٹیا ہن اسی وی اپنا کھانا کھا لیے" یہ کھانا کیا تھا ایک پاؤ ابلے ہوئے چاول جو کہ چوبیس گھنٹوں میں آپ کی غذا تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ اس نرم گدیلے پر جہاں سارا دن رات بیٹھا کرتے تھے۔ آرام فرماتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ آرام فرماکر پھر اٹھ کر اپنے معمولات میں لگ جاتے۔

ملفوظات:۔

1۔ نبی اکرم کے نسب بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ فرمان رسول ہے۔

کل سبب و نسب ینقطع الا سببی و نسبی

یعنی قیامت کے دن سوائے میرے رشتے ناتے کے سب رشتے ناتے قطع ہو جائیں گے اس لئے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہوا۔

قل لاء سلکم علیه اجرا" الا المودة فی القربیٰ

یعنی یا رسول اللہ آپ فرما دیں کہ میں تبلیغ اسلام پر آپ لوگوں سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر میرے اہل بیت سے پیار کرو اور اہل بیت کی شان بھی قرآن مجید نے اسی طرح بیان کی ہے "

2۔ **انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا"**

یعنی بے شک اللہ چاہتا ہے کہ اہل بیت تم سے ناپاکی کو دور کر دیں اور تمہیں اس طرح پاک کریں جس طرح پاک کرنے کا حق ہے۔

3۔ ضرورت مرشد کے بارے میں آپ قرآن کی آیت

اهدنا الصراط المستقیم بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر ساتھ ہی صراط مستقیم کی تعریف میں دوسری آیت "**صراط الذین انعمت علیهم**" بتا دیتے ہیں اور پھر ان انعام یافتہ لوگوں کا پتا بھی قرآن کی آیت سے دیتے ہیں۔

انعم اللّٰه علی النبین و الصدقین وا لشهداء والصالحین"

یعنی اللہ نے انعام کیا۔ انبیاء ، صدیقین ، شہداء اور صالحین پر۔

اس کے بعد آپ فرماتے کہ انبیاء ان کے صدیقین اور ان کے شہداء تو گذر چکے فی زمانہ صرف صالحین رہ گئے ہیں جو کہ اولیاء اللہ کی نام سے موسوم ہیں۔ ساتھ ہی بیعت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں۔

من صافحنی و صافح من صافحنی الی یوم القیامه دخل الجنته ۔

جس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس سے مصافحہ کیا جس نے مجھ سے مصافحہ کیا قیامت تک ، وہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔

پھر اپنی مثال دیتے ہیں جس طرح حضرت ابو بکر صدیق نبی اکرمؐ کے ساتھ اور سلمان فارسی رضی اللہ حضرت ابو بکر کے ساتھ' حضرت امام قاسم حضرت سلمان فارسی کے ساتھ' حضرت امام جعفر صادق حضرت امام قاسم کے ساتھ' حضرت بایزید بسطامی حضرت امام جعفر صادق' کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اسی طرح یہ سلسلہ مجدد الف ثانی اور امیر ملت محدث علی پوری تک پہنچا۔

4۔ آپ فرماتے ہیں مرید تو کوشش کرکے زہد و ریاضت سے نبی اکرم تک پہنچتا ہے اور مراد وہ ہوتا ہے جسے خود حضورؐ بلا لیتے ہیں۔

6۔ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ نبی کے لغوی معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ حضور کو غیب کا علم نہیں۔

اسی طرح شاہد گواہ کو کہتے ہیں کہ گواہ وہ ہوتا ہے جس نے حال آنکھوں سے دیکھا ہو اور حضور شاہد ہیں گویا ساری کائنات آپ کے سامنے بنی ہے۔

7۔ کچھ بد بخت حضور کی شفاعت کو نہیں مانتے اور قرآن کی آیت پیش کر دیتے ہیں۔

فما تنفعہم شفاعتہ الشافعین

لیکن آپ اس کے مقابلے میں حدیث شریف پیش کرتے ہیں۔ "حضور خود شافع روز جزا ہیں۔ قرآن بھی شفاعت کرے گا۔ رمضان بھی شفاعت کرے گا۔ معصوم بچے بھی شفاعت کریں گے۔ حافظ بھی شفاعت کریں گے۔ نیک لوگ بھی شفاعت کریں گے۔

الغرض یہ عاشق رسول اپنے ظاہر و باطن میں پروانہ شمع رسالت اور علم و عمل' سیرت و کردار' صبر و حلم اور اتباع رسول میں یگانہ اور جود و سخا میں یاران مصطفیٰ کا نمونہ تھے

فنا فی الشیخ ہو کر فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور دوستوں نے بارہا آزمایا کہ جہاں یا شاہ جماعت کہا وہیں پر آپ کو موجود پایا

مشکلات بے عدد دارم ما
المدد شاہ جماعت پیر ما

آپ کے خلفاء میں سے آپ کے ۔ بیٹے یکے بعد دیگرے سجادہ نشین بنے جب کہ ایک بیٹے خادم حسین جوانی میں ہی ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔

آپ کے ملفوظات کو مکتبہ انوار الصوفیاء کوٹ عثمان خان قصور نے پہلی بار شائع کیا اور سیرت امیر ملت کو آپ کے نبیرہ سید حافظ اختر حسین شاہ نے 1985ء میں چھپوا کر یاران عقیدت کے سامنے پیش کیا۔

آپ کا وصال 30 اگست 1951ء بمطابق 26 ذیقعدہ 1370ھ کو علی پور شریف میں ہوا۔ آپ کی عمر شریف 110 برس تھی۔ مسجد نور کے جنوب میں آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر مبارک پر آپ کے صاحبزادگان اور مریدان نے سفید سنگ مرمر کا گنبد بنا دیا ہے جو کہ مرجع خاص و عام ہے۔

نور کی نسل سے نور علی پور آیا
حافظ قرآن محدث فقیہ نور آیا
فناہ فی الشیخ ہوئے فناہ فی الرسول ہوئے
در رسول پہ پہنچے تو سرور آیا

حضرت فقیر محمد صاحب المعروف باباجی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلہ عالم امام العارفین جناب باباجی صاحب کا اسم شریف فقیر محمد تھا۔ علیہ الرحمۃ آپ اپنے والد ماجد حضرت نور محمد صاحب تیراہی علیہ الرحمۃ کے قدم بقدم چلتے تھے اور انہی سے علم ظاہری و باطنی تحصیل کیا۔ ایام صغرسنی سے ہی آپ ذکر و فکر و مراقبہ و اتباع شریعت میں مصروف و مشغول تھے۔ قطع ماسوئ اللہ کا طریق آپ کو پہلے ہی مرغوب تھا۔ آپ کو آپ کے والد ماجد کے ساتھ ابتدا ہی سے صحبت و رابطہ حاصل تھا۔ یہاں تک کہ خورد طعام، نشست و برخاست و طریق کلام و اخلاق وغیرہ میں بالکل متحد الاوصاف تھے۔ آپ اپنے وقت کے ابدال شمار کئے جاتے تھے۔ جسطورح آپ میں دیگر اوصاف حسنہ تھے اسی طرح ایک یہ بھی تھا کہ آپ مسکینوں کی مجلس و صحبت و محبت سے خوش رہتے۔ آپ فاروقی نسب ہیں۔ اپ کا شجرہ نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ بھی فاروقی ہے۔ صرف نوپشت تک الگ الگ ہیں۔ باباجی صاحب کا نسب نامہ یہ ہے: فقیر محمد بن نور محمد بن محمد فیض اللہ بن خان محمد بن علی ولی محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ سلطان شیخ الاسلام بن عبدالرسول بن عبدالحئی بن حبیب اللہ بن رفیع الدین بن نورالدین بن نصیرالدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبداللہ بن شعیب بن احمد شیخ بن یوسف ثانی بن محمد شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن نصیرالدین بن محمود المعروف بہ نشیمان شاہ بن سلیمان ثانی بن مولوی پٹھان محمد مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ اکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر عبداللہ بن عمر خطاب بن امعاج بن عبد مناف الخ۔ اس نسب نامہ میں جس جگہ کچھ غلطی ہو تو کوئی صاحب مجھے اطلاع دے دیں۔ غرضیکہ خداوند کریم نے جناب باباجی صاحب علیہ الرحمۃ کو وہ کمالات عطا فرمائے تھے کہ دوسروں کو اسوقت کم ملتا تھے۔ قرآن شریف کے ہر اک حرف کے جدا فوائد و خواص اور اسرار و نکات ایسے معلوم تھے کہ دوسروں کو ان کا سمجھنا دشوار تھا۔ آپ اپنے وقت میں مرجع اہل اللہ تھے۔ (۱) بروز ولادت آپ اپنی والدہ صاحبہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ ہرچند کوشش کی گئی مگر نہ پیا۔ اتنے میں آپکے دادا فیض اللہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ تو ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں

آپ کے اخلاق و عادات کا ذکر

آپ کا معمول تھا کہ آپ لباس سادہ نیلگوں، کوئی کپڑا سیاہ بھی پہنتے۔ شرعی پاجامہ سفید۔ سر پر کلاہ اور اوپر ململی خط دار یا سبز و ستار پہنتے۔ بدن پر کبھی انگی نیلگون یا چادر اوڑھتے پاپوش پشو ہاری استعمال فرماتے۔ عصا اپنے ہاتھ میں ہمیشہ رکھا کرتے۔ آپ کی طبیعت میں تصنع و ریا و تکلف نہ تھا۔ عجب و غرور، فخر و خود پسندی آپ کے نزدیک تک نہ آیا تھا۔ مسکنت و تمکنت و وقار آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اور صدیقی انوار و برکات آپ کے حالات سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں جمالیت اس قدر تھی کہ سالہا سال کسی پر غصہ نہ ہوتے۔ اور نہ کسی کو آپ سے کبھی ضرر و نقصان پہنچتا۔ کیونکہ جلالی فقراء سے ضرر زیادہ اور نفع بہت کم اور جمالی طبیعتوں سے نفع زیادہ اور نقصان کمتر ہوتا ہے۔ آپ کسی پر کسی کے شکایت کرنے سے کبھی بدظن نہ ہوتے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا شکستہ دلوں کی دلجوئی کرتے رہتے۔ امراء سے زیادہ خوش نہ ہوتے۔ بلکہ مخلص دوست کو (خواہ مسکین محض ہو) پسند فرماتے۔ کسی کا احسان یاد رکھتے جبتک اس احسان کا بدلہ دس گنا عنایت نہ کرتے۔ کسی کا احسان بھی نہ اٹھاتے۔ آپ کو محفل آرائی اور زینت سے تنفر تھا۔ غرباء پر آپ کبھی بوجھ نہ ڈالتے۔ جنکی ایک دفعہ دعوت مان چکتے پھر دوبارہ مشکل سے مانتے۔ شہروں میں آپ کم سے کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روز قیام فرماتے۔ جیسی جگہ ہوتی ویسا مقیم ہوتے۔ آپ کے ساتھ ہمیشہ چند خلفاء اور درویش سفر میں رہتے۔ آپ زاہد خشک یا محض ظاہر پرست نہ تھے بلکہ لوگوں کی درستگی باطن کا خیال زیادہ رکھتے اور اتباع سنت سے قدم باہر نہ رکھتے۔ آپ تحمل و بردباری میں بے نظیر تھے۔ جب کبھی کسی سے خطاء و قصور ہوتا تو فوراً معاف فرما دیتے۔ بلکہ خود بلا کر اوس سے عذر و معذرت سن کر قبول فرماتے۔ بلکہ بعض وقت یہی فرماتے کہ خدا ہمارا تمہارا گناہ معاف کرے۔ آپ خود بھی ساکت و خاموش رہتے اور احباب کو بھی یہی تاکید فرمایا کرتے۔

آپ کی مجلس میں علماء و امراء وغیرہ موجود رہتے مگر آپ کے روبرو ایسے ہیبت زدہ و مرعوب رہتے کہ لب کشائی کی جرات نہ تھی۔ باوجودیکہ آپ نہایت ہی خوش اخلاق

تھے مگر پھر بھی ذی وقار بارعب نظر آتے۔

"ہیبت حق است و ایں از خلق نیست"

آپ کی خدمت میں جب کوئی بیٹھ جاتا تو اٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ آپ سفر میں اپنے ہمراہیوں یا خادموں کو کبھی تکلیف میں نہ ڈالتے۔ نہ اپنے آپ کا آرام تلاش کرتے۔ یک لخت کسی کو بالکل مقرب و معتمد علیہ بنا کر فوراً گرا کر محروم و مغضوب علیہ بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ بلکہ ہر اک کو اس کی باطنی حیثیت اور دلی اخلاص کے مطابق دوست بناتے۔ اور جس کو دوست بنا لیتے پھر اس کا کام بھی پورا کر دیتے۔ اور ایسا کرتے کہ پھر اس کو احتیاج نہ رہتی اور اس کا دل مطمئن ہو جاتا۔ اوسکے دنیاوی مقاصد پورے ہوتے۔ ہاں مگر قسمت کا قصور فتور نہ ہو۔

آپ کو تعویذ نویسی زیادہ پسند نہ تھی۔ اکثر آپ دعا فرمایا کرتے۔ اسی دعا سے لوگوں کے مقصد نکل آتے۔ آپ اپنی بیماری کا حال حتی الوسع اوروں پر ظاہر نہ کرتے۔ جو شخص صدقدل سے حلقہ میں حاضر ہوتا فوراً عاشق صادق بن کر آپ پر جان قربان کرتا۔ آپ کی خوراک بالکل کم تھی۔ خمیری روٹی و کھچڑی آپ کو مرغوب تھی۔ سرخ مرچ سے پرہیز رکھتے۔ میوہ کم کھاتے۔ کسی خاص چیز کے عادی نہ تھے۔ جو کچھ وقت پر حاضر و موجود ہوتا وہ برضا و رغبت تناول فرما لیتے۔ آپ نے آخر عمر میں احباب راولپنڈی کے اصرار پر چاء شیریں پینا شروع کر دی تھی۔ ایام سرما میں تین تین ماہ تک پانی نہ پیتے۔ آپ ہمیشہ صاف و پاکیزہ اشیاء پسند فرمایا کرتے۔ اکثر آپ شب بیدار رہتے۔ آپ کی خواب بھی مراقبہ ہی تھی جن لوگوں کے دیدار سے خدا یاد آتا ہے آپ انہی میں سے تھے۔ آپ مجذوب سالک تھے۔

آپ کا حلیہ مبارک

آپ کا قد مبارک دراز تھا۔ چہرہ گندم گوں سرخ بینی دراز۔ ریش مبارک کے بال سفید اور لمبے۔ آنکھیں نہایت موزوں۔ سر مبارک کے بال بصورت زلف و گیسو شانوں تک معلق رہتے۔ پیشانی کشادہ تھی۔ آپ بالوں پر حنا لگایا کرتے۔ آپ نے چہرہ

مبارک پر کبھی استرہ نہیں پھرایا۔ آپ سوتے وقت سرمہ لگایا کرتے اور طاق سلائی لگاتے۔ آپ کی انگلیاں بہت نرم اور کشادہ۔ سینہ فراخ۔ باوجود ضعف عمری کے بینائی و شنوائی میں کچھ فرق نہ تھا۔ آپ جب بازار میں چلتے تو سر پر لنگی رکھ لیتے اور باوجود پیرانہ سالی پیدل بھی تیز چلتے۔ بعض وقت آگے بڑھ جاتے۔ سچ فرمایا ہے مولانا علیہ الرحمتہ نے۔

ترجمہ: جبرائیل علیہ السلام کی طاقت مادی کھانے سے نہیں تھی۔ یہ طاقت صرف اللہ تعالیٰ کے دیدار سے تھی جو ہر جسم کو پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح ابدالان حق کی یہ قوت بھی ہے۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے سمجھ نہ کہ طعام و طبق کی قوت سمجھ۔

آپ کے معمولات

بعد از نماز صبح تا طلوع آفتاب مراقبہ کرتے۔ بعد ازاں قرآن مجید کی تلاوت بقدر دو اڑہائی سیپارے کے فرماتے۔ اس کے بعد ختم شریف اپنا پڑھا کرتے۔ قبل از دوپہر طعام تناول فرماتے۔ پھر قیلولہ کرتے۔ بعدہ مجرد اذان سننے کے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور وضو وغیرہ کر کے نماز ظہر پڑھتے اور اکثر اسی وضو سے عشاء پڑھ لیتے اور ظہر کے بعد بھی تلاوت فرماتے۔ اوسکے بعد اون لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے جو ارباب حاجات اور عرض گزار ہوتے۔ کسی کو پانی دم کر دیتے کسی کو تعویذ دیتے۔ کسی کے حق میں دعا کیا کرتے اور اکثر صبح کے فرض و سنت کے درمیان پانی دم فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دے دیتے۔ اکثر مایوس لاعلاج آپ کی دعا و توجہ سے صحتیاب ہوئے۔ آپ نماز عصر عین وقت پر ادا کرتے۔ بعد از نماز ختم شریف حضرت امام محمدؒ معصوم رحمتہ اللہ علیہ پڑھا کرتے اور خاص خاص احباب کو بھی اس کی اجازت دیتے۔ آپ نماز باجماعت پڑھنے کے عادی تھے۔ بعد از تناول طعام مغرب نماز عشاء کی اول وقت پڑھتے۔ آپ سفر میں ہمیشہ مسجد میں ہی قیام فرمایا کرتے اور کبھی فرماتے کہ میں خدا کا مہمان ہوں اور خانہ خدا میں مقیم ہوں۔ آپ سوائے چند لقموں کے اور چیزوں کی طرف شائق نہ تھے۔ آپ کی غذائے اصلی ذکر حق ہی تھی۔ آپ خدا کے فضل سے چودہ خانوادہ میں مجاز و صاحب ارشاد تھے مگر اکثر آپ طریقہ رسولیہ صدیقیہ نقشبندیہ اور طریقہ عالیہ قادریہ کی اشاعت فرماتے۔ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ کو عام طور پر جاری فرماتے اور اسی کو اسہل و آسان

جاسکتے۔ اور عبدالرحمٰن صاحب صوفی کا فارسی دیوان بھی آپ کو اکثر یاد تھا۔ آپ کو کسی قدر شعروں سے بھی دل لگی تھی۔ آپ کسی وقت ایسی حالت میں مست ہوتے کہ ایک ایک فرماتے۔ هیهات۔ هیهات اور کبھی فرمایا کرتے آخر فنا۔ آخر فنا اور بعض وقت صرف دیپک کرکے طلباء سے حلقہ کراتے اور کبھی خود توجہ دیتے اور یہ پڑھتے۔ نظم

یا رسول اللہ انظر حالنا　　یا حبیب اللہ اسمع قالنا
انّنی فی بحر غم مغرق　　خذ یدی سہل لنا اشکالنا

اور کسی حلقہ میں آپ بار بار یہ رباعی پڑھتے اور وہ حالت عجیب ہوتی۔ رباعی

ہیچ در کائنات نی بینم　　ہمہ را الا ذات نی بینم
من کہ در ذات او شدم فانی　　گر سوائے صفات نی بینم

اور کبھی کبھی یہ اشعار پڑھتے اور توجہ دیتے۔ نظم

ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگیں شاد کن　　بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکر ہو
غافل کفرست پنہاں در وجود آدمی　　اینچنیں کافر شدن را حاجت زنار نیست

اور قصیدہ بردہ شریف کے بعض اشعار بھی پڑھا کرتے۔ بالخصوص یہ شعر زیادہ پڑھتے۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　مہند من سیوف اللہ مسلول

آپ جب عام کو نصیحت فرماتے تو فرمایا کرتے کہ باطن درست کرو کیونکہ بعد مرگ اعمال باطنی ہی سے نجات مل سکتی ہے۔ مگر ظاہر احکام شرعیہ کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال باطنی کی صحت و درستگی کی علامت بھی ظاہری اعمال ہیں۔ الظاہر عنوان الباطن اور وہ ظاہر بھی سنت و آثار صحابہ کے موافق ہو۔ اور فرمایا کرتے کہ خدا کو خدا کے لئے پیار کرو اور یاد کرو کیونکہ مقصد کے لئے یاد کرنا صرف مقصد کی یاد ہے۔ خدا کی یاد بلا اغراض نفسانی چاہئے۔ اور جب کبھی خاص احباب اور خلفاء کو مخاطب کرتے تو یہ حدیث قدسی بیان فرمایا کرتے۔ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یقنع بعطائی فلیطلب ربا سوائی۔ یعنی قادر و ذوالجلال اپنے بندوں کو فرماتا ہے کہ جو شخص میرے حکم پر راضی نہیں اور میری بلا پر صابر نہیں اور میری نعمتوں پر شاکر نہیں اور

ترجمہ بر صفحہ ۵۳ دیکھئے

یا رسول اللہ ہو جائے غریباں اک نظر
یا حبیب اللہ کچھ اپنے غریبوں کی خبر
ہر قدم میں غرق ہیں ہم عاصیان بے نوا
المدد اے دستگیر مشکل بے کسوں کے راہبر

میں کائنات میں جو کچھ بھی دیکھتا ہوں
ہر شے میں نور ذات ہی پاتا ہوں
میں جو اس کی ذات میں فانی ہوا
میں تو صفات میں کھویا جاتا ہوں

ہر لمحہ خدا کو یاد کیجئے　　غمگین دلوں کو شاد کیجئے
بلبل کی طرح اسے پکاریئے　　دل اس کی یاد سے آباد کیجئے
اے غافل کفر تجھ میں پنہاں ہے
ایسے کافر کے لیے زنار نہیں چاہیے

میرے عطیہ پر قانع نہیں تو پس وہ شخص میرے سوا کسی اور کو رب بنالیوے۔
اور اکثر یہ حدیث بیان فرماتے۔ خیر الناس من ینفع الناس یعنی بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاوے۔ آپ کے پاس اگر کوئی زاہد خشک یا باتونی آدمی بیٹھتا تو آپ فرماتے مجھے باتیں نہیں آتیں۔ آپ اپنے خلفاء کی اور اجازت یافتگان کی بھی توقیر کرتے اور انکا وقار و قدر زیادہ فرماتے۔ تاکہ ان کے اعتقاد مندوں کی نظروں میں وقیع اور ذی اقتدار ہی رہیں اور جس خلیفہ کے حلقہ میں تشریف رکھتے وہاں پر اسی کے مشورہ و صلاح سے ہر اک کام کرتے۔ یہاں تک کہ اکثر تعویذات اور وظائف وغیرہ بھی انہی کی تحویل میں رکھتے۔ آپ کے دل میں دنیا کی وقعت و عزت مچھر کے برابر بھی نہ تھی۔ آپ کبھی خاص خاص احباب سے معانقہ فرماتے اور اکثر مصافحہ پر ہی اکتفاء فرماتے۔ آپ کو جس طریق پر سلف صالحین نے مقرر کیا تھا۔ آخر تک اسی پر ثابت قدم رہے۔

نقل ہے کہ آپ اپنے غلاموں کو لفظ مرید سے نہ پکارتے بلکہ لفظ یار یا دوست سے یاد فرماتے۔ ایک دن آپ کے نبیرہ صاحب نے فرمایا کہ فلاں شخص تو ہمارا مرید ہے۔ آپ ان پر سخت ناراض ہو گئے۔ یہاں تک کہ کلام بھی نہ کیا۔ صاحبزادہ نبیرہ صاحب نے کہا کہ حضرت بابا جی صاحب تو ناراض ہیں۔ نماز وغیرہ چھوڑ دیئے۔ لوگوں نے عرض کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے سب کچھ ترک کر دیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے جواب دیا کہ جب حضرت بابا جی قبلہ و کعبہ ناراض ہیں تو اب کیا فائدہ اور کیا نتیجہ۔ کیونکہ عبادات کی قبولیت تو آپ کی رضا کے ساتھ ہے۔ جب آپ ناراض ہیں تو پھر ضرورت نہیں۔ جناب بابا جی صاحب کو خبر لگ گئی تو آپ نے بلوا کر صاحبزادہ صاحب کو فرمایا کہ نہ میرے باپ دادا نے کسی کو لفظ مرید سے پکارا اور نہ میں نے کسی کو مرید کہہ کر کے بلایا۔ پھر تم اس قابل کہاں بن گئے کہ مرید کے لفظ سے پکارو۔ جاؤ آئندہ توبہ کرو پھر کسی کو لفظ مرید سے نہ پکارنا۔ آپ کی کرامات تو بے شمار ہیں جو آپ کے خلفاء و خاص درویشوں سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ نقل ہے کہ حضرت بابا جی صاحب کا عرس مبارک آ گیا۔ احباب طریقہ نقشبندیہ نے عرس کا اہتمام نہایت اخلاص و محبت سے کیا۔ وہاں پر ایک دو مخالفین دین بھی تھے۔ انہوں نے حکام تک رپورٹ کی اور اعلیٰ حکام کو

بدظن کر کے پولیس کے ذریعہ پہرہ لگا دیا۔ رپورٹ میں یہ خبر درج تھی کہ یہ ایک درویش ہے۔ اس کے آنے سے سخت فساد اور دنگا بلکہ بلوہ ہو گا۔ کبھی یہ مشہور ہوتا کہ آج نقشبندی جماعت قادریوں کو سخت مار یگی۔ پولیس بیچاری آٹھ روز آئی اور پھر واپس گئی۔ آخر جس روز عرس مبارک مقرر تھا وہ جمعہ کا دن تھا۔ انہی مخالفین دین میں سے ایک نے پھر جا کر حاکم اعلیٰ کو کہا کہ آج سخت اندیشہ فساد ہے۔ حاکم وقت تھا دانا اور اس کو بابا جی صاحب کی روح نے ایسی توجہ دی کہ حاکم مذکور نے غصہ میں آن کر کہا کہ تم دونوں شریر ہو۔ یہاں پر بیٹھو۔ گیارہ بجے سے چار بجے تک وہ نظربند رہے۔ ہم نے عرس بھی کیا۔ ختم بھی پڑھا۔ میلاد شریف بھی پڑھا۔ طعام بھی تقسیم کیا۔ سب کام نہایت آسانی سے پورے ہو گئے۔ اور وہ نظربند ہی رہے۔ انکا جمعہ نماز وغیرہ سب جاتا رہا۔ خدا کی شان ہے کہ وہ ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ منہ بھی کسی کو نہ دکھاتے اور سب لوگوں میں بدنام ہو گئے اور بابا جی صاحب کی کرامت کے قائل ہو گئے۔

ترجمہ استخارہ

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا رحمن اور رحیم ہے۔ ”اے اللہ! میں تیرے علم اور غلبے کے ساتھ استخارہ کرتا ہوں۔ اور تیرے عظیم فضل کے ساتھ سوال کرتا ہوں بے شک تو طاقت رکھتا ہے۔ اور مجھ میں طاقت نہیں ہے تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ اگر تجھے علم ہے کہ یہ کام میرے دین، میرے معاش اور عاقبت کے کاموں میں میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے لئے جلد اور بلاتاخیر پورا کر دے۔ اور اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور پھر میرے لئے اس میں برکت فرما۔ اگر تو جانتا ہے کہ اس کام میں میرے دین معاش اور عاقبت میں نقصان ہے تو پھر جلدی سے میرے اس کام کو مجھ سے دور فرما اور مجھے اس سے دور رکھ۔ میرے لئے جہاں سے تیری رضا ہے وہاں سے خیر مہیا فرما۔“

حضرت خواجہ نور محمد تیراہی المشہور بہ حضرت بابا جیو صاحب

ولادت و حالات

آپ 1179ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ مادر زادولی تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ بابا فیض اللہ صاحب تیراہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ جس وقت آپ سجادہ نشین ہوئے تو سب سے پہلے فقیر اللہ نور اور عجب نور جو کہ افغانستانی تھے۔ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں منتہی ہو کر مجاز طریقہ ہو گئے۔ جب دونوں حضرات افغانستان واپس گئے تو اس قدر شہرت ہوئی کہ دونوں بھائیوں کو بیعت کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔

جب جملہ اطراف و اکناف سے خلقت جوق در جوق آنے لگی اور علماء و فضلاء داخل طریقت ہوتے گئے تو لوگوں کو بوجہ ملک یا غستان راستہ میں بہت ہی تکلیف ہوتی تھی۔ آپ نے موضع تیزئی شریف سے ڈیرہ اٹھا کر بمعہ اہل و عیال اسباب و مال موضع چورہ شریف ملک چندال میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا مولد شریف ملک تیراہ ہے۔ اور آپ کے چار صاحبزادے باکمال تھے۔ اول خواجہ احمد گل صاحب علیہ الرحمتہ۔ دوم خواجہ فقیر محمدؒ صاحب علیہ الرحمتہ۔ سوئم خواجہ دین محمدؒ صاحبؒ دام علیہ الرحمتہ۔ چہارم شاہ محمدؒ صاحب علیہ الرحمتہ۔ یہ ہر چہار حضرات اپنے والد ماجد کے مابعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس جناب حضرت شیخ الشیوخ مرشدنا وہادینا حضرت فقیر محمدؒ صاحب موجود تھے اور سر مبارک بابا جی صاحب کا حضرت صاحبزادہ دوم کے زانو مبارک پر تھا اور انہوں نے بدست خود تجہیز و تکفین کی اور غسل بھی دیا اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت بابا جی کو لحد شریف میں لٹایا اور جو کچھ جناب خواجہ نور محمدؒ صاحب کا فیض باطنی اور خزانہ مخفی تھا وہ اسی وقت حضرت فقیر محمدؒ صاحب کو عطاء کیا گیا۔ آپ کی وفات کے بعد خلفاء میں سے چار خلیفے اعظم مشہور تھے۔ اول خواجہ انور صاحب خٹکی۔ دوم خواجہ شاہ نامدار ہتیلیوی المعروف ہادی صاحب۔ سوئم۔

خواجہ محمد منیر صاحب ہوشیار پوری۔ چہارم۔ خواجہ حافظ عبداللطیف صاحب قصب خوانی۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک درویش نے عرض کی کہ بابا جی صاحب کیا سبب ہے کہ اور لوگ صدہا ریاضات و مجاہدات کر کے بھی اس قدر جوش عشق و جذب و فیض نہیں حاصل کرتے جس قدر حضور کے خدام چند روز میں حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دوست۔ یا اولاد اس شخص کے تنگ دست و محتاج ہوتے ہیں جن کا باپ یا رفیق غریب و مفلس ہو اور جن کا باپ رفیق مالدار ہو ان کو زیادہ تر خلوص و محبت کی ضرورت ہے۔ محنت کی چنداں حاجت نہیں۔ آپ کی عمر شریف ایک سو ساٹھ برس کہتے ہیں اور وفات آپ کی 12 شعبان 1303ھ مزار مبارک موضع چورہ شریف۔ لفظ مادہ تاریخ وفات غفور (1886ء) ہے۔

آپ کے اشغال و معمولات

آپ صبح کی نماز کے بعد تا ادائے نفل اشراق کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اور تسبیح پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔ بعد نماز صبح ایک مرتبہ سورہ فاتحہ۔ الم الی مفلحون۔ آیت الکرسی شریف۔ آیت ثم انزل علیکم تا صدور پڑھ کر سورہ یٰسین شریف، قل یا ایھا الکفرون۔ قل ہو اللہ احد اور سورۃ ہائے معوذ تین پڑھ کر ایک تسبیح درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ بعد ازاں نماز نفل اشراق چار رکعت پڑھتے تھے۔ نوافل کے بعد طالب بیعت حضرات کو بیعت فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ اور آپ خود بھی فقراء کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ قدرے آرام کر کے زوال کے بعد وضو کر کے نفی اثبات کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ اور چار رکعت نماز سنت زوائدہ ہمیشہ نماز ظہر اور عصر سے پہلے لازمی پڑھا کرتے تھے۔ بعد نماز ظہر آپ توجہ فرماتے تھے۔ اور سائلین کو تعویذات وغیرہ دیا کرتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد ایک بار ضرور سورہ نوح پڑھا کرتے تھے۔ بعد نماز عصر مراقبہ فرماتے تھے۔ نماز مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ الھاکم التکاثر اور دوسری رکعت میں سورہ والعصر کی قرات فرماتے تھے۔ اور بعد میں چھ رکعت نماز اوابین پڑھتے تھے۔ اور اپنے خلفاء اور مریدین کو ان نوافل کی تاکید کرتے

تھے۔ بعد میں سورہ واقعہ شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ اور بعد نماز عشاء وتر سے پہلے آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ الملک القدوس اور نیز ایک بار سورہ تبارک الذی ایک مرتبہ اسماء حسنیٰ' اور ایک مرتبہ آخر سورہ بقرہ ایک مرتبہ آیت ثم انزل علیکم تا صدور اور آخر سورہ بنی اسرائیل اور آخر سورہ کہف' آخر سورہ حشر اور آخیر کے دس سورہ پڑھ کر استراحت فرماتے تھے۔ آخر رات تیسرے حصہ میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز بارہ رکعت ادا کر کے ایک تسبیح استغفار پڑھ کر تھوڑا سا مراقبہ کر کے بحہ گردانی ذکر اثبات و نفی فرماتے اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ درمیان سنت و فرض نماز فجر دائیں پہلو پر ذرا لیٹ جایا کرتے تھے۔

خرق عادات

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضور جناب بابا جیو صاحبؒ بمقام موضع لحاظ جو کہ عین وسط تیراہ میں ہے۔ تشریف لے گئے۔ گاؤں کے باشندگان آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے موضع کا پینے کا پانی بہت دور سے آتا ہے۔ اور ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہے کیونکہ اس موضع کی آبادی پہاڑ پر واقع ہے اور پانی نشیب کی طرف ایک میل سے زیادہ دور ہے۔ اس لئے پانی لانے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ خدا کے واسطے ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے حق میں دعا کریں کہ باری تعالیٰ کہیں نزدیک سے ہمارے لئے پانی کی سبیل پیدا کر دیں۔ حضور نے فرمایا اچھا آج ہم استخارہ کریں گے اور تم لوگ بھی استخارہ کرو جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو حکم ہو گا۔ اس پر عمل کریں گے بعض حاضرین نے استخارہ کی ترکیب دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد وضو کر کے دو رکعت نفل بہ نیت استخارہ ادا کریں۔ اور اس کے بعد یہ دعا ایک مرتبہ پڑھ کر سو جائیں۔ استخارہ کی دعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر و لا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبتہ امری اوفی

عاجل امری واجلہ فاقدرہ ویسرہ لی ثمہ بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذ الامر شرنی فی دینی و معاشی و عاقبتہ امری اوفی عاجل امری واجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدرلی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہٖ ۵۵

اور فرمایا کہ نفلوں کی قرات میں پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھیں چنانچہ حسب الارشاد سب نے اس پر عمل کیا۔ صبح کو بعد از نماز سب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ کی طرف سے ہماری مشکل کشائی کا ارشاد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند کریم کی رحمت کا ہمیشہ امیدوار رہنا تصوف کا پہلا رکن ہے۔ پھر فرمایا چلو ہمارے ساتھ اس کے بعد آپ نے اس پہاڑ کے دوسرے گوشہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً" ایک میل چل کر دفعتہ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اسی جگہ ٹھہر جانے کا حکم ہے وہاں پر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور سورہ فاتحہ پڑھ کر پھاوڑے سے ایک پتھر کو نکالنا چاہا۔ تین ضربیں لگائیں اور بسم اللہ شریف پڑھتے رہے۔ حکم الٰہی سے پتھر حرکت میں آگیا۔ پھر حاضرین نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ آدھ گھنٹہ کی محنت کے بعد پتھر باہر آگیا اور نہایت صاف اور شفاف پانی کا چشمہ اس جگہ سے جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نہر کی صورت میں پانی کا راستہ آبادی کی طرف بناتے چلو چونکہ ایک بڑا عظیم الشان مجمع تھا۔ سب لوگ اس کام کو غنیمت جان کر نہر کھودنے لگے اور بابا جی صاحب نے وہاں پر تین گائیوں کا صدقہ دیا۔ عصر کی نماز کے وقت نہر کا پانی مسجد لحاظ تک پہنچ گیا اور نماز مسجد میں ادا ہوئی ۔ بعد ازاں نہر کے پانی کو مسجد کے صحن میں سے گزار کر جب آگے کی طرف پانی کا رخ کیا تو وہاں پر نشیب میں زمیندار کی زمین تھی۔ زمین کے مالک نے اس زمین میں پانی کے بہاؤ سے منع کر دیا۔ ہر چند اس کو سمجھایا مگر اس نے کہا کہ اگر قتل بھی کر دو گے تب بھی یہ پانی ادھر سے نہیں گزرنے دوں گا۔ ہر چند اس کی منت سماجت کی مگر وہ راضی نہ ہوا۔ آخر کار آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ خود اس کے لئے رستہ بنا دیں گے۔ تقریباً" نصف شب کے وقت ایک بڑا زبردست شور ہوا۔ سب لوگ نیند سے بیدار ہو گئے جب صبح کو لوگ نماز کے لئے مسجد میں گئے تو

دیکھا کہ وہاں پر پتھر میں تین گز کا گول سوراخ ہو گیا ہے اور پانی اس میں جا رہا ہے۔ اب تک اس سوراخ میں نہر کا پانی گرتا رہتا ہے۔ اور آگے کہیں اس پانی کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ دو تین روز تک آپ کا وہاں پر قیام رہا اور گاؤں کے تمام لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

ہجرت

حضرت بابا جیو صاحب "تقریباً" اسی سال تک تیزی شریف میں قیام پذیر رہے۔ جہاں ایک خلقت کثیر نے آپ کے فیض سے استفادہ کیا۔ لیکن علاقہ تیراہ میں ایک گاؤں چپری نامی میں ایک شخص مسمی ولی خان آپ کے خلاف ہو گیا وہ جگہ جگہ یہ وعظ کیا کرتا تھا کہ بابا جیو صاحب کی خدمت میں کوئی نہ جایا کرے چونکہ ان کا طریقہ جو گیانہ ہے اور وہ اپنے مریدوں کو ایک ہزار مرتبہ یومیہ یا ابلیس پڑھنے کو بتاتے ہیں۔ جو افغانی آپ سے ناواقف تھے۔ یہ وہ باتیں سن کر آپ کے خلاف مشتعل ہو گئے اور آپ کے وہ عقیدت مند جو پنجاب اور ہندوستان سے آتے تھے۔ ان کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اور مال و اسباب چھین لیا کرتے تھے چند سال تو آپ اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے۔ اور جب اپنے متوسلین کی تکلیف گوارا نہ ہوئی تو بالآخر مجبور ہو کر تیزی شریف سے بمقام موضع ڈراڈر تشریف لے آئے۔

حضرت باباجی محمدؒ فیض اللہ صاحب تیراہی رحمتہ

ولادت باسعادت آپ کی ملک تیراہ افغانستان میں ہے۔ فیض حقیقی و خزائن تجلی آپ نے حضرت خواجہ محمدؒ عیسیٰ علیہ الرحمتہ گنڈا پوری سے حاصل کیا اور بعد از خدمت و ریاضت کثیرہ کے خرقہ خلافت بھی آپ کو عطا کیا گیا۔ آپ سپہ گری میں ملازم تھے۔ تنخواہ کے علاوہ جو کچھ موجود ہوتا فقراء اور درویشوں کو صدقات و خیرات دیا کرتے۔ ایک دن آپ کا پہرہ ایک برج پر تھا اور آپ ایک وقت کھڑے تھے کہ ناگاہ حضرت سید حافظ جمال صاحب شکار کھیلتے کھیلتے اس طرف سے گزرے اور آپ کی نظر کیمیا اثر حضرت فیض اللہ پر پڑی تو یہ حضرت سخت بیہوش ہو گئے۔ حضرت حافظ صاحب آپ کو کمال محبت سے اپنے ساتھ لے کر گھر گئے اور چند مدت کے بعد آپ کو حضرت محمدؒ عیسیٰ صاحب اپنے خلیفہ خاص کے سپرد کر کے خود رخصت فرما گئے۔

نقل ہے کہ ایک دن خواجہ محمدؒ عیسیٰ صاحب نے فرمایا کہ اے فیض اللہ چلو تم کو خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت کرائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے ادبی معاف۔ میرے خضر تو آپ ہی میں جو کچھ مجھے پہنچے گا وہ آپ ہی کے ذریعہ وسیلہ سے پہنچے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ مبادا ان کی جلالت مجھ پر غالب آجائے اور آپ کو کہیں بنظر حقارت دیکھوں۔ اس خوش اعتقادی سے آپ بہت ہی خوش ہوئے اور آپ اس قدر محو ہوئے کہ گریہ نمودار ہوا۔ اسی اثناء میں خواجہ محمدؒ عیسیٰ علیہ الرحمتہ نے آپ کو بغل میں لے کر خوب معانقہ کیا اور منزل مقصود تک پہنچا دیا اور آپ کو فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ کہ سلطنت کفار ہونیوالی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ ایک راستہ میں تھکان کی وجہ سے بیٹھ گئے۔ اور وہاں پر ایک خشک درخت کنہ بھی تھا۔ چند اشخاص مسافر اس طرف سے گزرے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ کون شخص ہے؟ دوسرے نے کہا کہ کوئی فقیر درویش ہو گا کسی نے جواب دیا کہ اگر فقیر ہوتا تو کیا یہ درخت سبز نہ ہو جاتا۔ حضرت فیض اللہ صاحب

نے دعا فرمائی تو وہ درخت فوراً سبز بھی ہوا اور پھل پھول بھی اس کو لگ گئے۔ پس آپ نے وہیں پر قیام فرمایا اور ہزارہا لوگ آپ کے طالب و مرید ہوئے اور پہلے پھل بابا جی تیرا ہی مشہور ہو گئے۔ آپ کی وفات شریف 8 ربیع الاول 1245ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک آپ کا موضع تیزئی شریف ملک تیراہ میں ہے۔ مادہ تاریخ وفات آپ کا در منظومہ (1245ھ) ہے

حضرت محمدؐ عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ

اسم شریف آپ کا محمدؐ عیسیٰ ولادت آپ کی موضع چودہ عاق ملتان میں ہے۔ آپ خلیفہ اکبرو مقرب خاص ہیں۔ حضرت حافظ جمال اللہ صاحب کے **گو** شرف سیادت سے بھی ممتاز تھے اور علم ظاہری و باطنی میں بے نظیر تھے۔ آپ ہر روز حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ نے چند عرصہ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر تاج خلافت پایا اور گنڈا پور ضلع ملتان میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ ایک خواجہ پیر محمدؐ صاحب دوم خواجہ جان محمدؐ صاحب۔ سوم علی محمدؐ صاحب علیہ الرحمتہ۔ بعد از وفات پدر عالی قدر خود مسند مشیخت پر خواجہ جان محمدؐ صاحب بیٹھے۔ وفات آپ کی 7 ذی الحجہ 1220ھ کو ہوئی۔ مرقد مبارک آپ کا موضع گنڈا پور میں ہے۔ مادہ تاریخ وفات آپکا مظفر (1220ھ) ہے۔

حضرت خواجہ سید جمال اللہ رامپوری رحمتہ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب

آپ کا شجرہ نسب حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد اشرف سرہندی صاحب علیہ الرحمتہ سے مقامات سلوک کا اکتساب فرمایا۔ آپ حافظ قرآن مجید اور علوم ظاہریہ درسیہ کے منتہی تھے اور اصل وطن بخارا ہے۔ وہاں سے بحالت مجذوبی سرہند شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ شاہ محمد اشرف علیہ رحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور فیوض و برکات کا استفادہ کیا۔ آپ اپنے زمانہ میں فضائل و برکات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ بعد ازاں آپ رامپور تشریف لے گئے۔ اور وہیں پر مستقل سکونت اختیار کی۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ جمال اللہ صاحب نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ آج احمد شاہ بادشاہ کے قلعہ اور باغ کی سیر کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔ لیکن پہلے اپنے اوراد و نوافل سے فارغ ہو جائیں۔ تاکہ پھر اطمینان سے قلعہ اور باغ کی سیر کریں۔ چنانچہ اوراد و وظائف کے معمولات سے فارغ ہو کر آپ بمعہ اپنے خلفاء کے سیر کو روانہ ہو گئے۔ جب باغ کی سیر سے فارغ ہو کر قلعہ شاہی کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب بملازمت سپہ سالاری تعینات تھے۔ اور اپنی ڈیوٹی پر قلعہ کی دیوار پر کھڑے تھے۔ جس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کی نظر۔ حضرت شاہ جمال اللہ صاحب پر پڑی۔ آپ نے متحیر ہو کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا فوراً" دیوار سے اتر کر حضرت شاہ جمال اللہ صاحب کے قدموں میں گر گئے اور ایسی حالت طاری ہو گئی کہ دو تین گھنٹے تک آپ کے ہوش و حواس درست نہیں ہوئے۔ جب اضطراری حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مجھکو داخل سلسلہ طریقہ شریفہ نقشبندیہ فرما دیں۔ حضرت شاہ جمال اللہ صاحب علیہ الرحمتہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ علیہ الرحمتہ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ ان کی بیعت اگرچہ

میری طرف سے ہے۔ مگر ان کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب اسی روز اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو کر حلقہ بگوش حضرت خواجہ ممدوح ہو گئے۔

آپ کے خلفاء میں سید محمد عیسیٰ ملاشیر خان تیراہی۔ سید ملاں امان تیراہی شاہ درگاہی غزنوی۔ وارث خان بناری اور سید محی الدین تیراہی آپ کے جانشین اور صاحب ارشاد تھے۔

ارشاوات و فرمودات

روایت ہے کہ جب حضرت شاہ جمال اللہ صاحب نے حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ملک افغانستان جانے کا حکم دیا تو بطور وصیت کے فرمایا۔

رباعیات

ما یہ دین رابدنیا دادن از بے ہمتی است	زانکہ دنیا ہمگی رنج است و دین آسائش است
نوت فانی ستانی دولت باقی دہی	اندریں سوداخر ہوزبر و غبن فاحش است
کوش تاول صاحب نظر بدست آری	کہ نیست در دولتے دو جہاں دولتے ازیں بہتر
مکن عمارت دنیا بکن عمارت دل	کہ عرش اعظم است ایں دل بقول پیغمبرؐ

آپ تمام عمر مجرور ہے مزار مبارک رامپور میں ہے۔

ترجمہ رباعیات

شعر نمبر ۱: دنیا کے بدلے دین کھونا بے ہمتی ہے کیونکہ دنیا سراسر رنج ہے اور دین آسائش ہے

شعر نمبر ۲: فانی نعمت لیتا ہے اور باقی رہنے والے دولت دیتا ہے اس تجارت میں عقل جاتی رہتی ہے اور غبن تو صاف ظاہر ہے

شعر نمبر ۳: کوشش کر کہ کوئی تجھے صاف نظر ہاتھ آجائے کیونکہ اس جہان میں اس سے بہتر کوئی دولت نہیں

شعر نمبر ۴: عمارت دنیا نہ بنا عمارت دل سنوار کیونکہ سرکار عالم نے فرمایا ہے کہ یہ دل عرش اعظم ہے

حضرت خواجہ قطب الدین محمد اشرف صاحب سرہندیؒ

ولادت و انتساب

آپ 1074ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم مبارک قطب الدین بخاری اور لقب سید حسین ہے۔ آپ کا اول وطن مادر النصر ہے۔ سرہند شریف آ کر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمتہ اللہ علیہ سے علوم باطنی۔ نسبت ارادت اور فیوض و برکات کا استفادہ فرمایا۔ اور حضرت خواجہ کے انتقال تک سرہند شریف ہی میں مقیم رہے۔ پیر روشن ضمیر کے وصال کے بعد سرہند شریف میں اپنے مرشد کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور کچھ عرصہ تک وہیں قیام فرمایا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کے ساتھ اختلافات رونما ہوئے تو آپ بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

فضائل و کمالات

علوم معقول و منقول اور کلام اور تفسیر و حدیث کو بکمال کوشش حاصل کیا۔ چنانچہ آپ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل و یکتا تھے۔ آپ نے بہت سی کتابوں پر شرح و حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ میری مدت عمر بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ لیکن .عنایت الٰہی ایک توجہ میں تمہارا کام کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ ایک ہی توجہ میں نسبت مجددیہ یعنی ولایت ثلثہ کمالات ثلثہ اور حقائق سبعہ القاء فرما دیئے۔ اور نسبت عالیہ اور جمع احوال و اسرار باطن آپ پر عیاں ہو گئے۔ یہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے کمال تصرف اور حضرت خواجہ محمد اشرف رحمتہ اللہ علیہ کے کمال استعداد اور قابلیت کی دلیل ہے۔ جو تصرف و کرامت کی انتہا ہے۔ آپ استقامت شریعت و طریقت اور زہد و تقوی میں منفرد اور ممتاز تھے۔

وفات

نزع کے وقت آپ حسبی اللہ و نعم الوکیل بار بار پڑھتے تھے۔ اور اسی حال میں 1150ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کے زیریں حصہ میں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی چھت کا پانی آپ کے مزار مبارک پر گرتا تھا اب روضہ مبارک وہاں موجود نہیں۔

سلطان الاولیاء قیوم چہارم حضرت محمد زبیر قدس سرہ

انتساب

آپ حضرت ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ نقشبند" بن قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (قیوم اول) کے پوتے تھے۔ جب حضرت خواجہ محمد نقشبند رحمۃ اللہ حجۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

ریاضت و مجاہدہ

آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تھے اور نماز تہجد میں کبھی چالیس بار کبھی ساٹھ بار سورہ یسین شریف پڑھتے تھے۔ شام کے وقت نماز اوابین ادا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد دس ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات فرماتے تھے۔ پھر مردوں کا حلقہ فرماتے اور ان کو توجہ دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ شاہی محلہ میں تشریف لے جا کر عورتوں کے حلقے میں ان کو توجہ دیتے تھے۔ آپ کے حلقہ ذکر میں ہزار ہزار مرد اور دو دو تین تین سو عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ نماز فجر کے بعد سے نماز چاشت تک آپ مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ پھر مردوں کے حلقہ میں ان کو توجہ دیتے تھے۔ آپ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ حبس دم کے ساتھ تمام دن چوبیس ہزار بار ذکر نفی و اثبات کرتے تھے۔ اور پندرہ ہزار بار اسم ذات کا ذکر فرماتے تھے۔

کرامات و خرق عادات

جب شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد شہزادہ معظم اور شہزادہ اعظم میں تخت نشینی کے مسئلہ پر اختلاف ہو گیا اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی تو شہزادہ معظم (بہادر شاہ کو اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے۔ تو شہزادہ معظم نے جن کو بزرگان مجددیہ سے عقیدت

تھی۔ آپ سے دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے شہزادہ کے حق میں دعا فرمائی اور ہندوستان کی بادشاہت کی بشارت دی۔ چنانچہ روایت ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد شمال کی جانب سے ایک خوفناک اندھی آئی جس سے شہزادہ اعظم کی فوج میں ابتری اور افراتفری پھیل گئی۔ اس کو شکست فاش ہوئی اور شہزادہ معظم بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا حکمران ہوا۔

لاہور میں آمد

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ لاہور تشریف لائے لاہور کے ہزاروں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ انہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے علوم ظاہری اور باطنی میں فیض حاصل کیا۔

خلافت

حضرات القدس میں درج ہے کہ خواجہ محمد صادق کابلی قدس سرہ العزیز جو حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے قدیم مریدوں اور مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے جب درجہ کمال کو پہنچے اور مقامات طریق سے مشرف ہوئے۔ تو آں جناب نے آپ کو خلافت اور تعلیم طریق کی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت شیخ محمد حجتہ اللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ثانی اور خلیفہ اول ہیں۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ماہ ذی قعد 1034ھ میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق حضرت خواجہ معصوم کو بشارت دی تھی۔ کہ تمہارا یہ لڑکا جو پیدا ہونے والا ہے یہ حامل معارف اسرار باطنی ہو گا اور خلقت خدا کو اس سے فیض عام پہنچے گا۔

آپ نے تھوڑی ہی مدت میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کی آپ نے اکثر کتب درسیہ اپنے عم مکرم حضرت خواجہ محمد سعید رحمتہ اللہ سے پڑھیں۔ اور ایسی تحقیق و تدقیق سے پڑھا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سعیدؒ فرماتے تھے کہ یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے فقہ حدیث اور جمیع علوم متداولہ بڑی محنت سے حاصل کئے۔ اور علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنے والد بزرگوار سے علم باطنی اور معارف و اسرار کی تعلیم بھی شروع کر دی۔ اور بہت قلیل عرصہ میں بہت بلند و اعلیٰ مقامات پر پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے جو خط اپنے والد بزرگوار کو لکھا ہے اور آپ کے والد نے اس کا جواب دیا ہے اس سے آپ کے علو مرتبت روحانی کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں

"کہ جمادی الاول یا جمادی الآخر کے آخری دن تھے۔ اس مذکورہ سال کو اس ناچیز کے والد اپنے کئی نیاز مندوں اور مخلص لوگوں کے ایک بڑے گروہ کے ہمراہ ان کو ملنے کے لیے باہر آئے ہوئے تھے۔ ابھی میری عمر پانچ سال ہوئی تھے۔ میرے والد نے متعلقہ لوگوں میں سے ایک کو کہا کہ مجھے کاندھے پر اٹھا کر ان کے حضور پرنور میں رکھے۔ انہوں نے مہربانی فرمائی اور ایک سیر کرمانی مصری عنایت

فرمائی اور آج ان کو بیتے ساٹھ سال ہو گئے ہیں کہ ان کا نورانی چہرہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور ان کے دیدار مبارک کا ذائقہ آج بھی میرا دل محسوس کرتا ہے اور بعد وہ پُرخلوص رابطہ اور وہ اتفاق، وہ واردات اور وہ محبت جو کہ اس ناچیز کو خاندان خواجگان (خدا تعالیٰ ان کی روحوں کو سرفراز کرے) کے ساتھ ہے، وہ انہی کی نظر کرم کی برکت کے طفیل ہے۔

اور دن کے وقت نماز عصر کے بعد تکلیف سے مہلت پا کر اپنے حال کی طرف متوجہ ہوا اور وہی اسرار اور پوشیدہ باتیں قوت اور غلبے کے ساتھ ظاہر ہونے لگیں اور معاملہ کرشموں نے اسی دوران میں وارد ہو کر الہام کیا کہ خداوند تعالیٰ تیرے سامنے ہے احساس ہوا کہ اسی بالاخانہ میں خیر و برکت کا نزول بغیر کسی کیفیت و عظمت و کبر کے واقع ہوا ہے اور وہ خصوصیات جو اس بندہ ناچیز کے اندر رونما ہوئیں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ "نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا" "میرا سینہ اسکے لیے تنگ ہے اور میری زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی"۔ اس حضوری کو اس سے زیادہ بیان کرنے کی جرأت نہیں کی جا سکتی کہ تحریر کا میدان تنگ ہے اور اس قول سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ زمانے سے پاک ہے، جگہ سے پاک ہے اور ہر قسم کے نقائص سے مبرا ہے۔ وہ عزت والا رب ہے جو تم اس کی تعریف کرتے ہو اس سے ورا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصوم نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

سب تعریفیں اللہ کے لیے اور اس کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔

ترجمہ:

جو کچھ بذریعہ ذوق سینوں میں وجد طاری کرتا ہے اور اس میں جو عنایات خداوندی اور وہی باتیں محسوس ہوتی ہیں وہ اپنی ذات میں نزول کا ایک احساس لیے ہوتی

ہیں۔ اسرار سے سر فراز ہونا اور بڑے القاب و خلعت سے بہرور ہونا اور محبوبانہ کرشموں کا مشاہدہ کرنا، بے کیف نزول کا الہام پانا اور اس کے بعد ان امور کے درمیان آجانا (کہ کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور کسی کان نے نہ سنا) کہ جو مرقومہ ہیں اور وضاحتیں کی گئی ہیں اور جو باطنی لذت کا سبب ہوئے۔ اس اسرار کے رتبے کی کیا عظمت بیان کی جائے کہ جو عقل کے اندازے اور خیال کی تصویر کشی کے دائرے سے باہر ہے۔ (جو چکھتا نہیں وہ اسے جان بھی نہیں سکتا) یہ ناچیز اس جیسی کوئی چیز آپ کے وجود کے اندر محسوس کرتا ہے، غیب دان تو صرف ذات خداوندی ہے۔ جو لکھا ہے جمال کے نقطہء نظر سے لکھا ہے، جمال کی نظر سے لکھا ہو فضیلت کا درجہ رکھتا ہے۔ ہاں یہ امور لکھنے میں درست آہی نہیں سکتے بلکہ بیان میں بھی نہیں آسکتے۔ یہی حقیقت ہے کہ جو لکھا گیا ہے (عربی عبارت) کہ سینہ گھٹتا ہے اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ انتہا۔

ایک فرشتہ انسانی شکل میں کوٹھڑی کے اندر آیا اور کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ میں نے سن کر تواضع سے سر جھکا لیا جب سر اٹھا کر دیکھا تو وہ فرشتہ واپس جا رہا تھا۔

وفات

شب جمعہ 9 محرم الحرام 1115 ہجری کو اکیاسی سال کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی اور سرہند شریف میں اپنے والد کے مقبرہ کے شمالی جانب مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ و فرزند ثالث تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت 1007 ہجری میں بمقام بسی متصل سرہند شریف (بھارت) میں ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت میرے لئے نہایت مبارک ثابت ہوئی ہے کیونکہ ان کی پیدائش کے تھوڑے عرصے بعد مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مدرسے میں داخل کرایا گیا۔ وہاں آپ نے انتہائی قلیل عرصے میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور پھر دیگر علوم کی طرف توجہ فرمائی۔

بچپن ہی سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر کرم ان پر تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم جلد سے جلد تحصیل علم سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ ابھی تم سے اور بھی بڑے بڑے کام لینے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے اکثر علوم اپنے والد بزرگوار سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوریؒ سے پڑھے۔ اپنی عمر کے چودھویں سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمتہ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ ایک نور سا میرے بدن سے نکلتا ہے۔ تمام عالم اس سے روشن و منور ہے۔ مثل آفتاب ہے کہ غروب ہو جائے تو تمام جہاں میں اندھیرے ہو جائیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ تو قطب وقت ہو گا۔ سولہ سال آپؒ نے جمیع علوم حاصل کرنے میں گزارے اور اس کے بعد ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرار اور خصوصیات سے بہرہ ور ہوئے اور منصب قیومیت بھی عطا ہوا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے آخری عمر میں تو کاروبار ارشاد بیعت طالبان و امامت مسجد انہیں کے سپرد کر دی تھی۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کو مرض وجع مفاصل اکثر رہا کرتا تھا۔ ایک

مرتبہ اس کی اس قدر شدت ہوئی کہ کوئی دوائی کارگر نہ ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اب کوئی دوا فائدہ نہ دے گی کیونکہ حکیم مطلق نے اس سے اثر زائل کر دیا ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ معاملہ ارشاد اب انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ حضرت نے اپنا تمام کتب خانہ صاحبزادوں پر تقسیم کر دیا اور 1079 ہجری میں جمیع اصحاب و مریدوں کو جمع کر کے وصیت کی کہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت و اقوال مجتہدین پر عمل کرنا۔ آخر ماہ صفر میں جب حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوا پھر حضرت نے عین مجمع میں فرمایا کہ بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد پھر حضرت پر مرض کا بدرجہ غایت غلبہ ہوا۔ انتقال سے پیشتر حضرت نے قرب و جوار کے بزرگوں کو ایک رقعہ جس میں استدعا سلامت خاتمہ بایں عبارت لکھا۔

"فقیر محمد معصوم (رحمتہ اللہ علیہ) از دنیا میرود کہ بدعائے خیریت خاتمہ ممدومعاون باشد۔" سبحان اللہ۔

وفات سے ایک روز قبل جمعہ کا دن تھا۔ حضرت نماز جمعہ کو مسجد میں تشریف لائے۔ بعد نماز فرمایا کہ امید نہیں کہ کل اس وقت تک میں دنیا میں رہوں اور آپ سب کو پندونصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت نے بکمال تعدیل ارکان نماز ادا کی۔ جب آپ پر سکرات موت شروع ہوئے۔ اس وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت سورہ یٰسین شریف پڑھتے ہیں۔ دوپہر کے وقت ہفتہ کے دن 9 ربیع الاول 1079 ہجری کو وفات پا گئے۔

آپ کی عظیم دینی خدمات

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ محمد معصوم کی انوارو برکات سے سارا جہان معمور ہوا۔ قریباً" نو لاکھ آدمیوں نے حضرت خواجہ محمد

معصوم کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ کے سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ ایک ہفتہ میں آپ کی صحبت میں طالب کو فنا و بقا حاصل ہو جاتی تھی۔ اور ایک ماہ میں کمالات ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ آپ اپنے مریدوں کو دور سے ہی فرما دیا کرتے تھے کہ تیری ولایت محمدیؐ ہے یا موسویؑ یا عیسویؑ ہے۔

شہزادہ اورنگزیب بھی ان کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا اور بلالحاظ جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ اورنگزیب پر حضرت کا جلال اور رعب اس قدر غالب تھا کہ بادشاہ کو اتنی ہمت نہ ہوتی کہ زبان سے گفتگو کرے جو عرض کرنی ہوتی وہ تحریری پیش کرتا تھا۔ حضرت جب حج کے لئے چلے تو راستے میں شہزادہ اورنگزیب ملا اور حضرت کی خدمت میں نہایت ہی ادب و احترام سے بارہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور بہت ہی اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اس سے خوش ہو کر اسے بشارت سلطنت دی اور بعد میں واقعی شہزادہ اورنگزیب بادشاہ بنا۔

حج کے سفر کے دوران حضرت نے عجیب عجیب واقعات دیکھے اور کمالات عظیم کو پہنچے۔ کشف و کرامات آپ کے بہت مشہور ہیں۔ الغرض حضرت محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے ہمیشہ انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کیا۔ آپ انتہائی نرم اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ آپ تمام لوگوں سے نہایت پر اخلاق اور شائستہ طریقے سے بات کرتے تھے۔ آپ کے بولنے کا انداز اور آپ کی باتوں کا اتنا اثر ہوتا تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ ہمیشہ لوگوں کو نیکی کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

کلمات قدسیہ

مکتوبات احمدیہ کی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات کی بھی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول کو آپ کے فرزند سوم خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ نے جمع کیا۔ اور جلد دوم کو شرف الدین حسین حسینی ہروی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ

سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ اور جلد سوم کو حاجی محمد عاشور بخاری حسینی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قیوم ثالث جمع کیا۔ بطور تبرک چند مقالات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے۔ کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے درمیان ہوتا ہے۔ اٹھ جاتا ہے اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ اور مانع نہیں رہتا۔ گویا زمین قبر کو جنت کے ساتھ فنا اور بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ ظاہری اور حقیقی معنی ہیں۔

(2) ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے۔ مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف ہے۔ طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے۔ اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ اور بغیر فنا فی الشیخ کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے لیکن اکثر رابطہ محبت و فنا فی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ہاں اکیلا رابطہ آداب صحبت کی رعایات اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر التزام طریق ذکر کے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے۔ اور سلوک و تسلیک اختیار میں جو دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے۔ کام کا مدار وظائف اورادو اذکار پر ہے۔ اور معاملہ کی بنیاد اربعینوں کی ریاضتوں پر ہے۔ اور ہر طریقت کی طرف اس قدر رجوع نہیں ہے۔ اور طریق نقشبندیہ میں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریق ہے۔ افادہ و استفادہ انعکاسی ہے۔ شیخ مقتدا کی صحبت رعایت آداب کے ساتھ کافی ہے۔ اور وظائف اذکار و طاعات بھی اشیائے ممدومعاون میں سے ہیں۔ حضرت خیرالبشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات الزاکیات و التسلیمات والتحیات النامیات کی صحبت کمالات کے حصول میں بشرط ایمان و تسلیم و فرمانبرداری کافی تھی۔ اس واسطے اس طریق میں وصول کی راہ اور طریقوں سے زیادہ قریب تر ہے۔ اور شیخ کامل

تکمل سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں جوان اور لڑکے اور بوڑھے اور زندہ اور مردے برابر ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں جو اندراج نہایت در بدایت پر متضمن ہے۔ ریاضت سنت سنیہ کا اتباع اور بدعت ناپسندیدہ سے اجتناب ہے۔ اس طریقہ کے بزرگوں کا قول ہے۔ مصرعہ۔ سایہ رہبر بہ از ذکر حق۔ سایہ رہبر سے اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے۔ جس سے مراد شیخ کی صورت کا نگاہ رکھنا۔ جیسا کہ اس طریق میں مقرر ہے۔ یعنی مبتدی طالب کے لئے طریقہ رابطہ ذکر سے زیادہ مفید ہے۔ اگرچہ ذکر بذات خود شرافت و فضیلت رکھتا ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بیچارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گرفتار ہے۔ اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا تاکہ حضرت باری تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے فیوض و برکات اخذ کرے۔ ایک واسطہ دوجہت والا درکار ہے۔ جو عالم علوی سے بہرہ ور ہو کر مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو۔ اور بوجہ مناسبت اولیٰ کے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے بوجہ مناسبت ثانیہ کے جو عالم سفلی سے رکھتا ہے۔ ان فیوض کو لائق مریدوں تک پہنچائے۔ اس لئے طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کا وجود جس قدر زیادہ رکھتا ہو اس کے باطن سے اسی قدر اخذ فیوض زیادہ کرے گا۔

زاں روے کہ چشم تست احول — معبود تو پیر تست اول

اور جو چیزیں کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ظاہر و باطن میں شیخ کی محبت اور اس کی خدمت اور آداب کی رعایت۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ اور عبادات و عادات میں اس کی پیروی۔ اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور تمام امور میں اپنے تئیں اس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ طریقہ رابطہ ان امور میں سب سے بڑا ہے اور شیخ کے ساتھ اشد مناسبت پیدا کرتا ہے اور امور مذکورہ کو آسان کرنے والا ہے جو مناسبت کے بہت پیدا کرنے والے ہیں۔ جب نسبت رابطہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو طالب اپنے تئیں شیخ کا عین دیکھتا ہے اور اپنے تئیں اس کے لباس وصفت سے متصف پاتا

ہے۔

ازیں بتاں ہمہ در چشم من توے آئی
بہر کہ مے نگرم صورت توے بینم

(جلد اول۔ مکتوب 78)

(3) آپ نے لکھا تھا کہ پیر کا مریدوں کے حالات کو نہ جاننا باعث نقص ہے یا نہیں۔ آپ کو معلوم رہے کہ سلوک و تسلیک اختیاری میں پیر کو مرید کے احوال کا علم اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ضروری ہے۔ اور ہمارے طریقہ میں جو اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ ایسا علم نہ پیر کے لئے درکار ہے۔ اور نہ مرید کے لئے۔ کیونکہ اس طریق میں افادہ استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید اپنے شیخ کامل کی صحبت میں محبت و فنا فی الشیخ کے مطابق ہر ساعت اس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس صورت میں افادہ میں اور استفادہ میں اسے علم کی کیا حاجت ہے۔ خربوزہ جو آفتاب کی حرارت سے پکتا ہے کیا ضرورت ہے کہ سورج کو یا خربوزہ کو پکانے یا پکنے کا علم ہو۔ اس طریق میں مرید اپنے شیخ کے ساتھ وجوہ مناسبت جس قدر زیادہ پیدا کرتا ہے۔ اسی قدر اس کے حق میں انصباغ زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ (جلد اول مکتوب 142)

(4) قیوم اس عالم میں خدا جل و علا کا خلیفہ اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اقطاب اور ابدال اس کے ظلال کے دائرہ میں مندرج ہیں۔ اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں داخل ہیں۔ عالم کے سب افراد اس طرف متوجہ ہیں۔ وہ جہان والوں کی توجہ کا قبلہ ہے جانیں نہ جانیں۔ بلکہ جہاں والوں کا قیام اس کی ذات سے ہے۔ اس لئے کہ عالم کے افراد چونکہ اسماء صفات کے مظاہر ہیں۔ کوئی ذات ان کے درمیان نہیں پائی جاتی۔ وہ سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں۔ اعراض و اوصاف کے لئے ذات اور جوہر کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ از منہ دراز کے بعد ایک عارف کو ذات سے ایک نصیب عطا کیا جاتا ہے۔ اور اس کو ایک ذات دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیا کا قیوم ہو

جائے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوں۔ (جلد اول مکتب 86)

(5) اس دار فانی میں بڑا مطلب حق جل و علا کی معرفت کا حاصل کرنا ہے۔ اور معرفت دو قسم کی ہے۔ قسم اول' معرفت ہے جسے بڑے بڑے عالموں نے بیان کیا ہے۔ قسم دوم وہ معرفت ہے کہ جس کے ساتھ صوفیہ کرام ہیں۔ قسم اول منظر و استدلال سے وابستہ ہے۔ اور قسم دوئم کشف و شہود سے قسم اول و اخر ہے جو تصور و تعمق کی جنس ہے۔ اور قسم دوم راز و حال میں داخل ہے۔ اور جنس تحقیق سے ہے۔ اور قسم دوم سالک کے وجود کو کے فانی کرنے والی ہے۔ کیونکہ اس طریق میں معرفت سے مراد معروف میں فنا ہے۔

قرب حق ازقید ہستی وار ستن است قرب نے بالا و پستی رفتن است

قسم اول علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے۔ اور قسم دوم علم حضوری کی جنس سے ہے۔ اور ادراک بسیط ہے۔ کیونکہ اس محل میں بجائے نفس سالک کے جو فانی ہو گیا ہے۔ حق سبحانہ ہے۔ قسم اول معرفت کا حاصل ہونا ہے۔ باوجود نفس کی منازعت و انکار کے۔ کیونکہ نفس اس جگہ میں صفات رذیلہ پر ہے۔ اور امارگی اور سرکشی سے جو اس کی طبیعت میں ہے نہیں نکلا ہے۔ اور نافرمانی اور سرکشی سے جو طبعی و پیدائشی ہے باز نہیں آیا ہے۔ اس محل میں اگر ایمان ہے تو صورت ایمان ہے اور اگر اعمال صالح میں صورت اعمال ہیں۔ کیونکہ نفس اب تک اپنے کفر پر ہے۔ اور اپنے مولا سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ تو اپنے نفس سے عداوت کر کیونکہ وہ مجھ سے عداوت کرنے پر قائم ہے۔ اس واسطے اس ایمان کو ایمان مجازی کہتے ہیں۔ یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے۔ المجاز -تنفی مشہور ہے۔ اور معرفت کی قسم دوم چونکہ سالک کے وجود کو فانی کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہونے کا نتیجہ دینے والی ہے۔ اس لئے اس محل کا ایمان زوال و خلل سے محفوظ ہے۔ اس جگہ میں حقیقت ایمان ہے۔ اور اعمال صالح کی حقیقت اس محل میں ثابت ہے۔ حقیقت نیست نہیں ہوا کرتی۔ بقا اس کو لازم ہے۔ گویا اس حدیث نفیس اللھم انی اسئلک ایماناً" لیس بعدہ کفر۔ اور آیۃ کریمہ یاایھا الذین امنو امنو باللہ ورسلہ میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد بن

حنبل اسی معرفت کے طالب تھے کہ باوجود علم و اجتہاد کے بشر حافیؒ کی رکاب میں چلتے تھے۔ لوگوں نے ان سے سبب پوچھا فرمایا کہ اس کو خدا کی پہچان مجھ سے بہتر ہے۔ امام اعظم کوفی قدس سرہ اپنی عمر کے اخیر دو سال میں کہ اجتہاد و استنباط کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ چنانچہ جواب میں فرمایا۔ "اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا" اسی معرفت کی تتمیم و تتمہ میں تھے۔ اور اسی ایمان کی تکمیل میں تھے جو اس معرفت کا ثمرہ ہے۔ ورنہ وہ اعمال میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے رتبہ کو پہنچتا ہے اور کونسی طاعت ہے جو درس و تدریس کی ہم پایہ ہے

جاننا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قبولیت کمال ایمان کے اندازہ کے موافق ہے۔ اور اعمال کی نورانیت کمال اخلاص سے ہے۔ ایمان و اخلاص جس قدر زیادہ ہوں گے۔ اعمال کے نورانیت و قبولیت اور کمال اسی قدر زیادہ ہو گا۔ اور ایمان و اخلاص کا کمال معرفت پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ معرفت و ایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ ہے۔ اس لئے جس کا قدم فنا میں زیادہ محکم ہو گا۔ وہ ایمان میں زیادہ کامل ہو گا۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان امت کے ایمان پر راجح نکلا۔ حدیث میں ہے۔ اگر ابوبکر کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے۔ تو ابوبکر کے ایمان کا پلڑا بھاری ہو گا۔ کیونکہ حضرت صدیق فنا میں فرد کامل تھے۔ یہ حدیث جو شخص مردہ کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہئے وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔" اسی مطلب کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ فنا اگرچہ تمام صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ مگر باوجود اس کے حصول فنا کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی تخصیص اس امر کی دلیل ہے کہ یہ خوبی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بدرجہ کمال تھی۔

اس طوالت کلام سے مقصود یہ ہے کہ ہوشمندوں اور داناؤں پر لازم و ضروری ہے کہ اپنی حالت پر بخوبی غور کریں۔ جس شخص کو معرفت مذکورہ بالا حاصل ہے۔ اس کے لئے خوشی و بشارت ہے۔ کیونکہ اس کی پیدائش سے جو مقصود تھا وہ بجا لایا۔ اور اس نے مقتضا اس آیت کے زندگانی کی۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ لیعبدون سے مراد لیعرفون ہے۔ کیونکہ کمال عبادت معرفت سے وابستہ ہے۔ اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں اسے چاہئے کہ اس کی طلب میں جان

کوشش کرے اور جہاں مطلوب کی کچھ بو پائے اس کے پیچھے ہولے۔ افسوس ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ انسان سے مطلوب ہے وہ بجا نہ لائے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو جائے۔ اور جس چیز کی تخریب کے لئے مامور ہے۔ اسے تعمیر کرے کل کو کس منہ سے اور کونسے عذر کے ساتھ لب کشائی کرے گا۔

(جلد ثانی۔ مکتوب 61)

حضرت امام ربانی حبیب یزدانی مجدد الف ثانیؒ

آپ کے فضائل و کمالات و خوارق و کرامات کتب سیر میں بہت ہی شرح و بسط سے مرقوم ہیں۔ آپ امام طریقت و مقتدائے شریعت ہیں۔ آپ رافع بدعت و محی سنت تھے۔ اسم شریف آپ کا شیخ احمد۔ نسبت فاروقی اور لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات ہے۔ آپ کی نسبت واروات طریقہ نقشبندیہ میں شیخ عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور نسبت قادریہ شاہ اسکندر کیتھلی کے ساتھ اور نسبت صابریہ چشتیہ اپنے والد ماجد شیخ خواجہ عبدالاحدؒ کے ساتھ ہے اور فیض سہروردیہ بھی خواجہ عبدالاحد صاحب سے ہی پایا۔ علاوہ ازیں سلسلہ شطاریہ و مداریہ و کبرویہ وغیرہ کا فیض بھی آپ نے اپنے مقامات و مراتب میں اس قدر ترقی پائی کہ خود حضرت باقی باللہ صاحب حلقہ

میں تشریف لا کر فرمایا کرتے کہ شیخ احمدؒ ایسا آفتاب ہے کہ دونوں عالم اس سے منور ہیں اور شیخ احمدؒ صاحب اکثر فرمایا کرتے کہ "طریقہ ما طریقہ صحابہ کرام است و نزد فقیر یک گام دریں طریق زدن برابر ہزار گام است در طریق دیگر۔" پہلے تمام علمائے عصر و فضلائے دہر میں سے حضرت شیخ احمدؒ صاحب کو لقب مجدد مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔ اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی بھی قائل بہ مجددیت و افضلیت ہو گئے تھے اور مولانا جلال الدین سیوطی اور خواجہ شیخ بدرالدین نقشبندی وغیرہ علمائے کرام نے یہ حدیث دربارہ تعریف و بشارت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرمائی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ یکون فی امتی رجل یقال لہ صلتہ یدخل الجنتہ بشفاعتہ کذا و کذا من الناس یعنی میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کو بوجہ اصلاح و اتحاد کرانے کے صلہ کہیں گے اسکی شفاعت سے اسقدر لوگ بہشت میں جاوینگے اور خود شیخ احمدؒ صاحب نے ایک جگہ اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے۔ الحمد للہ الذی جعلنی صلتہ بین البحرین ومصلحا" بین الفئتین۔ یعنی شکر اس خدا کا جس نے مجھے بنایا

اور دریاؤں کے ملانے والا اور دو فریق کے اصلاح کرنیوالا۔ مدت مدید سے دو فرقے وجودی و شہودی باہم سخت تنازعہ رکھتے تھے۔ آخرش مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ نے اولہ قاطعہ و براہین ساطعہ سے ہر دو فریق کے مسائل و عقائد پر معقولانہ بحث کر کے مسئلہ وحدت سے وجود وحدت شہود کو صاف و سہل کر دیا اور ہر دو فریق کی صلح کرائی۔ جو مکتوبات کے ناظرین پر روشن ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ مراقبہ میں تھے یکایک خدا کی طرف سے یہ الہام ہو غفرت لک ولمن توسل بک بواسطه او بغیر واسطه الی یوم القیمته یعنی تجھ کو اور تیرے وسیلہ داروں مریدوں کو میں نے بخش دیا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت محمدؒ نعمان (یہ آپ کے خلیفہ خاص ہیں) کو زیارت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر محمدؒ نعمان سے کہدے کہ شیخ احمدؒ کا مقبول ہمارا مقبول ہے اور شیخ صاحب کا مردود ہمارا مردود ہے اور ہمارا مقبول یا مردود خدا کا مقبول یا مردود ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت رکھتا تھا۔ ایک دن مطالعہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کر رہا تھا کہ امیر معاویہؓ کی تعریف و توصیف کا مقام پڑھ کر بیزار ہوا اور مکتوبات شریف کو بہت سختی و غصہ سے زمین پر مارا۔ اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ امام ربانی علیہ الرحمتہ آئے اور کان پکڑ کر فرمایا کہ اے ناوان میرے کلام پر غصہ و معترض ہے۔ چل تجھکو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلوں۔ چنانچہ امام ربانی گھسیٹ کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں یہ شخص مجھ پر معترض ہے اور غصہ سے کتاب کو زمین پر پھینکدیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شخص خبردار کہ اصحاب نبویؐ کے حق میں کبھی کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ کہنا اور نہ عداوت کرنا۔ یہ شخص معترض چونکہ نہایت ضدی تھا اس لئے یہ کلام حضرت علیؓ کی سن کر متوہم ہوا اور اولہ سے تردید پر مستعد ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ شخص تو بد ظن سنگدل ہے۔ اس کے سینہ پر ایک دھپڑ لگاؤ تاکہ اس کا

سینہ صاف ہو اور توبہ کرے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمتہ نے زور سے اس کے سینہ پر دھپڑ لگایا فوراً" اس نے توبہ کی۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو وہ ضرب سینہ پر موجود تھی۔ فی الفور بحضور جناب شیخ احمد صاحب تائب ہو کر مرید صادق بن گیا۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک شخص کو آپ نے سفر کو روانہ کر کے فرمایا کہ اگر راستہ میں کوئی مصیبت و مشکل آن پڑے تو مجھ کو یاد کر لینا۔ جب وہ سفر میں ایک بیابان میں پہنچا تو ناگاہ ایک شیر ببر بہت غصہ سے نکلا اور حملہ کرنے پر مستعد ہوا۔ یہ شخص فوراً" آپ کا نام پاک زبان پر لایا تو آپ معاً" حاضر ہوئے اور آپ نے اس شیر کو بھگا دیا اور اس مسافر کو بمعہ قافلہ کے نجات دلا کر سیدھا راستہ پر چلایا۔

عین الیقین و حق الیقین کی نسبت کیا کہوں۔ اگر کہوں تو سمجھنے والا اور مطلب تک پہنچنے والا کون ہے۔ یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں۔ جس طرح علمائے ظاہر ان معارف کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اسی طرح صاحب ولایت اصحاب بھی ان کو نہیں سمجھ سکے۔ یہ علوم شمع انوار نبوت سے لئے گئے ہیں۔ (اس کے صاحبوں پر صلوٰۃ اور سلام ہو (جو تبعیت اور وراثت سے دوسرے ہزار برس کی تجدید کے بعد تازہ ہوئے ہیں۔ ان علوم اور معارف کا صاحب اس دوسرے ہزار سال کا مجدد ہے۔

حالات بوقت ولادت

(1) حضرت امامؒ کی والدہ صاحب فرماتی ہیں کہ میرے فرزند ارجمند احمدؒ پیدا ہوئے تو ایک دن میں مستغرق الحال ہوئی کیا دیکھتی ہوں کہ ہمارے گھر میں کل اولیائے امت مجمع ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ دوستو شیخ احمدؒ کی زیارت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اولیائے اولین و آخرین کے کمالات اس میں جمع کئے ہیں اور اپنا خزینۃ الرحمتہ بنایا ہے۔

(2) حضرت مخدوم یعنی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد کے پیروں میں سے شیخ عبدالعزیز خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ حضرت مجددؒ کی ولادت باسعادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ اس دن ہم

نے عجیب کیفیت دیکھی۔ فرشتوں کی فوجیں کعبہ مطہرہ میں اتر رہی ہیں اور وہاں سے سرہند شریف کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ہزاروں نورانی علم کعبہ پر لگا رہے ہیں۔ بام پر ایک آواز دینے والا پکار رہا ہے کہ اے لوگو! آج رات ملک ہند میں ایک اللہ کا محبوب پیدا ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کے ذریعہ سے دین اسلام کو عزت بخشے گا۔ بدعت اور گمراہی کو جڑ سے اکھیڑ دے گا اور سنت مصطفویہؐ کو تازہ کرے گا۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ
حضرت شیخ احمد سرہندی
کا تجدیدی کارنامہ

شاعر مشرق مفکر پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کا شعر ہے کہ

مسلم از سر نبی بیگانہ شد

باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد

ایمان اور اسلام نام ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے اور ماننے کا۔ اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لئے قرآن و سنت کی انتہائی جامع مانع شہادات موجود ہیں' دین اسلام کے غلبے سے لے کر آج تک ہوا و ہوس کے پجاری۔ دنیوی منفعتوں کے حصول کے رسیا افراد اور گروہ ہمیشہ اسی تگ و دو میں لگے چلے آ رہے ہیں کہ کسی طرح اہل ایمان کو اس جان ایمان اور روح اسلام سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جیسی محبت' الفت اور لگاؤ کو ختم کریں یا اس میں شکوک و شبہات کی فصیلیں قائم کریں۔ انہیں بخوبی علم ہے کہ جب تک بلال و بوذر' سلمان وثوبان' صدیق و فاروق' سعید و طلحہ رضی اللہ عنہم کی اتباع میں غلامان رسالت پناہ کا وجود باقی رہے گا۔ وہ اپنے ارادوں کی تکمیل میں روڑے محسوس کرتے رہیں گے۔ برصغیر پاک و ہند میں ایمان کے حقیقی شناوروں یعنی اولیاء اللہ رحمہم اللہ نے جو شمع فروزاں کی اس کا نور لاکھوں کروڑوں نفوس کے قلوب و اذہان کو منور کرتا چلا گیا۔ نتیجہ "کفر و شرک کے دھندلکے توحید و رسالت کی ضیاء پاشیوں کی بدولت ختم ہوتے چلے گئے۔ اور اسلامی سلطنت کی

بدولت کتنے انسانوں کے سروں پر شاہی تاج سجے۔ ملت اسلامیہ کی بد نصیبی کہ چند خوش نصیب افراد کے سوا بیشتر حکمران، حکمرانی کو سلطانی اور آقائی و مخدومی نشست سمجھ کر جاہ طلبی اور زر پرستی کے بھنور میں پھنس کر رعایا کا خادم بننے کی بجائے ان کے ان داتا بن بیٹھے۔ سید القوم خادمہم۔ قوم کا سردار ان کا خدمتگار ہوا کرتا ہے کا جو نمونہ خیر البشر افضل الانبیاء سرور کائنات اور فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق، عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے قیامت تک آنے والے مسلم حکمرانوں کو عطا فرمایا تھا وہ پس پشت ڈالتے چلے گئے اور رعایا بھیڑ بکریوں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور رہی۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ولادت ایک پر آشوب دور میں ہوئی۔ آپ اس خطے کے اہل ایمان کے لئے رب جلیل کی ایک نعمت جلیلہ کے روپ میں پیدا فرمائے گئے۔ آپ کی مجددیت محض ایک روایتی خوش اعتقادی کے طور پر نہیں۔ آپ نے ایک مرد خود آگاہ کے روپ میں جو عظیم کارنامے سرانجام دیئے اور انہیں رب العالمین کی بارگاہ میں جو شرف قبولیت نصیب ہوا۔ اس کی بدولت پورے عالم اسلام نے آپ کو الف ثانی یعنی ہزارہ دوم کا مجدد تسلیم کیا، کر رہا ہے اور قیامت تک تسلیم کرتا رہے گا۔ حضور نبی اکرم رحمت ہر ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کی صحت میں آج تک کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کہ "میری یہ امت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہو گی۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آغاز پر ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کرتے اور نکھارتے رہیں گے"۔ عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ ہم مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارناموں سے کماحقہ آگاہی حاصل کریں اور پندرھویں صدی کے آغاز میں رب ذو المنن کے حضور یہ دعا بھی کریں کہ وہ اس صدی کے مجدد کو ظاہر فرمائے جو اس خطے کے مسلمانوں کو ایسے گروہوں سے نجات عطا فرمائے جو ہر معاملے میں یہود و نصاریٰ اور ہنود سے راہنمائی کے طلبگار بنے ہوئے ہیں۔ لاکھوں روپے خرچ کر کے پارلیمنٹ میں پہنچتے ہیں اور کروڑوں، اربوں کمانے کے چکر میں اپنے آپ کو قوم کا آقا سمجھ کر قوم کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینے میں مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنے میں مشاق بن چکے

ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی 970ھ میں اس وقت پیدا ہوئے جب شہنشاہ جلال الدین اکبر کی شہنشاہیت نقطۂ عروج پر تھی۔ یہ شہنشاہ اپنی حکمرانی کے آغاز میں اسلام کا سچا شیدائی تھا۔ نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے سات امام مقرر تھے جن میں سے ایک ملا عبدالقادر بدیوانی بھی تھے۔ علماء سے علم حدیث سننے کے لئے ان کے گھر جاتا۔ شیخ عبدالنبی جو حکومت کے ابتدائی دنوں میں صدر جہاں کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کے جوتے سیدھے کرتا۔ اس نے علماء کی صحبت اور اولیاء اللہ سے کسب فیض کے لئے شیخ سلیم چشتی کے پڑوس میں فتح پور کو دارالسلطنت بنایا تھا۔ یہاں شاندار عبادت خانہ بنایا۔ نماز جمعہ کے بعد یہاں علماء کا اجتماع ہوتا۔ بعض اوقات جمعہ کی پوری رات علماء کی صحبت میں بسر کرتا۔ اور دین اسلام کے اصول و فروغ کی تحقیق میں ذاتی دلچسپی لیتا۔

واأسفا! اس دین کے شیدائی اور باعمل بادشاہ کو دین الٰہی کی تخلیق کی طرف علماء سوء اور جاہل صوفیاء نے زبردستی دھکیلا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی عظیم دینی و تجدیدی کارناموں کے مداح علماء کرام! ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے' آیئے تحقیق کیجئے کہ اسلام کا شیدائی اور اولیاء اللہ کا دیوانہ بادشاہ اسلام کا اتنا بڑا دشمن کیونکر بنا۔ صرف اور صرف ان نام نہاد علماء و صوفیاء کے دوغلے پن اور بد عملی سے۔

آغاز میں علماء میں نشست گاہوں کا اختلاف شروع ہوا۔ سو سے زائد علماء میں سے ہر ایک کو بادشاہ سے قرب کی نشست کی طلب ہوئی۔ پھر ان کی زبان کی تلواریں نیام سے باہر آئیں۔ ہر ایک دوسرے کی بات کو دلائل سے رد کر دینے میں مصروف ہوا۔ پھر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے لگے۔ ملا عبدالقادر بدایوانی لکھتے ہیں۔ کہ شاہی دربار میں ان مولویوں کی گردن کی رگیں پھول آئیں شور ہونے لگا اور سخت بلڑ بازی مچی۔ ایک مولوی ایک چیز کو حلال قرار دیتا اور دوسرا حرام کا فتویٰ جاری کرتا۔ اس کردار کو دیکھ کر اکبر بدظن ہوتا چلا گیا۔ اخلاق و کردار سے عاری لوگوں کو غزالی ورازی وقت کہا جانے لگا۔ جس سے اکبر کے ذہن میں ماضی کے علمائے ربانیین کے متعلق بھی شکوک جنم لینے لگے۔ علماء کی زر طلبی نے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔ اور دین کے معمار ہی اس کی بنیادیں ہلا دینے میں مصروف ہو گئے۔ اس کی صرف ایک مثال سے اکبری دور کے علماء سوء کی ہوس زر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ملا عبداللہ سلطان پوری کو

مخدوم الملک کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ انہوں نے حج ساقط ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ اور زکوۃ کے متعلق ششماہی تقسیم کا حیلہ روشناس کرایا۔ جب یہ دار فنا سے دار بقاء کو کوچ کر گئے تو شاہی حکم کے تحت ان کے لاہور میں واقع مکان کی تلاشی لی گئی تو اتنے خزانے اور دفینے دریافت ہوئے کہ جنہیں وہم کی چابیوں سے کھولنا بھی ممکن نہ تھا۔ ان کے قبرستان سے چند صندوق سونے سے بھرے برآمد ہوئے جنہیں قبریں تیار کر کے ان میں چھپایا گیا تھا۔ ان واقعات کے تسلسل نے اکبر کی دینی حمیت کو انتہائی زنگ آلود کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بغاوت پر آمادہ کیا۔ شہنشاہیت' جوانی اور مرضی کے مطابق فتوے کا حصول ایسے عوامل تھے جو کہ ایک نئے مذہب "دین الٰہی" کے وجود میں آنے کے سبب بنے۔ شہنشاہ نے داڑھی منڈوا دی۔ زنار پہنا' قشقہ لگانا شروع کیا۔ ہندو اور دیگر اقلیتوں نے اس کی اسلام سے نفرت کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس کے ارد گرد دنیوی عیش و عشرت یعنی شراب و کباب اور ان کے لوازمات کی بھرمار کر دی۔ اور اکبر نے دین اسلام کو دیس نکالا دے کر اس سرزمین کو مخالفین اسلام کی جنت بنا دیا۔ ملا مبارک ناگوری اور اس کے بیٹے مسلمان ہونے کے دعویدار ہو کر دین اسلام کو مسخ کر رہے تھے۔ اور اکبر کو دلائل کے زیور مہیا کر کے یقین دلا رہے تھے کہ محمد عربیؐ کا دین صرف ایک ہزار سال کے لئے تھا۔ سو وہ ختم ہوا اب آپ امام زمانہ۔ امام منتظر اور امام مہدی ہیں۔ چنانچہ اکبر نے سب سے پہلے پرانے سکے کو بدلا اور نئے سکے پر الف یعنی ہزار کے لفظ کا آغاز کر کے خود ساختہ دین الٰہی کی بنیاد رکھی۔ لوگوں سے اس دین کی بیعت لینے کا یہ طریقہ رائج کیا کہ لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ اکبر خلیفۃ اللہ کہنے کا لوگوں کو مکلف بنایا گیا' اکبر کے مرید جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو ان میں سے ایک کہتا اللہ اکبر دوسرا کہتا جل جلالہ' اور بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی باری باری بادشاہ کی مرید ہوتی۔ انہیں شجرہ کی جگہ بادشاہ کی شبیہہ دی جاتی۔ صبح کے وقت بادشاہ سورج کی پوجا کرتا۔ اور لوگ بادشاہ کی پوجا کرتے۔ شیخ ابوالفضل کی نگرانی میں حکم دیا گیا کہ شاہی محل میں رات دن آگ روشن رکھنے کا انتظام کیا جائے۔ نماز' روزہ اور اسلام کے دیگر ارکان کو تقلیدات کا نام دے کر (معاذ اللہ) بے عقلی کی باتیں قرار دیا گیا۔ تاج العارفین نے خلیفۃ الزمان کو انسان کامل قرار دے کر اکبر کی ذات کو اس کا مصداق ٹھہرایا۔ اور

اسے خدا کا عکس سمجھا جاتا۔ آگ، پانی، درخت، گائے اور گائے کے گوبر کی پوجا کی کھلی چھٹی دی گئی۔
بادشاہ سات ستاروں کے رنگ کے مطابق اپنے لباس تیار کرواتا۔ تناسخ کے عقیدہ کو خوب پختہ کیا گیا۔ سود اور جوا حلال کر دیا گیا۔ دربار میں ایک جوا گھر بنا کر جواریوں کو شاہی خزانے سے سودی قرض دیا جاتا۔ دربار کے قریب ہی ایک شراب کی دکان کھولی گئی اور شراب فروشوں کی نسل سے ایک عورت کو اس کے اہتمام کی ذمہ داری سونپی گئی اور نو روز کی مجالس میں اکثر علماء، صلحاء، قاضی اور مفتی شراب نوشی کے میدان میں مختلف لوگوں کے نام سے جام تجویز کر کے داد عیش دیتے۔ ملک الشعرا فیضی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شراب کا جام پیتے وقت کہتا کہ میں یہ جام فقہاء کے اندھاپن کے نام سے پیتا ہوں۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چند کتوں کو سفر میں اپنے ساتھ رکھتے اور انہیں کھانا ساتھ کھلاتے اور بعض شاعر کتوں کی زبان بھی اپنے منہ میں لے لیتے، یہودی، نصرانی اور ہندوؤں کو بڑی اہمیت دے کر اسلام اور علماء حقہ کا تمسخر کھلے بندوں اڑایا جاتا۔ مسجدیں گرا گرا کر مندر تعمیر کیے گئے، بادشاہ کے سامنے زمین بوس ہونے کی رسم ڈالی گئی۔ ان حالات و واقعات کی روشنی میں جنہیں انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کتنی محنت اور جانفشانی سے از سر نو یہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ
اور
احیاء دین

مسلمان برصغیر ہند میں فاتح کی حیثیت سے آئے اور تقریباً" ایک ہزار سال اس ملک میں حکومت کی۔ انگریزوں نے مسلمانوں ہی سے حکومت حاصل کی اور اس لئے فطرتاً" مسلمان ہی انگریز کے مدمقابل رہے۔ اور تقریباً" نوے سالہ مسلسل جدوجہد کے بعد بالآخر انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور ایک نئی اسلامی مملکت یعنی

پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس تمام جدوجہد کی بنیاد مسلمانوں کا یہ نظریہ تھا کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں اور ایک ایسی قوم ہیں جو کسی بھی دوسری قومیت میں ضم نہیں ہو سکتی۔

مسلمانان ہند کے دو قومی نظریہ کے برعکس ہندوؤں کا ایک قومی نظریہ تھا جس کی تائید میں کانگریسی مسلمان بالخصوص علمائے دیو بند بھی پیش پیش تھے۔ ان کا تمام تر زور ہندو مسلم اتحاد پر تھا۔ اور ان کا خیال تھا صرف اسی اتحاد کے ذریعہ ہی انگریزوں کو ہندوستان سے نکالا جا سکتا ہے۔ مگر یہ نظریہ جیسا کہ آگے چل کر واقعات سے ظاہر ہو گیا۔ دراصل انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا جس کا اصل مقصد مسلمانوں کی اقلیت کو ہندوؤں کی اکثریت میں فنا کرنا تھا۔

ہندو اور انگریز دونوں ہی اس حقیقت سے واقف تھے۔ بلکہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان متحد ہو کر ایک ناقابل تسخیر قوم بن جاتے ہیں اور ان سے ٹکرانے والی بڑی سے بڑی مادی قوت بھی خود پاش پاش ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہندو تو بہرحال مغلوب ہو کر صدیوں مسلمانوں کے زیردست رہے تھے۔ مگر انگریز بھی اس خطرہ سے کبھی غافل نہ رہے کہ اگر مسلمان پھر متحد ہو گئے تو برصغیر میں انگریز حکومت کا اقتدار خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گا۔ اور انہیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملے گی۔ چنانچہ ہندو اور انگریز دونوں کی کوشش یہی رہی ہے کہ مسلمان اپنی ملی انفرادیت قائم نہ کر پائیں اور ان کا وجود سیاسی اور معاشی دونوں اعتبار سے بے اثر رہے۔ چنانچہ کانگریس کے تحت چلنے والی تمام تحریکیں ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک انسداد گاؤ کشی اور تحریک ہندو مسلم اتحاد کے پس پشت یہی مقصد کارفرما تھا۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمارے اکابر علماء بالخصوص اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تحریکوں کی اصل حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور پوری شدت سے ان کی مخالفت کی اور پرزور دلائل سے مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم ثابت کیا اور یہی نظریہ آگے چل کر پاکستان کی تحریک اور اس کے حصول کا سبب بنا۔

حالات حاضرہ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دو قومی نظریہ برصغیر ہند میں انیسویں صدی کی پیداوار ہے مگر حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ تاریخ خود اس بات کی شاہد

مسلمانوں کی انفرادیت کو جمع کرنے کی سب سے پہلی کوشش مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں ہوئی۔ جب ہندوؤں کو خوش کرنے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے اکبر نے اسلامی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر مشرکانہ رسوم اور بدعات کو عام کیا۔ خود اکبر نے اپنے ہندو مصاحب خاص راجہ مان سنگھ کی بہن سے بغیر اس کو مسلمان کئے شادی کر لی۔ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دیا' ماتھے پر تلک لگایا' سورج کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ نہ صرف یہ بلکہ ملک میں ذبیحہ گاؤ بند کر دیا۔ ہندوؤں پر جزیہ ختم کر دیا۔ مساجد شہید کی گئیں اور مندر تعمیر کئے گئے۔ خلاف شرع احکامات جاری کئے گئے۔ بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی لازمی قرار دیا گیا اور علی الصبح بادشاہ کے درشن کی رسم شروع کی گئی۔ ان تمام مشرکانہ اور ملحدانہ اقدام پر مستزاد یہ کہ دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی گئی۔ جو دراصل ہندومت' اسلام اور عیسائیت کے اصولوں پر مشترک تھا اور جس کا مقصد وحید اسلام اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنا تھا۔ اس پس منظر میں دین الٰہی کے لئے ہندوؤں کا تعاون تو سمجھ میں آنے والی چیز ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ خود مسلمان علماء میں سے چند درباری علماء سوء اس کی تائید میں پیش پیش تھے۔ چنانچہ اس سے عام مسلمانوں میں بڑی مایوسی پھیلی۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا اجتماعی ضمیر کسی طرح اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر بادشاہ وقت سے ٹکر لینا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ ایسے نازک ترین دور میں اسلام کا جو بطل جلیل بادشاہ کے مقابل آیا۔ وہ خانوادہ نقشبند کا وہی خرقہ پوش اور بوریہ نشین فقیر تھا۔ جسے آج ساری دنیا مجدد الف ثانیؒ کے نام سے جانتی ہے۔ اسلام کے اس عظیم فرزند نے اپنی بے پناہ روحانی قوت اور بے مثال عزم سے شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کو پاش پاش کر کے رکھ دیا اور بے دینی اور گمراہیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے معمور فضا کو احیائے دین کے نور سے جگمگا دیا۔

اکبری دور کی بے راہ روی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد میں مجدد الف ثانیؒ نے اپنی علمی اور عملی دونوں قوتوں کو بروئے کار لا کر احیائے دین کا ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ آخرت میں خود ان کے لئے بے پناہ اجروثواب کا سبب بنے گا۔

جہاں تک علمی جدوجہد کا تعلق ہے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے مکتوبات گرامی جن کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے توحید و رسالت کی حقیقت اور شریعت، طریقت کی اہمیت اور افادیت پر ایک بیش بہا لٹریچر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط میں انہوں نے ایک طرف اس افسوسناک اور مایوس کن صورتحال کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ جو اکبری غلط روش سے پیدا ہوا اور دوسری طرف پرزور اور نہایت دلنشین انداز میں اسلامی اصولوں کی وضاحت کی ہے اور ان کی برتری کو ثابت کیا ہے۔ دور اکبری میں اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اکبری دور میں قوانین کفر اس حد تک غالب تھے کہ مسلمان اسلامی ضوابط کے اظہار سے عاجز تھے اور اگر ظاہر کرتے تو قتل کر دیئے جاتے۔"

ایک اور خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:

"کفر والے صرف اس پر راضی نہیں ہیں کہ اسلامی حکومت میں ان کے ضوابط کفریہ کھلم کھلا نافذ ہو جائیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی قوانین و احکام سرے سے مٹا دیئے جائیں اور انہیں اس حد تک نابود کر دیا جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔"

ان اقتباسات سے بھگتی اور دین الہی کی تحریکوں کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ یہ وہ دور تھا کہ جب وحدت المذاہب کے پردہ میں مسلمان اور غیر مسلم کو ایک ہی قوم ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا اور اس کے پس پردہ مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم کرنے کی سازش کی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ عقائد کی بھی ملحدانہ توضیح کی جانے لگی تاکہ مسلمانوں کے مسلمہ نظریات کو بھی مشکوک بنا دیا جائے۔ چنانچہ رام اور رحیم کو ایک ہی ذات کے دو نام کہنے کی جسارت کی گئی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی عقائد کے صحیح خدوخال کو اجاگر کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اپنے خطوط میں اس خدمت کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ چنانچہ ایک خط میں فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی شان میں اتحاد اور حلول کی آمیزش کا خیال

کرنے اور پوشیدہ ہونے اور ظاہر ہونے کا گمان کرے یا وہم ہے۔ وہ
زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ وہ مکانی
نہیں ہے کیونکہ مکان اس کا بنایا ہوا ہے۔ اس کے وجود کی
کوئی ابتدا نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی انتہا ہے۔ سب قسم
کا خیر و کمال اس کی ذات میں ثابت ہے اور وہ ہر قسم کے نقص و
زوال سے پاک ہے۔ عبادت کے لئے مستحق اور ہر شخص کے
لائق وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ رام اور کرشن کے پیدا ہونے سے
پہلے چودہ ہزار عالم کو کوئی رام یا کرشن نہیں کہتا تھا۔ ہمارے
پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے
قریب ہو گزرے ہیں۔ خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب
فرمائی ہے۔ اور ان سب نے غیر کی عبادت کرنے سے منع فرمایا
ہے۔"

نہ صرف عقائد بلکہ اعمال میں بھی مماثلت کے ذریعے مسلمانوں کو ہندوانہ اور
مشرکانہ رسموں میں ملوث کیا گیا اور تشدد اعتدال دونوں طریقوں سے مسلمانوں میں
ذہنی اور اخلاقی تنزل پیدا کیا گیا۔ یہاں تک کہ کمزور عقیدہ اور جاہل مسلمانوں کے
گھروں میں ہندوانہ رسوم حتیٰ کہ دیوی دیوتاؤں سے استمداد کیا جانے لگا چنانچہ ایک
اور خط میں مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مذموم صورت حال پر مسلمانوں کی اس طرح
گرفت کی:

"ایسی باتیں شرک اور کفر ہیں۔ اور ان کا دین اسلام کے
ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ شرک اصغر سے
بچو۔ شرک کی تصدیق اور اظہار کرنے والا بھی مشرک ہے۔
اسلام کی شرط کفر سے بیزار ہونا ہے اور شرک سے پاک ہونا
توحید کا نشان ہے۔ دکھ درد اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے
بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ کافروں کی دیوالی کے
دنوں میں کافروں کی رسموں کا بجا لانا، خوشی منانا، بیٹیوں اور بہنوں

کو ہدیہ بھیجنا اور اپنے برتنوں کو سرخ چاولوں سے بھرنا یہ سب
شرک ہے اور دین اسلام کے منافی ہے۔"

مجدد علیہ الرحمتہ نے نہ صرف علمی سطح پر اسلام کی حقانیت اور انفرادیت کو ثابت کیا بلکہ عملاً" بھی اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے خلفاء کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں متعین کیا اور خطوط کے ذریعے مسلسل رہنمائی فرماتے رہے۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں میں بدعت سے نفرت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ :

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سو شہیدوں کا ثواب عطا کرے گا۔"

اسی طرح ایک اور خط میں بدعت کے متعلق آپ نے لکھا کہ :

"بدعت سے بچئے۔ اگرچہ بدعت صبح کے نور کی طرح روشن ہو۔ حقیقت میں اس کی کوئی روشنی، کوئی نور نہیں ہوتا اور نہ ہی اس بیماری کی شفا ہے۔ بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو سنت کو دور کرنے والی ہو گی۔ یا اس سے سکوت کرنے والی۔ ساکت ہونے کی صورت یقیناً سنت پر زائد ہو گی اور یوں اس پر ناسخ ہے۔ کیونکہ نص پر زیادتی اس کی تنسیخ کا حکم رکھتی ہے۔ بدعت دین کو کاٹنے والی کلہاڑی ہے اور سنت چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ بدعت کا دور کرنا اسلام کی تقویت کے لئے لازمی ہے۔"

رفتہ رفتہ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا اثر مسلمانوں میں احیائے دین کی صورت میں نمودار ہوا اور اکبر کا دین الٰہی خود اپنی موت مر کر رہ گیا۔ اکبر کی وفات کے بعد بھی بے دینی کی کیفیت کچھ عرصے تک چلتی رہی۔ اس لئے کہ آغاز میں شہنشاہ جہانگیر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی مجدد علیہ الرحمتہ کی تبلیغی سرگرمیاں بھی باقاعدہ تحریک کی صورت اختیار کر گئیں۔ اور بہت سے وزراء اور امراء حکومت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس صورت حال کے پیش

نظر نور جہاں اور آصف خان کے اثر و رسوخ کے تحت آپ کو شہنشاہ جہانگیر نے دربار میں بلایا اور درباری رسوم کے مطابق بادشاہ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ لیکن حضرت نے برملا انکار کر دیا کہ سوائے خدا کے سجدہ کسی کو جائز نہیں۔ اس پر جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں ایک سال قید رکھا۔ قید کے مصائب آپ نے اولوالعزمی کے ساتھ برداشت کئے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے آپ کو نہ صرف رہا کر دیا بلکہ نہایت تکریم و تعظیم سے پیش آیا اور آپ سے لشکر شاہی میں رہنے کی درخواست پیش کی۔ جو آپ نے قبول کر لی اور بادشاہ اور عمائدین سلطنت میں تبلیغ دین کے ذریعے بے راہ روی اور بے دینی کی رسوم کو ختم کر دیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے جو بے مثال کامیابی بادشاہان وقت کے خلاف حاصل کی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ رہائی کے لئے آپ نے جو شرائط پیش کیں اور بادشاہ جن کو پورا کرنے پر مجبور ہوا۔ ان کا اثر یہ تھا۔

1- سجدہ تعظیمی موقوف کر دیا گیا۔
2- گاؤ کشی میں آزادی دی گئی۔
3- گائے کا گوشت بر سر عام فروخت ہونے لگا۔
4- بادشاہ اور ارکان سلطنت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کروا کر کھائے۔
5- ملک کے جس جس حصے میں مساجد شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔
6- دربار عام کے قریب ایک خوش نما مسجد تعمیر ہوئی اور اس میں بادشاہ نے امراء سمیت حضرت کی امامت میں نماز ادا کی۔
7- شہر بہ شہر محتسب اور شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔
8- کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔
9- تمام خلاف شرع قوانین منسوخ کر دیئے گئے۔
10- تمام بدعات اور جاہلانہ رسوم بالکل منادی گئیں۔

نہ صرف یہ بلکہ بادشاہ اپنی بد کرداری پر نہایت شرمندہ ہوا اور ہر روز آپ سے اپنی مغفرت کی دعا کے لئے التجا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس سے وعدہ کیا کہ

خاطر جمع رکھو میں اس وقت بہشت میں داخل ہوں گا جب تم کو اپنے ساتھ لے لوں گا۔

کلمات قدسیہ

حضرت شیخ کی تصانیف مکتوبات کی تین جلدیں اور چند رسائل ہیں۔ جلد اول 1045 میں اور دوسری جلد 1028ھ میں اور تیسری جلد 1031ھ میں اختتام کو پہنچی۔ ذیل میں ہم ان تصانیف میں سے چند 'منتخبات' بطور تبرک نقل کرتے ہیں۔

(1) قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابل نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں نماز۔ زکواۃ و روزہ و ذکر و فکر اور مثل ان کے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے)۔

نقل ہے کہ ایک دن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔ اس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔ فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب جاگتا رہتا ہے۔ احتمال ہے کہ وہ اس وقت سو گیا ہو۔ فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سو رہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔ پس ایک ادب کی رعایت کرنی اور ایک مکروہ سے خواہ مکروہ تنزیہی ہو یا تحریمی کا تو کیا ذکر پرہیز کرنا ذکر و فکر و مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت آداب اور مکروہات سے' اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے۔ اور بغیر اس رعایت و اجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔ مثلاً" جس طرح زکواۃ کے حساب میں ایک دانگ کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اسی طرح اس دانگ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک

ادب کی رعایت کرنا مثلاً" کسی رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس نماز عشاء کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ کیونکہ حضرات حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اس وقت نماز عشاء پڑھنا مکروہ ہے۔ (مکتوبات۔ جلد اول مکتوب 29)

(2) جاننا چاہئے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش و امتحان کا مقام ہے۔ دشمن دوست کو ملا دیا گیا ہے۔ اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ ورحمتی وسعت کل شئی (اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے) اسی بات کو ظاہر کرتی ہے۔ قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ جیسا کہ آیت کریمہ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ (جدا ہو جاؤ! آج اے گنہگارو) سے ظاہر ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام پر پھینکیں گے۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور ملعون ثابت کریں گے۔ اور آیت ۱۵۶ فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوۃ والذین ھم باٰیٰتنا یؤمنون اس بات پر شاہد ہے۔ یعنی تحقیق ہم ثابت کریں گے اس رحمت کو اس جماعت کے واسطے جو کفر و گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکواۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لئے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے۔ اگرچہ دراز زمانوں کے بعد وہ عذاب دوزخ سے نجات پائیں۔ لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور آسمان سے نازل کئے ہوئے احکام کی بے پرواہی ایسا کب ہونے دیتی ہے۔ کہ نور ایمان کو سلامت لے جائے۔ عالموں نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیر پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ۔ (جلد اول مکتوب 96)۔

(3) بعضے مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض اوروں نے اس ولایت سے مراد نبی کی ولایت لی ہے۔ تاکہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم دور ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تنگی سینہ کے سبب سے خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ اور نبوت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب سے نہ حق

سبحانہ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہے اور نہ خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع ہے۔ نبوت میں تنہا توجہ خلق کی طرف نہیں تاکہ ولایت کو جس میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے۔ اس پر ترجیح دیں۔ (العیاذ باللہ سبحانہ) تنہا خلق کی طرف توجہ چوپایوں جیسے عوام کا مرتبہ ہے۔ شان نبوت اس سے برتر ہے۔ سکر والوں کو اس بات کا سمجھنا دشوار ہے۔ صحو والے اکابر اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ (جلد اول۔ مکتوب 108)

(4) مکلفین کے لئے پہلی ضرورت بات یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدوں کو علماء اہلسنت و الجماعت (شکر اللہ تعالیٰ سعیھم) کی رایوں کے موافق درست کریں۔ کیونکہ نجات اخروی ان بزرگواروں کی صواب اور کماز والوں کی پیروی سے وابستہ ہے۔ اور فرقہ ناجیہ یہی بزرگوار اور ان کے پیرو ہیں۔ اور یہی حضور سرور کائنات اور آپ کے اصحاب و صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہ و علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ وہ علوم جو کتاب و سنت سے مستفاد ہیں۔ ان میں سے وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک بدعتی و گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کو اپنے زعم فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس کتاب و سنت کے معانی مفہومہ میں سے ہر ایک معنی معتبر نہیں ہوتا۔ (جلد اول۔ مکتوب 194)

(5) موت کے آنے سے پہلے اپنا کام کرنا چاہئے۔ اور یا شوق رکھتے ہوئے مرنا چاہئے۔ اول اعتقاد کی درستی سے چارہ نہیں۔ اور جو کچھ بطریق ضرورت و تواتر دین سے معلوم ہے۔ اس کی تصدیق ضروری ہے۔ دوم جاننا اور عمل کرنا اس پر جو علم فقہ سے متعلق ہے۔ نیز ضروری ہے۔ سوئم سلوک طریق صوفیہ بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور انوار اور رنگوں کو دیکھیں۔ یہ خود لہو لعب میں داخل ہے۔ صور و انوار حسی میں کیا نقصان ہے۔ کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضات و مجاہدات سے صور و انوار غیبی کا لالچ کرے۔ صور و انوار غیبی اور حسی دونوں حق سبحانہ کی مخلوق ہیں اور اس کے صانع میں ہونے پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ہیں۔ سورج اور چاند کا نور جو عالم شہادت سے ہے۔ کئی طرح ان انوار پر فضیلت رکھتا ہے۔ جو عالم مثال میں دیکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خواص عوام میں شریک ہیں۔ اس لئے نظر اعتبار سے ساقط کر کے انوار غیبی کا لالچ

کرتے ہیں۔ ہاں مصرعہ

"جو پانی تیرے دروازے کے آگے جا رہی ہے۔ وہ گدلا معلوم ہوتا ہے"۔

بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود اعتقادات شرعیہ میں یقین کی زیادتی حاصل کرنا ہے۔ تاکہ استدلال کی تنگ جگہ سے کشف کی فراخ زمین آ جائیں اور اجمال سے تفصیل کی طرف آ جائیں۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدت پہلے استدلال کے طریق یا تقلید سے معلوم ہوئی تھی۔ اور اس کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ استدلال و تقلید کشف و شہود سے بدل جاتا ہے۔ اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ باقی اعتقادیات کا یہی حال ہے۔ اور نیز سلوک سے مقصود احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی کا حاصل کرنا اور اس دشواری کا دور کرنا ہے جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے۔ فقیر کا یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ کہ شریعت کے خلاف کوئی امر۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں تحقیق کیا ہے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے صوفیہ کے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی پیروی کا التزام رکھا ہے اور بدعت سے پرہیز کیا ہے۔ (جلد اول۔ مکتوب 230)

(6) جاننا چاہئے کہ صوفیوں کے اعتقادات پر اپنی منازل سلوک کے پورا ہونے اور ولایت کے درجوں کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علمائے اہل حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے۔ اگرچہ صوفیہ میں سے بعض کو اثنائے راہ میں سکر و غلبہ حال کے سبب سے ان اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اس کو ان مقامات سے گزار کر نہایت کار کو پہنچا دیں۔ تو وہ امور نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ ورنہ وہ اسی مخالفت پر باقی رہتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ اس کو اس مخالفت پر گرفت نہیں کرتے۔ اس کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے۔ کہ جس نے استخراج احکام میں خطا کی اور اس صوفی نے کشف میں خطا کی (یہاں تک کہ فرمایا) پس سالک کو چاہئے۔ کہ حقیقت کار پر پہنچنے سے پہلے باوجود اپنے کشف و الہام کی مخالفت کے علماء اہل حق کی تقلید کو

لازم جانے۔ اور علماء کو حق بجانب اور اپنے تئیں خطا کرنے والا خیال کرے۔ کیونکہ علماء کی دلیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے۔ جو قطعی وحی کے ساتھ مؤید اور خطا اور غلطی سے معصوم ہیں۔ اور سالک کا کشف و الہام جو وحی کے ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو۔ خطا اور غلط ہے۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم رکھنا ہے اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے۔ اور نیز جس طرح کتاب و سنت کے بموجب اعتقاد ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے مقتضاو پر عمل کرنا اس فریق پر کہ مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط کیا ہے اور ان سے احکام نکالے ہیں یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مستحب و مکروہ و مشتبہ اور ان احکام کا جاننا بھی ضروری ہے۔ مقلد کے لئے جائز نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ اسے چاہئے کہ عمل میں اس مجتہد کے مذہب سے کہ جس کا یہ مقلد ہے قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے بچ کر عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال کے جمع کرنے میں بہت کوشش کرے۔ تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں۔ پس وہ بغیر نیت کے وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام موصوف اعضاء کے دھونے میں ترتیب کو اور ولا یعنی پے درپے دھونے کو بھی لازم جانتے ہیں۔ پس ترتیب و ولا کو ملحوظ رکھے۔ امام مالک اعضاء کے دھونے میں ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ پس اعضاء کو ضرور مل کر دھوئے۔ اسی طرح عورتوں سے مس کو اور آلہ مخصوص کے مس کو وضو کا توڑنے والا کہا گیا ہے۔ پس ایسی صورت میں وضو از سر نو کرے و علیٰ ہذا القیاس۔ ان دو اعتقادی و عملی بازوؤں کے حصول کے بعد سالک کو قرب الٰہی جل شانہ کے مدارج پر عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور منازل ظلمانی اور مسالک نورانی کے طے کرنے کا طالب ہونا چاہئے۔ لیکن اسے معلوم رہے کہ یہ قطع منازل اور عروج مدارج شیخ کامل مکمل راہداں راہ میں رہنمائی توجہ و تصرف پر موقوف ہے۔ کیونکہ اس کی نظر قلب کی بیماریوں سے شفا دینے والی اور اس کی توجہ ردی ناپسندیدہ اخلاق کے دفع کرنے والی ہے۔ پس پہلے شیخ کو تلاش کرے۔ اگر محض فضل خدا جل شانہ سے اسے شیخ معلوم کرا دیں تو شیخ کی پہچان کو بہت بڑی نعمت تصور

کر کے اپنے تئیں اس کی صحبت میں حاضر رکھے۔ اور بالکل اس کے تصرفات کا مطیع ہو جائے۔ (جلد اول مکتوبات 286)۔

(7) جب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہئے کہ شیخ پہلے اس کو استخارہ کا حکم دے۔ تین استخارہ سے سات استخارہ تک تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں شیخ کی نسبت کوئی تردد پیدا نہ ہو۔ تو شیخ اس طالب کے کام کو شروع کرے۔ پہلے اس کو طریق توبہ کی تعلیم دے۔ اور دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کا حکم دے۔ کیونکہ بغیر توبہ کے اس راہ میں قدم رکھنا مفید نہیں۔ لیکن چاہئے کہ توبہ کے حصول میں اجمال پر کفایت کرے۔ اور تفصیل کو بہت دنوں کے گزرنے پر چھوڑ دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ہمتیں بہت کوتاہ ہیں۔ اگر پہلے توبہ کی تفصیل حاصل کرنے کی تکلیف دی جائے گی تو ناچار حصول توبہ کے لئے ایک مدت درکار ہو گی۔ شاید اس مدت میں طالب کی طلب میں سستی ظاہر ہو جائے اور وہ طلب سے باز رہے۔ بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے۔ حصول توبہ کے بعد طالب کو اس طریق کی تعلیم دے۔ جو اس کی استعداد کے مناسب ہو۔ اور وہ ذکر تلقین کرے جو اس کی قابلیت کے مناسب ہو۔ اور اس کے معاملہ میں توجہ کو کام فرمائے اور اس کے حال پر التفات کو ملحوظ رکھے۔ اور راہ سلوک کے آداب و شرائط اس سے بیان کرے۔ اور اسے ترغیب دے کہ قرآن و حدیث و آثار سلف صالحین کی متابعت کرے۔ اور اسے معلوم کرا دے کہ اس متابعت کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرے۔ اور تاکید کرے کہ ضروری احکام فقہ سیکھے اور ان کے بموجب عمل کرے۔ کیونکہ اس راہ میں اعتقاد عمل کے ان دو بازوؤں کے بغیر اڑنا حاصل نہیں ہوتا۔ اور تاکید کرے کہ حرام و مشتبہ لقمہ میں احتیاط کی بہت رعایت کرے۔ اور یہ نہ کرے کہ جو کچھ مل جائے کھا جائے اور جس جگہ سے ملے تناول کرے جب تک کہ اس بارے میں شریعت عظمیٰ کا فتویٰ حاصل نہ کرے۔ حاصل کلام تمام امور میں آیہ کریمہ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (اور جو کچھ رسول تم کو دیں اسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکیں رک جاؤ) کو مدنظر رکھیں۔ طالبوں کا حال دو امر سے خالی نہیں۔ یا اہل کشف و معرفت سے ہیں یا اصحاب

جہل و حیرت سے ہیں۔ لیکن منازل کے طے کرنے اور پردوں کے دور کرنے کے بعد
دونوں گروہ واصل ہیں۔ نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں جیسا کہ
دو شخص لمبی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ میں پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو
شوق سے دیکھتا گیا اور ہر منزل کی تفصیل کو اپنی لیاقت کے موافق سمجھتا گیا۔ اور دوسرا
راستے کی منزلوں سے آنکھ بند کر کے اور تفصیل پر مطلع نہ ہو کر کعبہ میں پہنچا۔ دونوں
نفس وصول میں برابر ہیں۔ اور اس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی زیادتی نہیں۔
اگرچہ منازل کی معرفت میں دونوں میں تفاوت ہے اور مطلوب پر پہنچنے کے بعد دونوں
کو جہل لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت جہل اور عجز از معرفت ہے۔
جاننا چاہئے کہ منازل سلوک کے قطع کرنے سے مراد مقامات عشرہ کا طے کرنا
ہے۔ اور مقامات عشرہ کا طے کرنا تجلیات ثلاثہ سے وابستہ ہے۔ یعنی تجلی افعال اور تجلی
صفات اور تجلی ذات۔ اور ان مقامات میں سے سوائے مقام رضا کے سب تجلی افعال و
تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ اور مقام رضا وابستہ ہے۔ تجلی ذات تعالیٰ و تقدس سے اور
محبت ذاتیہ سے جو محب کے نزدیک محبوب کے ایلام و انعام کی مساوات کو مستلزم ہے۔
پس ناچار رضا ثابت ہو گی اور کراہت جاتی رہے گی۔ اسی طرح ان تمام مقامات پر بحد
کمال پہنچنا تجلی ذاتی کے حصول کے وقت ہے کہ جس سے فنائے اتم وابستہ ہے۔ لیکن
نفس مقامات تسعہ کا حصول تجلی افعال و تجلی صفات میں ہے۔ مثلاً" سالک جس وقت
خدائے پاک کی قدرت کو اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر مشاہدہ کرتا ہے۔ بے اختیار توبہ و
انابت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور خائف و ہراساں ہوتا ہے اور تقویٰ کو اپنی عادت
بناتا ہے۔ اور خدا کی تقدیروں میں صبر اختیار کرتا ہے اور بیتاقی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور
جب نعمتوں کا آقا اسی کو جانتا ہے اور عطا کرنا اور روکنا اسی کی طرف سے پہنچاتا ہے۔
ناچار شکر اختیار کرتا ہے اور توکل میں مضبوط قدم رکھتا ہے۔ اور جب عطوفت و مہربانی
جلوہ گر ہوتی ہے تو امید کے مقام میں آ جاتا ہے۔ اور جب اس کی عظمت و کبریائی کا
مشاہدہ کرتا ہے۔ اور دنیائے دنی اس کی نظر میں خوار و بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ ناچار دنیا
سے بے رغبتی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور فقر اختیار کرتا ہے اور زہد کو اپنا طریق بناتا
ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب مخصوص سے حصول۔ ہے

سورۃ حشر ربع جزء

مجذوب کے ساتھ مختص ہے۔ اور مجذوب سالک کے لئے ان مقامات کا طے کرنا بطریق اجمال ہے کیونکہ اس کو عنایت ازلی نے محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ جس کے سبب سے وہ ان مقامات کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات اور ان منازل کا خلاصہ بروجہ اتم اس کو حاصل ہے جو صاحب تفصیل کو حاصل نہیں ہوا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (رسالہ مبدا و معاد)

(8) جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ بلکہ پیر کے حقوق سبحانہ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وآلہ الصلوات و التسلیمات کے احسانات کے بعد دوسروں کے حقوق سے نسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اگرچہ ظاہری ولادت والدین سے ہے۔ مگر ولادت معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ظاہری ولادت کی زندگی چند روز ہے اور ولادت معنوی کی زندگی ابدی ہے۔ پیر ہے جو مرید کی نجاسات معنویہ کو اپنے قلب و روح سے صاف کرتا ہے۔ اور اس کے معدہ کو پاک کرتا ہے۔ ان توجہات میں جو بعضے طالبوں کی نسبت وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کے پاک کرنے میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی پہنچتی ہے اور کچھ دیر تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلہ سے خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ جو بذات خود خبیث ہے پاک ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچتا ہے۔ اور کفر ذاتی سے اسلام حقیقی میں آ جاتا ہے۔ مصرعہ۔ گر بگویم شرح ایں بیحد شود۔ پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول کرنے میں جاننا چاہئے اور اپنی بد بختی کو پیر کے رد کرنے میں۔ العیاذ باللہ حق سبحانہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے کے پیچھے رکھا ہے۔ جب تک مرید اپنے تئیں اپنے پیر کی پسندیدہ چیزوں میں گم نہ کرے۔ حق سبحانہ کی مرضیات میں نہیں پہنچتا۔ مرید کی آفت پیر کی ایذا میں ہے۔ اس کے سوا جو لغزش ہو اس کا علاج ممکن ہو۔ لیکن ایذائے پیر کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرید کے لئے آزاد پیر بد بختی کی جڑ ہے۔ العیاذ باللہ۔ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں سستی آزار پیر کے نتائج و ثمرات میں سے ہے۔ احوال و مواجید کو جن کا تعلق باطن سے ہے ان

میں جس قدر خلل اور سستی واقع ہوتی ہے اسے کیا ذکر کروں۔ اگر باوجود آزادِ پیر کے احوال میں کچھ اثر باقی رہے۔ اسے استدراج سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ انجام خراب ہو گا۔ اور سوائے ضرر کے اور نتیجہ نہ ہو گا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

(9) جان لے کہ اس راستے کے سالک دو حال سے خالی نہیں۔ مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو خوبی ہے ان کے لئے۔ کشش و محبت کے طریق سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے جائیں گے۔ اور اعلیٰ مطلب تک پہنچا دیں گے۔ اور جو ادب کہ درکار ہو گا۔ بوساطت یا بلاوساطت ان کو سکھا دیا جائے گا۔ اگر کوئی لغزش واقع ہو گی۔ تو ان کو آگاہ کر دیں گے اور اس پر گرفت نہ کریں گے۔ اور اگر پیر ظاہر کی حاجت ہو گی۔ تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف راہنمائی کریں گے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے حال کی کفیل ہے۔ بذریعہ سبب یا بے سبب ان کے کام کو پورا کر دیں گے۔ ''اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے۔'' اور اگر مرید ہیں۔ تو ان کا کام بغیر واسطہ پیر کامل مکمل کے دشوار ہے۔ ان کے لئے ایسا پیر چاہئے۔ جو جذبہ و سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور سیر الی اللہ۔ سیر فی اللہ۔ سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو تمام کیا ہو۔ اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت سے پرورش پائی ہو تو کبریت احمر یعنی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کی التفات لطیف سے وابستہ ہے۔ اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہوتی ہے اور اس کی وساطت سے فنا و بقا کی دولت کو پہنچ جاتے ہیں۔

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود   ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

اور اگر خدا جل شانہ کی عنایت سے کسی طالب کو اس طرح کے پیر کامل کی طرف سے راہنمائی کر دیں تو چاہئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے تئیں بالکلیہ اس کے حوالہ کر دے۔ اور اپنی سعادت کو اس کی مرضیات میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی مرضیات کے خلاف میں سمجھے۔ حاصل کلام یہ کہ اپنی نفسانی خواہش کو

اس کی رضا کے تابع کردے۔ حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات میں ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا۔ یہاں تک کہ اس کی نفسانی خواہش میرے دین و شریعت کے تابع ہو اور جان لے کہ آداب صحبت کی رعایت اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ تاکہ فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ کھل جائے اور بغیر ان کے محبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی ثمرہ ہے۔ آداب و شرائط سے بعض بیان کئے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہیئے۔

جان لے کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کی تمام توجہ تمام طرفوں سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف کرلے۔ اور باوجود پیر کے اس کی اجازت کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہووے۔ اور اس کے حضور میں سوائے نماز فرض و سنت کے نہ پڑھے۔ سلطان وقت کی نسبت نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً اس اثناء میں اس کی نظر اپنے جامہ پر پڑی اور وہ اپنے ہاتھ سے اس کا درست کرنے لگا۔ اسی حال میں سلطان کی نظر اس وزیر پر پڑی اور دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے۔ زبان عتاب سے فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے جامہ کے بند کی طرف توجہ کرے۔ سوچنا چاہیئے کہ جب ناچیز دنیا کے وسائل کے لئے آداب دقیقہ ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت بروجہ اتم و اکمل لازم ہے۔ اور جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا پیر کے سایہ پر پڑے اور پیر کے مصلا پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں وضو نہ کرے۔ اور اس کے برتنوں کو استعمال نہ کرے۔ اور اس کے سامنے پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے۔ اور کسی کے ساتھ بات نہ کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور پیر کی غیر حاضری میں جس طرف کہ ہو اس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔ اور لعاب دہن اس جگہ نہ پھینکے۔ اور جو کچھ پیر سے صادر ہوا سے درست سمجھے خواہ ظاہر میں درست معلوم نہ دے۔ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور باذن الٰہی کرتا ہے۔ اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگر بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطاء واقع ہو جائے۔ تو یہ الہامی خطا مثل خطا اجتہادی کے ہے۔ اس پر ملامت و اعتراض کرنا جائز نہیں۔ اور نیز چونکہ مرید کو پیر سے

محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ محب کی نظر میں محبوب سے جو کچھ صادر ہوتا ہے۔ محبوب معلوم ہوتا ہے۔ پس اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اور کلی و جزئی اور کھانے پینے اور سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔ پیر کی طرز پر نماز کو ادا کرنا چاہیئے۔ اور فقہ کو اس کے عمل سے سیکھنا چاہیئے۔

آنراکہ در سرائے نگاریست فارغ ہست   از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اور پیر کی حرکات و سکنات میں کسی اعتراض کو دخل نہ دے۔ خواہ وہ اعتراض رائی کے دانے کی مقدار ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے نہیں ہے۔ اور تمام مخلوقات میں سب سے بدبخت اس طائفہ عالیہ کا عیب بین ہے حق سبحانہ ہم کو اس بڑی بلا سے نجات دے۔ اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب بطریق خطرہ و وسوسہ دل میں آئے۔ کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔ کفار و منکر ہی معجزے کے طالب ہوا کرتے ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است   بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات   بوئے جنسیت کند جذب صفات

اگر دل میں شبہ پیدا ہو تو بغیر توقف کے عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنا قصور سمجھے اور کوئی نقصان پیر کی طرف عاید نہ کرے۔ اور جو واقعہ پیش آئے۔ پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات کی تعبیر اسی سے طلب کرے۔ اور جو تعبیر کہ طالب پر ظاہر ہو اسے بھی عرض کر دے۔ اور صواب و خطا کو اس سے دریافت کرے۔ اور اپنے مکاشفات پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔ کیونکہ اس دنیا میں حق و باطل اور صواب و خطا ملے جلے ہیں۔ اور بغیر ضرورت اور اذن کے پیر سے جدا نہ ہووے۔ کیونکہ غیر کو اس پر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز پر بلند نہ کرے۔ اور بلند آواز سے اس سے بات نہ کرے کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ اور جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں۔ ان کی پیر کی وساطت سے تصور کرے۔ اور اگر واقعہ میں دیکھے کہ کوئی فیض دوسرے مشائخ سے پہنچا ہے تو اس کو بھی پیر ہی سے سمجھے۔ اور جان لے کہ چونکہ پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ وہ خاص فیض پیر سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب مشائخ میں سے ایک شیخ کے کمال کے موافق کہ جسے ظاہر افاضہ ظہور میں آیا

مرید کو پہنچا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن مرید نے بسبب جہلاء کے اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے سمجھا ہے۔ یہ بڑی غلطی کھانے کی جگہ ہے۔ حق سبحانہ قدم کی لغزش سے بچائے اور پیر کے اعتقاد و محبت پر قائم رکھے۔ بحرمات سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات حاصل کلام الطریقۃ کلہ ادب مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ اور اگر مفید مرید آداب میں سے بعض کی رعایات میں اپنی تئیں کوتاہ جانے اور اسے کماحقہ ادا نہ کرے۔ اگر کوشش سے بھی اسے پورا نہ کر سکے۔ تو معاف ہے لیکن کوتاہی کا اقرار ضروری ہے۔ اگر پناہ بخدا آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنے تئیں کوتاہ بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نبود   دیدن روئے نبی سود نبود

ہاں وہ مرید جو کہ پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ پر پہنچ جائے اور الہام کا راستہ اور فراست کا طریق اس پر ظاہر ہو جائے اور پیر اس کو تسلیم کرے اور اس کے کمال کی گواہی دے۔ اس مرید کے لئے جائز ہے کہ بعضے الہامی امور میں پیر کے خلاف کرے۔ اور اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ پیر کے نزدیک اس الہام کا خلاف ثابت ہو۔ کیونکہ اس وقت وہ مرید تقلید کے حلقہ سے نکل گیا ہے۔ اور تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔

جان لے کہ مشائخ کا قول ہے کہ پیر زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ زندہ کرنے سے مراد روح کا زندہ کرنا ہے نہ کہ جسم کا اسی طرح مارنے سے مراد روح کا مارنا ہے۔ نہ کہ جسم کا۔ اور حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت و کمال پر پہنچا دیتی ہے۔ شیخ مقتدا باذن الہٰی ان دو باتوں کا کفیل ہے۔ پس شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بقا و فنا کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ جسم کے زندہ کرنے اور مارنے کو منصب شیخی سے کچھ سروکار نہیں۔ (جلد اول۔ مکتوب 292)۔

(10) مولانا حاجی محمد نے ظاہر کیا تھا کہ "قریباً" دو مہینے ہوئے کہ اشغال میں سستی

ہو گئی ہے۔ اور وہ ذوق اور حلاوت جو پہلے تھی نہیں رہی۔ یارا! غم نہیں اگر دو چیزوں میں خرابی نہ ہوئی۔ ان دو چیزوں میں سے ایک صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوات و التسلیمات و التحیات کی متابعت ہے۔ دوسرے اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص۔ ان دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں تاریکیاں اور تیرگیاں طاری ہو جائیں۔ تو کچھ خوف نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑا جائے گا۔ اگر العیاذ باللہ ان دو میں سے ایک میں نقصان آگیا تو خرابی پر خرابی ہے۔ اگرچہ حضوروجمعیت حاصل ہو۔ کیونکہ یہ استدراج ہے کہ جس کا انجام خراب ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سے تضرع و زاری کے ساتھ ان دو چیزوں کا ثبات طلب کریں اور ان دونوں پر استقامت کی دعا کریں۔ کیونکہ یہی دونوں کار دین کا مدار اور نجات اخروی کا مدار ہے۔ (مکتوبات جلد ثانی۔ مکتوب 30)۔

(11) جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے جس طرح کہ ہو سکے۔ نہ یہ کہ ذکر کلمہ نفی و اثبات کے تکرار یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے۔ جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ پس اوامر شرعیہ کی بجاآوری اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے۔ خریدوفروخت حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح و طلاق اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ کیونکہ رعایت مذکورہ کے ساتھ ان کاموں کے کرنے کے وقت امر کرنے والا اور منع کرنے والا (اللہ جل شانہ) ان کے کرنے والے کے مدنظر ہوتا ہے۔ پس غفلت کی گنجائش نہیں۔ لیکن وہ ذکر جو مذکور (یعنی حق سبحانہ) کے اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو جلدی اثر کرنے والا' اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہے۔ بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو۔ وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔ اگرچہ بعض افراد ہیں کہ جن کا ذکر اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ اوصاف کی کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا تابیادی قدس سرہ علم کی راہ سے خدا تعالیٰ تک پہنچے ہیں۔ اور نیز وہ ذکر جو اسم اور صفت کے ساتھ واقع ہو وسیلہ ہے اس ذکر کا جو حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حاصل ہو۔ کیونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی ناصب شرع کی کامل محبت کے بغیر میسر نہیں۔ اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت

کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لیکن پہلے وہ ذکر چاہئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو جائے۔ اور اللہ تعالٰی کی عنایت کا معاملہ تو اور ہی ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی وسیلہ۔ "اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے۔" (جلد ثانی۔ مکتوب 46)۔

(12) نور محمد انبالوی کو تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے جو دریافت کیا ہے۔ کہ اگر کوئی طالب اپنے پیر کی زندگی میں دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب خدا کرے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ سو معلوم رہے کہ مقصود حق سبحانہ ہے اور پیر وصول الی اللہ کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب اپنا رشد دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں خدا تعالٰی کے ساتھ جمع پائے۔ تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں بغیر اجازت کے اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے طلب رشد کرے۔ لیکن اسے چاہئے کہ پہلے پیر سے انکار نہ کرے اور اسے بجز نیکی یاد نہ کرے۔ خصوصاً آج کل کی پیری مریدی جو صرف رسم و عادت رہ گئی ہے۔ اگر اس وقت کے پیر جو اپنے آپ سے بے خبر ہیں اور ایمان و کفر میں تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ خدا جل شانہ کی کیا خبر دیں گے۔ اور مرید کو کونسا راہ دکھائیں گے۔

آنکہ از خویشتن چو نیست چنیں ۔۔۔ کے خبر دارد از چناں و چنیں

افسوس اس مرید پر ہے جو اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور خدا جل شانہ کا رستہ معلوم نہ کرے۔ یہ خطرات شیطانی ہیں جو پیر ناقص کی حیات کے سبب ہے۔ طالب کو حق سبحانہ سے روکتے ہیں۔ اسے چاہئے کہ جس جگہ رشد و جمعیت دل پائے۔ بغیر توقف کے رجوع کرے۔ اور وساوس شیطانی سے پناہ ڈھونڈے۔ (جلد ثانی۔ مکتوب 163)۔

(13) جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں۔ ولی اور غیر ولی میں امتیاز کس طرح ہو گا۔ اور حق باطل سے کس طرح جدا ہو گا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گو تمیز نہ ہو اور گو حق بجانب اور باطل ملا جلا رہے۔ حق و باطل کا ملا جلا رہنا اس دنیا میں لازم ہے۔ اور ولی کی ولایت کا علم کچھ ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان کو خود اپنی ولایت کا علم نہیں۔ پس دوسرے کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ضروری ہو سکتا ہے۔ نبی میں خوارق کا ظہور ضروری ہے تاکہ نبی اور غیر نبی میں امتیاز

ہو جائے۔ کیونکہ نبی کی نبوت کا علم واجب ہے۔ اور ولی چونکہ لوگوں کو اپنے نبی کی شریعت کی دعوت دیتا ہے۔ نبی کا معجزہ اس کے لئے کافی ہے۔ اگر ولی اپنے نبی کی شریعت کے سوا کی دعوت دیتا۔ تو اس کے لئے خوارق کا ہونا ضروری تھا۔ چونکہ اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے خوارق کی کچھ ضرورت نہیں۔ علماء ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور باطن شریعت کی بھی۔ وہ پہلے مریدوں اور طالبان خدا کو توبہ و انابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اور احکام شریعت کی بجا آوری کی ترغیب دیتے ہیں۔ پھر ذکر حق سبحانہ کی راہ دکھاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر حق سبحانہ سے ایسا معمور رکھے کہ ذکر غلبہ پائے اور مذکور کے سوا کسی چیز کو دل میں نہ رہنے دے یہاں تک کہ مذکور کے سوا تمام سے ایسی فراموشی حاصل ہو جائے۔ کہ اگر تکلف سے اشیا کو یاد کرے۔ تو یاد نہ آئیں۔ یقینی امر ہے کہ ولی کے لئے اس دعوت کے واسطے کہ جس کا تعلق ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے ہے۔ خوارق کی ضرورت نہیں۔ پیری و مریدی سے مراد یہی دعوت ہے جو خوارق سے سروکار اور کرامت سے تعلق نہیں رکھتی۔ باوجود اس کے ہم کہتے ہیں۔ کہ مرید رشید اور طالب مستعد سلوک کے طریق میں ہر گھڑی اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا اور پاتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے ظہور خوارق ضروری نہیں۔ مگر مریدوں کے لئے خوارق پر خوارق اور کرامات پر کرامات ہیں۔ مرید اپنے پیر کے خوارق کا احساس کس طرح نہ کرے کہ پیر نے مرید کے مردوں کو زندہ کیا ہے اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کا زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا بڑی قاطع دلیل ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ مردہ جسم کا زندہ کرنا اکثر لوگوں کے نزدیک بڑا اچھا کام سمجھا جاتا تھا۔ اہل اللہ ایسے زندہ کرنے سے منہ پھیر کر روح کے زندہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ حقیقت میں مردہ جسم کا زندہ کرنا قلب کے زندہ کرنے کے مقابلہ میں اس چیز کی مثل ہے جو راستے میں پھینک دی گئی ہو۔ کیونکہ جسم کا زندہ کرنا چند

روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلب کا زندہ کرنا ہمیشہ کی زندگی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود حقیقت میں کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور لوگوں کو حق سبحانہ کی طرف ان کی دعوت حق تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اہل اللہ زمین والوں کے لئے امن اور زمانہ کے لئے غنیمت ہیں۔ ان کی شان میں ہے کہ "ان کے طفیل سے لوگوں کے لئے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کے طفیل سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔" ان کا کلام دوا ہے اور ان کا دیدار شفا ہے۔" وہ اللہ کے ہمنشین ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بدبخت نہیں رہتا اور ان کا محب زیاں کار نہیں ہوتا۔ وہ علامت کہ جس سے اس گروہ کا حق باطل سے ممتاز ہو جائے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص ہو جو شریعت پر ثابت قدم ہو اور اس کی صحبت میں دل کو حق سبحانہ کی طرف غیبت و توجہ پیدا ہوتی ہو اور ماسوائے حق سے بے توجہی مفہوم ہوتی ہو۔ وہ شخص حق بجانب ہے۔ اور حسب تفاوت درجات اولیاء کے شمار میں ہے۔ یہ علامت امتیاز بھی مناسبت والوں کے لئے ہے جو شخص بے مناسبت ہو۔ وہ بالکل محروم ہے۔

ہرکہ او روئے بہبود نداشت دیدن روئے نبی سود نداشت

(14) شریعت میں جس طرح کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ثابت ہے۔ اور جس طرح شریعت میں کفر شرارت اور نقص ہے اور اسلام کمال ہے۔ طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے اور اسلام طریقت کمال ہے۔ کفر طریقت سے مراد مقام جمع ہے جو پوشیدہ رہنے کا محل ہے۔ اس مقام میں حق و باطل میں تمیز مفقود ہے۔ کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے اور برے آئینوں میں محبوب کی وحدت کا جمال ہے۔ پس وہ خیر و شر اور کمال و نقص کو اس وحدت کے مظاہر و ظلال کے سوا نہیں پاتا۔ اس لئے انکار کی نظر میں جو تمیز پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے۔ ناچار وہ سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہ راست پر پاتا ہے۔ اور اس آیہ کریمہ کو گاتا ہے۔ ما من دابتہ الا ھو اخذ بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم (سورہ ھود)۔ اور کبھی مظہر کو ظاہر کا عین سمجھ کر مخلوق کو خالق کا عین خیال کرتا ہے اور مربوب کو رب کا عین جانتا ہے۔ یہ سب پھول ہیں۔ جو مرتبہ جمع کے سبب سے

کھلتے ہیں۔ منصورؒ اسی مقام میں فرماتے ہیں۔

کفرت بدین اللہ الکفر واجب لدی وعند المسلمین قبیح

میں کافر ہوا گیا اللہ کے دین سے اور کفر واجب ہے میرے نزدیک اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے۔

یہ کفر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ اگرچہ کافر شریعت مردود اور عذاب کا مستحق ہے۔ اور کافر طریقت مقبول اور درجات کا مستحق ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور پردہ میں پوشیدہ ہونا محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور محبوب کے سواسب کو فراموش کر دیا ہے۔ اس لئے مقبول ہے۔ اور وہ کفر نادانی اور سرکشی کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ اور اسلام طریقت سے مراد مقام فرق ہے بعد جمع کے۔ جو محل تمیز ہے اور یہاں حق باطل سے اور نیکی برائی سے متمیز ہے۔ اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے۔ بلکہ جب اسلام شریعت کمال کو پہنچتا ہے تو اس اسلام کے ساتھ اتحاد پیدا کرتا ہے بلکہ دونوں اسلام اسلام شریعت ہیں۔ ان میں فرق ظاہر شریعت و باطن شریعت اور صورت شریعت و حقیقت شریعت کا ہے۔ کفر طریقت کا مرتبہ اسلام صورت شریعت سے اونچا ہے۔ اگرچہ اسلام حقیقت شریعت سے پست و کمتر ہے۔

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود ورنہ بس عالی ہست پیش خاک تود

مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم میں سے جس بزرگ نے شطحیات زبان سے نکالی ہیں اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں وہ سب کفر طریقت کے مقام میں ہوا ہے۔ جو مستی و بے تمیزی کا مقام ہے۔ جو بزرگ اسلام حقیقت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں وہ اس قسم کی باتوں سے پاک و بری ہیں۔ اور ظاہر و باطن میں پیغمبروں کا اقتدا کرتے ہیں اور ان کے تابع ہیں علیہم الصلوات و التسلیمات پس جو شخص شطحیات بولتا ہے اور سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہ راست پر سمجھتا ہے اور خالق و مخلوق میں تمیز ثابت نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں۔ اگر ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے اور کفر طریقت سے متصف ہو گیا ہے اور ماسوا کو بھول گیا ہے تو مقبول ہے اور اس کی باتیں مستی سے پیدا ہوئی ہیں اور ظاہر معنی سے مصروف ہیں۔

اور اگر اس حال کے حاصل ہونے کے بغیر اور درجہ ادنیٰ پر پہنچنے کے بغیر ایسی شطحیات زبان پر لاتا ہے اور سب کو حق پر اور راہ راست پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو وہ بے دین و ملحدوں سے ہے۔ جس کا مقصود و شریعت کا ابطال ہے اور اس کا مطلوب دعوت انبیاء کا اٹھا دینا ہے۔ جو جہانوں سے لئے رحمت ہے علیھم الصلوات والتحیات۔ پس یہ کلمات حق سے بھی صادر ہوتے ہیں اور باطل سے بھی۔ حق کے لئے آبحیات ہیں اور باطل کے لئے زہر قاتل۔ مثل آب نیل کے جو بنی اسرائیل کے لئے خوشگوار اور قبطی کے لئے خون ناگوار تھا۔ یہ قدموں کی لغزش کی جگہ ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کثیرہ اکابر ارباب سکر کی باتوں کی تقلید سے سیدھے راستے سے منحرف ہو کر گمراہی اور زیان کاری کے کوچوں کے پیچھے گھری ہوئی ہے اور اپنے دین کو برباد کرتی ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا قبول کرنا شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ جو ارباب سکر میں موجود اور ان میں مفقود ہیں۔ ان شرطوں میں سے بڑی شرط ماسوائے حق سبحانہ کی فراموشی ہے جو اس قبول کی دہلیز ہے۔ اور حق و باطل میں امتیاز کی علامت شریعت پر استقامت اور عدم استقامت ہے۔ جو حق ہے وہ باوجود مستی اور بے تمیزی کے بال برابر خلاف شریعت کا مرتکب نہ ہو گا۔ منصور باوجود انا الحق کہنے کے ہر رات قید خانہ میں بھاری زنجیر کے ساتھ پانسو رکعت نماز ادا کرتا تھا۔ اور ظالموں کے ہاتھ سے جو کھانا اسے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال سے تھا۔ مگر وہ نہ کھاتا تھا اور جو محض مبطل ہے۔ احکام شریعہ کی بجا آوری اس پر کوہ قاف کی طرح گراں ہے۔ آیہ کریمہ کبر علی المشرکین ماتدعواھم الیہ (دشوار ہے مشرکوں پر وہ کہ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) ان کے حال پر صادق آتی ہے۔ ربنا اتنا من لدنک رحمتہ وھی لنامن امرنا رشدا والسلام علی من اتبع الھدی۔ (جلد ثانی۔ مکتوب 95)

(15) بنام بدرالدین در تحقیق عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد۔ الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ آپ نے لکھا تھا کہ بدن سے تعلق سے پہلے روح عالم مثال بھی تھی۔ بدن سے جدائی کے بعد پھر عالم مثال میں چلی جائے گی۔ پس عذاب قبر عالم مثال میں ہو گا۔ مثل اس درد و الم کے جو خواب میں عالم مثال

میں محسوس کرتے ہیں اور آپ نے لکھا تھا کہ اس بات کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اگر جناب قبول کریں تو بہت سے فروع اس بات پر متفرع کروں گا۔ آپ کو معلوم رہے کہ اس قسم کے خیالات و صدق و درستی سے بعید ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو غیر معروف راستے کی طرف لے جائیں۔ اس لئے باوجود موانع کے یہ چند کلمے بضرورت اس مبحث کی تحقیق میں لکھے گئے۔ واللہ سبحانہ الھادی الی سبیل الرشاد۔ بھائی جان! صوفیہ کرام نے عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد۔ اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دو عالموں کے معنی و حقائق کے لئے مثل آئینہ کے ہے۔ اجساد و ارواح کے معانی و حقائق عالم مثال میں عجیب صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ عالم مثال میں ہر معنی و حقیقت کے مناسب اور شکل و ہیئت ہوتی ہے۔ وہ عالم بذات خود صورتوں اور شکلوں کا متضمن نہیں۔ بلکہ صورتیں اور شکلیں اس میں دوسرے عالموں سے منعکس ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ مثل آئینہ کے ہے جو بذات خود کسی صورت کا متضمن نہیں۔ اگر اس میں صورت موجود ہے۔ تو وہ خارج سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جان لیجئے کہ روح بدن کے ساتھ تعلق سے پہلے اپنے عالم میں رہتی ہے۔ جو عالم مثال سے اوپر ہے۔ اور بدن کے ساتھ تعلق کے بعد اگر عالم اجساد میں نازل ہوئی ہے تو علاقہ حب کے ساتھ اتر آئی ہے۔ تعلق سے پہلے اور پیچھے اس کو عالم مثال سے سروکار نہیں۔ ہاں اتنا ہے کہ بعض اوقات اللہ سبحانہ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو اس عالم کے آئینہ میں دیکھتی ہے اور حالات کی خوبی و برائی کو وہاں سے معلوم کرتی ہے۔ چنانچہ مکاشفات اور خوابوں میں یہ بات واضح اور ظاہر ہے۔ اور بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ سالک جگر سے غائب ہونے کے بغیر یہ بات محسوس کرتا ہے اور بدن سے جدائی کے بعد اگر روح علوی ہے تو فوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اگر سفلی ہے۔ تو سفل میں مبتلا ہے۔ مگر عالم مثال سے کچھ سروکار نہیں رکھتی۔ عالم مثال دیکھنے کے واسطے ہے۔ رہنے کے واسطے نہیں۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ اور عالم مثال ان دونوں عالموں کا صرف آئینہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور جو تکلیف کہ خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہے وہ اس تکلیف کی صورت و شکل ہے کہ دیکھنے والا اس

کا مستحق ہوا ہے اور اس کی آگاہی کے لئے یہ بات اس پر ظاہر کر دی گئی ہے۔ قبر کا عذاب اس قسم کا نہیں۔ کیونکہ یہ تو حقیقت عذاب ہے نہ کہ صورت و شکل عذاب۔ اور نیز وہ تکلیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے اگر بالفرض کچھ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیا کی تکلیفوں کی قسم سے ہو گی۔ اور عذاب قبر عذاب اخروی کی قسم سے ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ کیونکہ دنیوی عذاب آخرت کے عذاب کی نسبت (خدا پاک ہم کو پناہ دے) کچھ قدر و اعتبار نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اگر دوزخ کی آگ کی چنگاری دنیا میں گر پڑے تو سب کو بالکل جلا دے اور ناچیز کر دے۔ عذاب قبر کو مثل خواب کے جاننا صورت عذاب و حقیقت عذاب سے بے علمی کے سبب سے ہے۔ اور نیز اس شبہ کا باعث یہ وہم کرنا ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت ایک ہی جنس سے ہیں۔ اور یہ صاف باطل ہے۔ (جلد ثالث۔ مکتوب 31)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ

حالات و انتساب

حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ سمرقند و کابل کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ حضرت عمریا غستانیؒ سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ آپ علوم ظاہری میں مولانا صادق حلوائی کے شاگرد ہیں۔ طریقت میں ظاہر نسبت وارادت آپ کو مولانا امکنگیؒ سے ہے۔ لیکن باطنی اور روحانی تربیت آپ نے حضرت خواجہ احرارؒ سے حاصل کی۔ حضرت خواجہ امکنگیؒ کے فرمانے پر آپ دہلی تشریف لائے۔ ہندوستان پہنچنے پر آپ ایک سال لاہور رہے اور یہاں کے بہت سے علماء فضلاء آپکی محبت سے گرویدہ ہو گئے۔ اس کے بعد شہر دہلی میں جو دارالاولیاء اور بیت الفقرا تھا تشریف لے گئے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی جو نہایت دلکشاء اور ساحل دریا پر واقع تھا اور جس میں نہایت عظیم الشان مسجد تھی۔ اور زمانہ وفات تک آپ یہیں مقیم رہے۔ اورہندوستان میں نقشبندی سلسلہ کا آغاز آپ ہی کی ذات گرامی سے ہوا۔

تواضع

آپ میں انکساری اور عاجزی اس درجہ تھی کہ اگر کسی طالب سے کوئی خطا ہو جاتی تو فرماتے کہ یہ درویش بے چارے کیا کریں۔ یہ تو ہماری بد صفتی کا اثر ہے۔ جو ان پر منعکس ہو رہا ہے۔ آپ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی طالب حق آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا تو اس سے بہت معذرت کے ساتھ فرماتے کہ میں کس لائق ہوں تم نے گماں میرے متعلق قائم کیا ہے میں اس کے شایان شان نہیں ہوں۔ کسی اور جگہ جاؤ اگر کوئی رہبر مل جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ ہم بھی ان

کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کریں۔ مگر صادق العقیدہ طالب آپ کے آستانہ مبارک کو چھوڑ کر نہ جاتے اور گوہر مقصود سے اپنے دامن کو بھرتے۔

خوارق و کرامات

ایک عورت کا تین چار سال کا لڑکا حصار فیروز آباد کی دیوار سے نیچے گر پڑا۔ نیچے پتھر کا فرش تھا۔ پتھر سے ٹکرا کر اس کے کان سے خون بہنے لگا۔ اور سانس بند ہو گیا۔ وہ عورت روتی پیٹتی حضرت کے قدموں میں آ کر گر پڑی۔ حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنی توجہ اور تصرف کو بہت چھپایا کرتے تھے۔ آپ نے دکھانے کے لئے طب کی کتاب مانگی اور یہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ مرے گا نہیں۔ حاضرین کو تعجب ہوا کونسی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے۔ آپ ایک لحظہ خاموش رہے اور وہ قریب المرگ بچہ ٹھیک ہو گیا۔ لوگ حیران رہ گئے۔

ایک دفعہ ایک فوجی افسر نے آپ کے ہمسائے پر بہت ظلم کیا۔ آپ سے اس کا ظلم برداشت نہ ہو سکا۔ آپ نے اس کو بلا کر نصیحت فرمائی۔ مگر وہ ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آیا۔ آپ کو مظلوم کی حالت پر ترس آیا اور اس افسر کو بلا کر کہا کہ ہمارے حضرت خواجگان بڑے غیور اور خوددار ہوتے ہیں۔ اور یہ شخص مظلوم انہیں کے پڑوس میں رہتا ہے۔ چنانچہ چند روز میں وہ افسر ایک چور کے خون کے مقدمہ میں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

ارشادات و فرمودات

سورۃ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورۃ اخلاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی و خفی کے غبار سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں خلوص و اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک جلی و خفی سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح ان کا مثل نہ ہو۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام توحید ہے۔

کلمات قدسیہ

(1) سورہ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورہ اخلاص اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی و خفی کے غبار سے خالص و پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے عمل میں فی الجملہ اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک خفی سے پاک ہونا اس طرح ہے کہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح کوئی اس کا مثل نہ ہو۔ ورنہ اس کا معتقد ممکن ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ توحید قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔

(2) مراقبہ کی حقیقت انتظار کرنا ہے۔ اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے۔ ایسی حالت میں کہ طالب اپنی قوت و طاقت سے نکل جائے اور مقصود جل ذکرہ کے دیدار کا مشتاق اور اس کے عشق کے سمندر میں مستغرق ہو جائے۔ قوت و طاقت کی دید کوشش کا غبار ہے۔ اور آستانہ انتظار کشش ہے۔ اس قسم کا مراقبہ سوائے منتہی اور قریب الانتہاء کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی واسطے ابوالجناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے ان دس اصلوں کے بیان میں کہ جن پر موت بالارادہ موقوف ہے۔ اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اور اپنے تئیں قوت و طاقت کی دید سے نکال کر انتظار محض کرنا چاہیئے۔ باقی مراقبات جو مقصود کو شکل و مثال و علم و خیال سے مقید کر کے عرصہ تعقل میں لاتے ہیں۔ اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں۔

ہرچہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست
غایت فہم تست اللہ نیست

تیرے نزدیک وہ جس سے آگے راستہ نہیں ہے
وہ تیری سمجھ کی غایت ہے خدا نہیں ہے

سلوک کے دس مقاموں کی تحقیق کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص
(3) معیت میں گرفتار ہے یا دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے یا سبب پر نظر رکھتا ہے۔ یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں کرتا یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات حق سبحانہ کے ذکر سے معمور نہیں یا خدا عزوجل سے غیر خدا طلب کرتا ہے یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنی ذات اور اپنے احوال پر نظر رکھتا ہے اور اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے یا اپنے تئیں احکام ازلیہ کے حوالہ نہیں کرتا۔ وہ طریق تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے۔ مخفی نہ رہے کہ بعضے منتہی درویش جو اپنی خواہشات و ضروریات سے نکل چکے ہیں ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہے ہیں' ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔

(4) توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے۔ بلکہ سبب مشروع مثلاً" کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہئے اور نظر سبب ہی پر نہ رکھنی چاہئے۔ کیونکہ سبب مثل دروازے کے ہے جو حق سبحانہ نے مسبب پر پہنچنے کے لئے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ خدا اوپر سے پھینک دے گا۔ تو یہ اس کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ دروازہ خدا ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا چاہئے۔ بعد ازاں اسے اختیار ہے چاہے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔

(5) توحید حاصل کرنی چاہئے۔ محققین متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے "نہیں موثر وجود میں کوئی شے سوائے اللہ کے۔" یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے تئیں قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ متاخرین علماء میں سے بعضے قدرت موثرہ کو فی الجملہ بندہ میں بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کی توحید یہ ہے۔ "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔" لیکن زیادہ صحیح مذہب پہلا ہی ہے۔ اور صوفیہ کرام جس طرح فعل و قدرت کو حق سبحانہ سے منسوب کرتے ہیں۔ سات صفات میں سے باقی علم و سمع

وبصر و حیات و ارادہ کلام کو بھی حق سبحانہ سے منسوب کرتے ہیں۔

(6) مشائخ جو لوگوں کے ارشاد و تربیت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس کا باعث ان تین چیزوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے۔ حق سبحانہ کا الہام یا پیر کا حکم و امر۔ یا بندگان خدا پر شفقت۔ یعنی جب وہ لوگوں کو گمراہی میں دیکھتے ہیں اور گمراہی کو ان کے عذاب و ضرر کا سبب جانتے ہیں۔ تو نہایت ترحم سے ان کے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ پس شفقت کا مقتضا یہ ہے کہ شریعت کے رواج دینے کو اپنے اوپر لازم کر کے لوگوں کو وعظ و نصیحت سے حفظ آداب اور اقامت شرائع کا حکم دیں۔ مثلاً" فقہ و حدیث کا پڑھنا پڑھانا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ مگر ان کو واصل بحق کرنا شفقت کی شرط نہیں بلکہ وہ ایک زائد امر ہے۔ اس محل پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس طریقہ تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی ہے۔ جس کی دعوت تمام انبیاء و رسل دیتے رہے ہیں۔

(7) ذات حق سبحانہ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگہی جو فنا کی طرف کھینچتی ہے۔ اس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس نسبت کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا۔ اور وہ کمالات جو دوسرے طریقوں کے سالکوں کو حصول مقامات اور تجلیات اسماء صفات میں بتفصیل حاصل ہوتے ہیں وہ اور شے ہیں۔ ذات حق سبحانہ سے قرب و اتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایت خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس طریقہ کے طالبوں کا پہلا داخلہ سرحد فنا میں ہے۔ اور اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے سلسلہ کے اکابر نے اشارہ کیا ہے یہی ہے۔

(۸) ترقی بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص نیت صحیح اور اعتقاد درست کے ساتھ حق سبحانہ کی راہ میں آئے۔ اور شریعت غرا کے آداب کماحقہ بجا لائے اور اس کو عین حیات میں اس گروہ کے اذواق و مواجید حاصل نہ ہوں۔ تو البتہ موت کے بعد اس کو اس گروہ کے احوال و اذواق عطا کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ روح اللہ روحہ نے اس قول کو نقل کر کے تھوڑی دیر تامل کیا اور فرمایا کہ ایسے شخص کو اسی جہان میں سکرات موت کے وقت اس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ

افتقاد وحدت اور احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق و وجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں۔

ایں داشتہ باشد گو دگر ہیچ مباش

(۹) انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ اور اس کا رخ سوائے ذات حق سبحانہ کے اور کسی طرف کو نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے ایک کا رخ انوار کی طرف بھی ہے۔ ناچار بعضے ان ہی انداز میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب و محبت تمام افراد انسانی میں ہے۔ مگر پوشیدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

(۱۰) باری تعالیٰ کی رویت آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہو گی۔ کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے۔ جب تک روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے۔ انکشاف تام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہو جائے۔ کم سے کم حیات کا علاقہ باقی رہے گا۔ اگرچہ صرافت اصلی پر رہے۔ خودی کا تعلق باقی ہے۔

(۱۱) سماع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صوفیہ صافیہ میں سے جو لوگ راگ سننے کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے۔ کہ راگ سننے کے بعد طبیعت ساکن و برقرار رہتی ہے۔ ناچار روح معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔ بجز زین سماع کا مقصود معانی ہے۔ وہ نفس کو اس کے زیور کی مثل سمجھتے ہیں۔ ورنہ وہ نفس نغمہ میں مبتلا نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے شیخ سعدیؒ کی یہ بیت پڑھی کہ۔

آواز خوش بہتر ازروئے خوش   کہ آں حظ نفس است ایں قوت روح

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ یعنی اگر دیکھنے والا اور سننے والا اہل نفس سے ہیں تو وہ دیکھا ہوا اور سنا ہوا دونوں نفسانی ہیں۔ اور اگر اصحاب روح سے ہیں۔ تو دونوں روحانی ہیں۔ اور فرمایا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ راگ سننے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سننے والے پر حق سبحانہ کی محبت غالب ہو۔ آپ کے مخلصوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ حق سبحانہ کی محبت کی کیا علامت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع۔ پھر اس مخلص نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ تبع کا مقصود بہشت ہو یا عذاب دوزخ سے

نجات۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص متبع تام و کامل نہیں اور اسے اہل اللہ میں شمار نہیں کرتے۔ اتباع ظاہری تو ظاہر ہے اتباع باطنی یہ ہے کہ اس کے باطن میں سوائے حق سبحانہ کے کوئی مطلب و مقصود نہ ہو۔

(12) ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) بندہ کے قرب کو کہتے ہیں۔ جو وہ حق سبحانہ سے رکھتا ہے اور ولایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو خلق میں مقبول ہونے کا سبب ہے۔ اور اہل عالم اس کی طرف گرویدہ ہوتے ہیں۔ اور یہ کمل مخلوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ خوارق و تصرفات دوسری قسم میں داخل ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو برکتیں صاحبان استعداد کو پہنچتی ہیں۔ وہ کس قسم میں داخل ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا اثر ہیں۔ اس بیان کے اثناء میں آپ نے طالبوں کے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے تو جو کچھ مرشد کے آئینہ میں ہوتا ہے وہ طالب کے آئینہ پر بقدر مناسبت اپنا پرتو ڈالتا ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ بعض کو ولایت کی ان دونوں قسموں میں سے ایک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو دونوں قسموں سے کافی حصہ ملتا ہے یا کسی کو دونوں میں سے ایک سے زیادہ اور دوسری سے کم حصہ ملتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) ولایت (واو کی زیر کے ساتھ) پر غالب رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مقتدا اس جہان سے انتقال کر جاتا ہے تو ولایت (بکسر واؤ) اپنے کسی مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے۔ اور ولایت (بفتح واؤ) اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ کبھی کسی لغزش کے باعث ولی کی ولایت (بکسر واؤ) چھین لی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن فارض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پیر بقال کے جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا ہے جو نفحات میں مذکور ہے۔

(13) ایک روز فقراء پر بعض منکرین کے اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اگر اتفاقاً ان سے اس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو اس سبب سے ان کو ولایت سے خارج کر دینا جہالت ہے۔ بلکہ دیکھنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کونسی منزل میں رہتے ہیں۔ اس حال میں اگر کبھی بمقتضائے

بشریت ان سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہو جائے تو اس میں ان کو معذور سمجھنا چاہئے۔

(14) محبت ذات و محبت صفات کی تحقیق میں سلسلہ سخن شروع تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ محبت صفات یہ ہے کہ مثلاً" ایک شخص کسی سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے یا شجاع ہے۔ تو اس وقت اس کی محبت موقوف ہو گی۔ صفت علم و شجاعت پر۔ اگر یہ اوصاف اس سے دور ہو جائیں تو اس کی محبت بھی جاتی رہے۔ اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت کے دوست رکھے۔ یہ نہیں کہ جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو۔ تو اس وقت محبت میں زیادتی ہو۔ اور جب کسی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو تو محبت میں نقصان آ جائے۔

(15) ہمارے طریقہ کا دارومدار تین باتوں پر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا۔ دوام آگاہی اور عبادت۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے ایک میں خلل و فتور آ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

(16) پیر کے متعدد ہونے میں کلام شروع ہوا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک پیر خرقہ دوسرے پیر تعلیم۔ تیسرے پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ جس بزرگ سے خرقہ تبرک و اجازت ملے۔ اسے اہل تصوف کی اصطلاح میں پیر خرقہ کہتے ہیں۔ پیر تعلیم ذکر کے معنی ظاہر ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس سے لوگ صحبت رکھیں۔ اور اس کی صحبت سے منافع و ترقیات حاصل کریں۔ اسی موقعہ پر فرمایا کہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ و کبرویہ میں دارومدار خرقہ پر ہے۔ ان سلسلوں کے اصحاب کی اصطلاح میں پیر مطلق پیر خرقہ کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے ایک شخص کے لئے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا۔ کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح پیر تعلیم کا متعدد مکروہ ہے۔ لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے۔ لیکن پیر تعلیم مثل پیر صحبت کے کئی ہو

سکتے ہیں۔ اور یہی سالکوں کا معمول ہے۔

(17) صوفیہ کرام کے سلسلوں میں لوگوں نے خرقہ کی سند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریقہ عنعنہ بیان کی ہے۔ مگر ذکر کو بطریق عنعنہ بیان نہیں کیا۔ مگر سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں ذکر کی سند بطریق عنعنہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر آج کے دن تک درمیانی زاویوں میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑا۔ اس موقع پر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ یہ جو کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں طریق رابطہ حضرت صدیق اکبر سے اور طریقہ ذکر حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے کہاں تک درست ہے؟ آپ نے فرمایا، کہ جو ذکر ہمارے سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عددی کہتے ہیں۔ مقررہ طریقہ کے ساتھ مثلاً" حبس دم اور اس کے ساتھ محمد رسول اللہ ملانا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے۔ اور طریق صحبت بھی آپ ہی سے پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ سفرو حضر میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اور بطریق صحبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل میں اس کام میں صحبت ہے اور رابطہ اس کا ظل ہے۔ جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا ہے جو صحبت معنوی ہے۔

(18) ایک روز نقل ذیل نظر مبارک میں آئی۔ کہ حضرت مخدومی جامی قدس اللہ سرہ السامی نقد فصوص میں لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حضور کی حالت میں بغیر اس کے کہ حق سے غائب ہوں، امور غیبہ کے بعض حقائق اس گروہ پر کھل جاتے ہیں۔ اور اسی کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ مکاشفہ کبھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ کیونکہ مکاشفہ سے مراد ہے علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں روح کا مغیبات کے مطالعہ میں متفرد ہونا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حضرت مخدومی نے یہ مضمون ترجمہ عوارف سے نقل کیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بعض مکاشفات جن میں خیال کو کچھ دخل ہے ان میں خطا بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن علوم یقینی جو مدرکہ پر الہام کئے جاتے ہیں ان میں خطا کو کچھ دخل نہیں۔ اس موقع پر ایک درویش نے عرض کیا۔ کہ بعض علوم یقینی میں بھی جو

بطرق الہام معلوم ہوتے ہیں۔ خطا پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ صاحب الہام اپنے مقدمات مسلمہ میں بعض کو جو اس کے نزدیک یقینی ہیں۔ ان علوم یقینی کے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ان میں خطا آ جاتی ہے۔ ورنہ صرف علوم الہامیہ میں خطا کی گنجائش نہیں۔ علوم عقلیہ کے علماء جو قوانین منطق کی رعایت کرتے ہیں۔ کبھی ان کے فکر میں خطا داخل ہو جاتی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ اپنے مقدمات مقررہ کو یقینی خیال کر کے اس میں ملا لیتے ہیں۔ ورنہ منطق تو وہ علم ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو فکر میں خطا سے بچاتی ہے۔ اگر صرف منطق کا استعمال بغیر ملائے ایسے مقدمات کے ہو تو ذہن کبھی خطا نہ کرے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کو کشف کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک کشف دنیوی جو بالکل کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا کشف اخروی جو کتاب و سنت میں بصراحت مذکور ہے۔ اور عمل کے لئے کافی ہے۔ کوئی کشف اس کے برابر نہیں۔

(19) اہل اللہ کے بارے میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔ فرمایا کہ اہل اللہ تین فرقے ہیں۔ عباد' صوفیہ' ملامتیہ۔ عباد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے اور فرائض و سنن کے بعد نفلی عبادت اور خیرات پر قیام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی چیز کی فروگزاشت نہ ہو۔ اور صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو شخص صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرہ ور ہو گیا وہ گروہ صوفیہ میں داخل ہو گیا۔ اور اپنے مرتبہ سے نکل آیا۔ صوفیہ وہ فرقہ ہے جو مواجید و اذواق سے بہرہ ور ہیں۔ اور اپنے خوارق و کرامات کو مخلوق کی نظروں میں پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں ان کی نظر خدا پر ہے۔ اور مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک طرح کی رعونت و نخوت رہ گئی ہے۔ ملامتیہ وہ لوگ ہیں۔ جو عام لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں۔ اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے۔ اور ظاہر میں فرائض و سنن موکدہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں اپنے خوارق ظاہر کر کے مشہور و ظاہر نہیں کرتے۔ اس امر میں انہوں نے حضرت حق سبحانہ کا اتباع کیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں

کہ یہ عالم ظہور کا محل نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے تئیں مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ ان کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ یہ جماعت رعونت سے بالکل آزاد و پاک ہے۔ وہ مقام عبودیت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربیؒ نے اس جماعت کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں۔ سب سے بڑے سردار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر اور سلمان فارسی کو اور مشائخ میں سے بایزید بسطامی اور ابو سعید خراز اور ابوالسعود اور اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ ان کے سوا اوروں سے ساکت ہیں۔ مگر ان کی نفی نہیں کرتے۔ شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آ گیا۔ اسے لکھ دیتے ہیں۔ فرقہ ملامتیہ میں سے جو لوگ اپنی تئیں مخلوق پر بعنوان ملامت ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایسی چیزوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو باعتبار ظاہر ممنوع میں ہیں۔ مثلاً سفر میں ماہ رمضان میں دن کے وقت بازار میں کھاتے پھرتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظروں سے ان کا اعتبار اٹھ جائے۔ ایسے لوگ رتبہ و مرتبہ میں صوفیہ سے کم درجہ کے ہیں۔ مخلوق ان کی نظروں سے ساقط نہیں ہوا ہے۔

(20) ایام وفات سے پہلے فرماتے تھے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ طریق توحید (وحدت الوجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے۔ اور توحید کی راہ اس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کا نام ہی مختلف کتب میں مختلف طرح سے تحریر کیا گیا ہے۔ مگر زیادہ تر کتب میں آپؒ کے نام کے ساتھ اسم "محمد" تحریر نہیں کیا گیا ہے مگر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شجرہ طیبہ میں آپؒ کے نام کے ساتھ اسم "محمد" لکھا گیا ہے۔ اس طرح شجرہ طیبہ کے مطابق آپؒ کا پورا نام "حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمتہ اللہ علیہ" ہے اسی طرح آپؒ کی جائے مسکن کی نسبت سے بھی آپؒ کے نام کے ساتھ کہیں "امکنگی" کہیں "ایکنگی" اور کہیں "امنگی" لکھا گیا ہے۔ مختلف کتب میں آپؒ کے نام اسی طرح درج کئے گئے ہیں۔

پیدائش مبارک

حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش 918ھ میں ہوئی۔

حالات وانتساب

حضرت مولانا امکنگی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ اعظم تھے۔ طریقت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے قدم بہ قدم تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے والد قبلہ خواجہ درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ سے ہی علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔

مولانا مولوی خواجہ احمد حسین خان صاحب قادری نقشبندی امروہوی کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ کا طریقت میں انتساب اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہ سے ہے۔ انہیں سے اس راستہ کے کمالات آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاصل فرمائے اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کو پہنچے اور تیس برس تک اپنے والد کی مسند خلافت پر

جلوہ افروز رہے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے آنے جانے والے مہمانوں کی مہمان نوازی آپ خود بنفس نفیس کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بڑھاپے میں بھی اس سنت نبویؐ کو قائم رکھا اور اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک کانپتے تھے۔ پھر بھی خود مہمانوں کے پاس دستر خوان لے جاتے تھے اور خود ہی مہمانوں کے آگے دستر خوان بچھاتے تھے۔ خود ہی مہمانوں کا کھانا لاتے تھے۔ جس طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں کی سواریوں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ رحمتہ اللہ علیہ بھی مہمانوں کی سواریوں' گھوڑوں وغیرہ کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ مہمانوں کے سامان وغیرہ کا خود ہی خیال رکھتے تھے اور نوکروں کی بھی خود ہی خبرگیری فرماتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا ہر کام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔

طریقہ نقشبندیہ کی حفاظت

طریقہ نقشبندیہ عبادت و ریاضت کا وہ طریقہ ہے جو کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ اس میں تمام عبادات اس طرح کی جاتی ہیں کہ کسی دوسرے کو اس کا پتہ نہ چلے۔ اس میں خاموشی ہی خاموشی ہے۔ اس طریقہ میں تنہائی اور خفیہ عبادت کو پسند فرمایا گیا ہے تاکہ اس میں ریاکاری داخل نہ ہو سکے۔

مولانا مولوی خواجہ احمد حسین خان صاحب قادری نقشبندی امروہوی حضرات القدس میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ محمد اکمکیؒ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقہ کی پابندی کرتے تھے اور اس طریقہ میں نئی پیدا شدہ باتوں سے مثلاً" سحری کے وقت بلند آواز سے استغفار کرنا اور تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا جیسے بیدیان (سکھوں کا ایک فرقہ جو گرونانک کی نسل ہے) کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس سے پرہیز کرتے تھے۔

طالبان کا رجوع

طالبان کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اولیاء اللہ کے آستانوں پر آتے رہے۔ اور جس آستانہ سے جتنی زیادہ طریقت کی تربیت ملتی

ہے۔ اتنے ہی زیادہ طالبان طریقت کھنچے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح طالبان طریقت کا
زیادہ رجوع حضرت مولانا خواجہ امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف تھا۔
آپ رحمتہ اللہ علیہ کے وقت میں طالبان کا طریقت کا زیادہ تر رجوع آپ رحمتہ
اللہ علیہ ہی کی طرف تھا۔ علماء فضلاء اور فقراء فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے
آپ کی خدمت میں جوق در جوق دوڑے چلے آتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی
کرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ طالبوں کی جماعتیں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی
خدمت میں حاضر ہوتیں۔ دلوں کے خطرات پر آگاہی اور طالبوں کے باطنوں میں تصرف
کرنے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ بڑا کمال رکھتے تھے۔

شان و شوکت

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی ظاہری شان و شوکت بھی بہت تھی۔ اور آپ رحمت اللہ
علیہ کو دولت بھی حاصل تھی۔ بڑے بڑے امراء اور سلاطین بھی آپ کے مطیع اور
فرمانبردار تھے۔

حضرات القدس کے مطابق آپ رحمتہ اللہ علیہ ظاہر میں بھی شان عظیم اور دولت
رکھتے تھے۔ ملوک اور سلاطین آپ رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ کی خاک کو سرمہ چشم
بناتے تھے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے۔

کرامات

فقراء کے نزدیک کرامت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کے پاس محض اللہ
کے لئے آنا چاہئے۔ تاکہ ان سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔ اگر کسی ولی اللہ سے
کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ ولی کامل نہیں
ہے۔ کرامت کا ظہور ہونا یہ کسی ولی کے کامل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ولی اللہ کا
برگزیدہ بندہ ہوتا ہے۔ خواہ اس سے کرامت کا ظہور ہو یا نہ ہو۔ حضرت خواجہ محمد
امکنگی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کرامت ولی تھے۔
سلطان عبداللہ خان والی توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا
ہے۔ جس میں امام الانبیاء رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رونق افروز ہیں اور ایک بزرگ دروازہ پر ہاتھ میں عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور لوگوں کی معروضات و مہمات حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرکے جواب لاتے ہیں۔

اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ ایک تلوار بھیجی اور انہوں نے تلوار لا کر میری کمر میں لٹکا دی۔ فی الفور عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی۔ عبداللہ خاں نے اس بزرگ کا حلیہ بتا کر لوگوں میں تلاش شروع کر دی کہ مصاحب نے عرض کی کہ اس حلیہ کے بزرگ مولانا خواجہ ا مکنگی ہیں۔ سلطان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور بڑے شوق سے تحائف اور ہدایاء لے کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کا حلیہ بعینہ وہی پایا جو کہ خواب میں دیکھا تھا۔ سلطان نے نہایت انکساری نیاز مندی اور تواضع سے نذرانہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ لیکن حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے قبول نہ کیا۔ فرمایا حلاوت فقر قناعت اور ناداری میں ہے۔ سلطان نے آیت واطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم کی طرف اشارہ کیا۔ تب مجبوراً" قبول فرمایا۔ اس کے بعد سلطان تقریباً" ہر روز صبح آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

روایت ہے کہ کسی جگہ کا بادشاہ پیر محمد خان نامی بعزم تسخیر سمرقند باقی محمد خاں وہاں کے حاکم پر پچاس ہزار سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ باقی محمد خاں مقابلہ کی تاب نہ لا کر حضرت مولانا خواجہ ا مکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ خود بنفس نفیس پیر محمد خاں کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو سمجھایا کہ تم واپس ہو جاؤ۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اچھا نہیں ہے۔ مگر اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ ناراضگی کی حالت میں واپس آ گئے۔ باقی محمد خاں سے کہا کہ وہ قلت لشکر کی فکر نہ کرے اور دشمن سے مقابلہ کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہو گی۔ چنانچہ باقی محمد خاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اور مولانا خواجہ ا مکنگیؒ باجماعت درویشاں اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور ایک پرانی مسجد میں قبلہ رخ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ اور بار بار سر اٹھا کر دریافت فرماتے کہ کیا خبر ہے۔ حتیٰ کہ کسی نے آ کر کہا کہ باقی محمد خاں کی فتح ہو گئی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے اٹھ کر تشریف لائے۔

ایک درویش مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں سے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اور میں بھی بہت سے خادموں کے ساتھ حضرت قدس سرہ کے ساتھ جا رہا تھا اور میں ننگے پاؤں تھا۔ میرے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا۔ جس کی تکلیف سے میں بے قرار ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر حضرت مجھے جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا قدس سرہ اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے برادر جب تک کانٹا نہ لگے پھول بھی ہاتھ نہیں آتا۔

ایک مرتبہ تین طالب علم آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں علیحدہ علیحدہ نیت کی کہ اگر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فلاں طعام کی میری ضیافت کی۔ تب میں ان کو صاحب کرامت سمجھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر مجھے فلاں میوہ دیں۔ تب میں ولی سمجھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں پسر صاحب جمال میرے پاس آ جائے۔ تب میں صاحب کرامت جانوں گا۔ جب یہ تینوں حضرت خواجہ امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اول دونوں کی خواہشات پوری کر دیں۔ اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں کے جو حالات اور کمالات نصیب ہوتے ہیں۔ یہ بمتابعت صاحب شریعت ہوتے ہیں۔ لہٰذا درویشوں سے کوئی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد تینوں طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امر مباح کی نیت سے بھی اس جماعت کے پاس نہیں آنا چاہیے۔ بسا اوقات درویش ان کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے ہیں اور آنے والے آدمی بداعتقادی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور فقراء کی صحبت کی برکات سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ جماعت فقراء کے نزدیک کرامت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس قوم کے پاس محض اللہ کے لئے آنا چاہیے۔ تاکہ ان سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔

جناب مولانا قدس سرہ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ایک خط حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کو جو حضرت مولانا کے خلیفہ اکمل تھے۔ لکھا تھا جس میں آپ رحمتہ اللہ علیہ بعد اظہار اشفاق و اشتیاق میں یہ دو شعر لکھے تھے۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم
ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا!!
دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ:- مجھے ہر گھڑی موت یاد آتی ہے۔ نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھے ہردم وصل خدا رہے اور جو کچھ پیش آنا ہے پیش آئے۔

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی حضرت مولانا خواجہ قدس سرہ کی وفات کی خبر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کو پہنچی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی عمر شریف نوے برس کے قریب ہوئی۔

وصال

آپ رحمتہ اللہ 22 شعبان المعظم 1008ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور آپ کا مرقد مبارک قریہ اکنہ نزد بخارا شریف میں ہے۔ آپ نے تقریباً نوے سال کی عمر پائی۔ مادہ تاریخ وفات شیخ زماں 1008ھ نکلتا ہے۔

عالم ربانی۔ عارف حقانی
حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ

عالم اسلام میں مسلمانوں کی علمی، فکری اور سماجی بیداری صوفیہ کرام کی تبلیغ و تدریس اور رشد و ہدایت کی رہین منت ہے۔ انہوں نے عالم اسلام کی تہذیبی اور مذہبی زندگی کے ارتقاء میں نمایاں خدمات انجام دیں اور سیرت و کردار کا ایک ایسا مینار روشن کیا۔ جس کی روشنی سے پوری کائنات جگمگا اٹھی۔ ان صوفیہ کرام نے توحید باری پر مکمل ایمان رکھنے کی ترغیب دی۔ عشق کو حرز جان بنایا۔ ان کی رائے میں عشق ہی عبادت کی روح ہے۔ اور عمل صالح کی بنیاد ہے۔ انہوں نے مساوات انسانی کا اعلان کیا۔ انفرادیت کی عظمت قائم کی۔ رواداری، اخوت، نیک نفسی کی تعلیم دی۔ جو لوگ سنجیدگی سے آگہی، بصیرت اور خدا شناسی کے جویا تھے۔ انہوں نے ان صوفیاء کے افکار و خیالات کا پرجوش طریقہ سے خیر مقدم کیا۔ جن صوفیہ کرام نے عالم اسلام میں سیرت و کردار کا منارہ روشن کیا۔ ان میں سے ایک حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ان کے حالات زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

ابتدائی حالات

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ مولانا محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ کا مولد و مسکن علاقہ حصار (ایران) ہے۔ اور آپ" مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔ بچپن میں ان کے خلفاء صاحبان کی مجالس مبارک میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور وہیں سے ذکر و فکر کا شوق پیدا ہو گیا۔ جوانی کے ایام میں آپ" ریاضت و مجاہدے کی طرف مشغول ہوئے۔

گوشہ نشینی

اولیاء اللہ کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جو عام میل جول کو پسند نہیں کرتا، بلکہ دنیا

سے الگ تھلگ رہ کر یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ وہ اپنی توجہ دنیاوی معاملات کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا' بلکہ ہمہ تن یاد الٰہی میں مصروف رہتا ہے' تاکہ اسلوب کی منازل جلد طے ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ ان کی عبادت کا مرکز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتا ہے۔

صلاح الدین نقشبندی مجددیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے اور گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی۔

بیعت

بیعت سنت نبویؐ سے ثابت ہے۔ اس کے بغیر روحانیت کا تصور کرنا بے معنی ہے۔ جب تک کسی کی بیعت نہ کی جائے۔ روحانی منازل طے ہی نہیں ہو سکتیں' چنانچہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بیعت کا سلسلہ جاری ہے۔ صحابہ کرام نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اولیاء کرام اس سنت پر عمل پیرا ہیں۔

خلیفہ محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ سعادت بیعت کے حصول سے قبل حضرت مولانا محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ شب و روز زہد و ریاضت و طاعت و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام شب چشم مبارک کو آشنائے خواب نہ ہونے دیتے تھے۔ غرضیکہ زہد و ریاضت و تقویٰ و طہارت کا جو کچھ حق تھا۔ آپؒ سب بجا لائے' پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے حضور میں باشارہ غیبی سعادت بیعت کے حصول کے لئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے نور باطن سے آگاہ ہو کر آپؒ کے استقبال کو آئے۔ ملاقات ہوئی اور دونوں حضرات بابرکات باہم بغل گیر ہوئے۔ اور اسی وقت حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک درخت کے سائے میں اجلاس فرما کر آپؒ کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا اور "انا" فانا" مرتبہ کمال کو پہنچا دیا' اور تلقین و اجازت کا خرقہ عطاء کر کے اسی جگہ سے رخصت کر دیا۔ سوائے اس صحبت کے پھر آپؒ کو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔

اتباع سنت اور عشق مصطفیٰؐ

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی تھے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا تھا۔ اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ آپؒ کبھی غیر موکدہ سنت اور نوافل بھی ترک نہ کرتے تھے۔ آپؒ زندگی کے ہر شعبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو دلیل راہ سمجھتے تھے اور اس کی پیروی کو اپنے لئے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے ذریعہ نجات خیال کرتے تھے۔

چنانچہ خلیفہ محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ فقرو تجرید و تفرید وورع و تقویٰ و زہد ریاضت و اتباع سنت میں بے مثل ولاجواب تھے۔

وصال مبارک

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ نے یکم ربیع الاول 936ھ کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک موضع وخش مضافات حصار میں زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

خواجہ خواجگان
حضرت خواجہ مولانا درویش محمدؒ

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات یعنی تاریخ پیدائش، پرورش اور حصول تعلیم کے بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ اس لئے راقم الحروف بھی اس بارے میں کچھ معلوم نہ کر سکا۔ ایک اندازے کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش اور تعلیم آپ کے ماموں حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر نگرانی ہوئی ہو گی۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی درویش محمد ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے اور خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت میں بلند پایہ عالم دین تھے۔ متبع شریعت، محدث، فقیہ، متقی، زاہد، اکل حلال اور صدق مقال آپ کا شیوہ تھا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ ریاکاری سے اجتناب فرماتے، صاحب کشف و کمال بزرگ تھے۔ آپ چھوٹے چھوٹے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ تاکہ کسی کو آپ کے حال و کمال سے آگاہی نہ ہو۔ اسی وجہ سے غالباً" کسی بھی تذکرہ نگار نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ آپؒ نے تعلیم کس سے حاصل کی اور کہاں حاصل کی اور یہ کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی پرورش کس نے کی۔

اولیاء اللہ کو بعض دفعہ روحانیت کی راہ میں ریاضت و مجاہدہ کی کٹھن منزل طے کرنی پڑتی ہے۔

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ پندرہ سال تک جنگلوں اور ویرانوں میں رہ کر سخت مجاہدات کرتے رہے۔ ایک دن جنگل میں بھوک سے لاچار ہو کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ فوراً" ہی حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا۔ اے درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ! اب آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کافی حد تک ریاضت و مجاہدہ کیا ہے۔ اب اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو اپنے ماموں حضرت مولانا محمد زاہد رؒ کی خدمت میں جائیے اور وہاں سے
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داخل طریقہ ہو کر درجہ کمال کو

پہنچے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پیر سے والہانہ محبت و عقیدت تھی اور حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے وصال کے وقت آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا۔

ایک مدت تک اپنے شیخ و مرشد کی خدمت میں رہے۔ آپ
درس و تدریس کا سلسلہ اولیاء کرام کا خاصا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اسے جاری و ساری رکھا اور الحمد اللہ آج بھی جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔

مولانا مولوی خواجہ احمد حسین خان صاحب قادری نقشبندی امروہوی لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مرجع طالبان تھے۔ کرامات اور تصرفات روشن رکھتے تھے اور طریق گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ اور اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طائفہ عالیہ کے بزرگوں نے علم ظاہری کے پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ تدریس اطفال کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین قرار دیا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عمر درس و تدریس میں چھپائے رکھی۔ تاکہ کسی کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے حال اور کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔

محمد یوسف نقشبندی مجددی نوری فرماتے ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا خواجہ محمد امکنگی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے قبلہ والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک درویش نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے شیخ نورالدین خوافی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کیا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اگر ان کا گزر یہاں سے ہو تو ضرور ملیں۔ تھوڑے عرصہ میں شیخ نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کا گزر یہاں سے ہوا تو میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو میلے کچیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ انہی کپڑوں کے ساتھ کچھ ہدایا لے کر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے معانقہ فرمایا۔ پھر دونوں بزرگ دیر تک مراقب رہے۔ جب میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے رخصت ہوئے تو چند قدم متابعت کر کے بتواضع رخصت فرمایا۔ میرے والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چلے جانے کے بعد شیخ نورالدین رحمتہ

اللہ علیہ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس بزرگ کی خدمت میں طالبان خدا آتے ہوں گے تو لوگوں نے عرض کی یہ شیخ نہیں ہیں۔ بلکہ بچوں کو قرآن شریف کا درس دیا کرتے ہیں۔ شیخ نورالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! یہاں کے لوگ بھی عجیب نابینا اور مردہ ہیں۔ اور ایسے کامل شخص سے استفادہ اور استفاضہ نہیں کرتے۔ چنانچہ شیخ کی یہ بات مشہور ہو گئی اور لوگوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آنا شروع کردیا لیکن لوگوں کے اس رجوع پر آپ رحمتہ اللہ علیہ عموماً" دل تنگ رہا کرتے تھے۔

حاجی محمد ادریس بھوجیانی لکھتے ہیں کہ شیخ حسین خوارزمی کروی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشائخ میں تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جس جگہ تشریف لے جاتے وہاں کے مشائخ میں سے جس شیخ سے ملاقات ہوتی اس کی نسبت سلب کر لیتے تھے۔ ایک دن ان کا گزر آپ رحمتہ اللہ علیہ کے شہر میں ہوا تو وہاں کے مشائخ ان کو ملاقات کو گئے۔ حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کروی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے چلنا چاہئے۔ شیخ حسین کروی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی وہ ہی عمل کرنا چاہا۔ لیکن حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ حسین کروی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ شیخ حسین کروی رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنے آپ کو خالی پایا تو بہت ہی پریشان ہوئے اور نہایت عاجزی و انکساری سے آپ رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت واپس کرنے کی درخواست کی اور آئندہ لوگوں کی نسبت سلب کرنے سے توبہ کر لی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور نسبت واپس کر دی۔

محمد حسین نقشبندی مجددی مظہری علی نے بھی اس واقعہ کی تصدیق فرمائی ہے۔

خلیفہ محمد سعید آپ رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ نے بتاریخ 19 محرم الحرام 970ھ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار موضع اسفرہ میں ہے۔ یہ موضع ملک ماوراء النہر میں مضافات شہر سبز سے ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ نقشبندی بخاریؒ

خواجہ محمد پارسا 756ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب حافظ الدین کبیر محمد بخاری کے توسط سے حضرت عبد اللہ بن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ جب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان سے ''پارسا'' کا لقب پایا۔ رشحات عین الحیات کی روایت کے مطابق خواجہ پارسا' خواجہ نقشبند کی صحبت پالینے کے باوجود بابا شیخ مبارک بخاری' جو حضرت امیر حمزہ بن کر سید امیر کلال بخاری کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ کی مجلس میں جاتے رہے۔ نیز خواجہ علاؤالدین عطار (متوفی 802ھ) سے بھی ارادت و عقیدت رکھتے تھے تاہم بلاواسطہ معنوی تربیت اور روحانی فیض خواجہ نقشبند ہی سے حاصل کیا۔ اور پھر ان کی خلافت و نیابت پر بھی مامور ہوئے۔

خواجہ پارسا نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بخارا ہی میں گزارا۔ وہ دوبارہ حج پر بھی تشریف لے گئے۔ پہلے سفر حرمین شریفین میں ان کے پیرومرشد بھی شریک سفر تھے۔ جب کہ دوسرا سفر حج زندگی کے آخری برسوں میں کیا۔ 822ھ میں جب آپ اپنے مریدوں اور ارادتمندوں کے ہمراہ سرزمین حجاز کو روانہ ہوئے تو صغانیاں۔ صفنیان' بلخ' ترمذ اور ہرات کے راستے سے ہو کر گئے اور تمام مقامات پر بزرگان دین اور مزارات متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہ جس شہر اور قصبہ میں پہنچتے وہاں کے علماء و فضلاء اور ممتاز شہری ان کا والہانہ خیر مقدم کرتے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ جب خواجہ پارسا صوبہ جام میں پہنچے تو اس موقع پر مولانا عبدالرحمن جامی۔ جو اس وقت پانچ سالہ بچے تھے۔ نے آپ کے دیدار کی سعادت حاصل کی۔ جیسا کہ خود مولانا نے نفحات الانس من حضرات القدس میں لکھا ہے۔

پھر خواجہ پارسا نیشاپور سے گزرتے ہوئے حرمین شریفین کو روانہ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر جب مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو شدید بیماری نے آ لیا۔ اسی حالت

میں آخری طواف کیا اور پھر بیماری کے دوران میں ہی مدینہ طیبہ چلے گئے۔ وہاں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارتیں پائیں اور وہیں ماہ ذی الحجہ کے اواخر میں 7822ھ میں وفات پا گئے۔ مولانا شمس الدین محمد بن حمزہ فناری رومی۔ اہل مدینہ اور قافلے والوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ پھر آپ کے جسد مبارک کو جنت البقیع میں امیر المومنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ بعض فضلاء نے آپ کا مادہ تاریخ وفات "فصل خطابی 822ھ شمار کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجہ پارسا کا شمار اپنے زمانے کے عظیم اور قابل تعظیم رجال میں ہوتا تھا۔ خود ان کے پیر طریقت خواجہ نقشبند اور دوسرے معاصر اکابر عرفاء و علماء اور حکماء ان کی عظمت اور علو مرتبت کے قائل تھے۔ خواجہ نقشبند نے ایک دن اپنے مریدوں کی موجودگی میں خواجہ پارسا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "خاندان خواجگان کے خلفاء سے جو حق اور امانت مجھ تک پہنچی اور جو کچھ اس طریق میں حاصل کیا وہ میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ اسے قبول کرو اور خلق خدا تک پہنچاؤ۔" خواجہ پارسا نے پہلے تو انکساری سے کام لیا پھر کہا "ہرچہ او میگوید اللہ تعالیٰ آن می کند" اسی طرح خواجہ نقشبند نے اپنی رحلت کے وقت خواجہ پارسا کی غیر موجودگی میں مریدوں اور ارادتمندوں سے فرمایا۔ ہمارے ظہور کا مقصد اس کا وجود ہے۔ ہم نے اس کی جذب و سلوک کے دونوں طریق سے تربیت کی ہے۔ اگر وہ مشغول ہو جائے تو ایک دنیا اس سے منور ہو جائے۔"

خواجہ صاین الدین علی بن محمد ترکہ اصفہانی (متوفی 830ھ یا 845ھ) اپنے زمانے کے عظیم علماء میں سے تھے۔ وہ اپنے رسالہ نفثۃ الصدور میں خواجہ پارسا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ کہ سرجریدہ بزرگان زمان او بود....."

یعنی خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ جو کہ ہمارے زمانے کے بزرگوں کے سرگردہ تھے۔"

پھر دوسری جگہ پر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بیشتر اہل مملکت معتقد آن بزرگ اند وسخن او نزد ایشان مقبول و الحق جائے صد چندان اعتقاد است۔"

"یعنی بیشتر اہل مملکت ان کے معتقد ہیں اور ان کی بات لوگوں کے ہاں مانی جاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ سو اعتقاد کے برابر ہے۔"

شاہ نورالدین بن نعمت اللہ ولی کرمانی (م 834ھ) سلسلہ طریقت نعمت اللیہ کے بانی اور ممتاز عارف ہوئے ہیں۔ انہوں نے جب مولانا جامی کے اشارے اور معصوم علی شیرازی کی وضاحت کے ساتھ خواجہ پارسا کی وفات کی خبر سنی تو فرمایا۔

"ہمانجا یا زید کہ از آں جا تا زید"

شیخ زین الدین ابوبکر خوافی (م838ھ) جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ انہوں نے خواجہ پارسا کو جو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے بارے میں صاحب نفحات الانس لکھتے ہیں۔

شیخ زین الدین خوافی رحمتہ اللہ علیہ مصر سے ایک تراشیدہ سفید پتھر لائے اور خواجہ کی قبر پر لگا کر اسے دوسری قبروں سے نمایاں کیا۔"

امیر دولت شاہ بن علاء الدولہ غازی سمرقندی نے اپنے "تذکرۃ الشعراء" مرتبہ 892ھ میں شاہ نعمت اللہ ولی کے حالات کے ترجمہ کے ..... ضمن میں سلطان شاہرخ کے عہد کے جن مشائخ، اکابر علماء اور شعراء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں خواجہ پارسا کا اسم گرامی سرفہرست ہے اور دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ القاب کے ساتھ درج ہے۔ سلطان العلماء المحققین شمس الملتہ والدین محمد الحافظی البخاری المعروف بخواجہ پارسا قدوس اللہ روحہ۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مولانا جامی اوائل عمر میں خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا پر خواجہ کی شخصیت کے بڑے اثرات مرتب ہوئے۔ نیز مولانا نے خواجہ کی تصانیف کا بھی مطالعہ کیا تھا۔

خواجہ پارسا کے ہم عصر بزرگوں کے مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں خواجہ پارسا کا علمی و عرفانی مقام معین اور معتبر ہو جاتا ہے۔ علی بن حسین واعظ کاشفی المعروف صیفی (م 939ھ) نے کتاب رشحات عین الحیات میں لکھا ہے۔ "مرتبہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ از آن زیاد تراست کہ ایشان را بخرق عادت ستایند۔" جیسا کہ ان سے متعدد کرامات منسوب کی گئی ہیں۔

خواجہ نقشبندؒ نے اپنی زندگی میں بعض مریدوں کی تربیت کے لئے انہیں خواجہ پارساؒ کے سپرد کیا۔ حالانکہ خواجہ علاء الدین عطار جیسے خواجہ نقشبند کے اکابر خلفاء موجود تھے۔ حضرت نقشبند کی وفات کے بعد جب خواجہ عطار علاقہ صفانیان میں رہنے لگے تو خواجہ پارسا بخارا میں مکمل طور پر "مقام ارشاد" کے وارث ہو گئے اور اس علاقہ میں سلسلہ نقشبندیہ کے سربراہ قرار پائے۔ دوسرے مریدوں' یاران طریقت اور تربیت پانے والوں کے علاوہ خواجہ پارسا کے صاحبزادے خواجہ برہان الدین حافظ الدین ابو نصر محمد پارسا (م 865ھ) جنہوں نے اپنے پایہ علوم شریعت اور طریقت کو اپنے والد بزرگوار تک پہنچا دیا تھا کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ خواجہ پارسا کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین اور ثمرہ شجرہ طیبہ ہوئے۔

جسمانی اولاد اور روحانی مریدوں کے علاوہ خواجہ پارسا نے علم تصوف' سلوک اور حکمت میں کتب بھی تصنیف کی ہیں۔ ان کی کتابوں میں عارف اجل شیخ محی الدین ابن عربی طائی اندلسی (م638ھ) کی تعلیمات اور طریقہ نقشبندیہ کے آداب کا اثر نمایاں ہے۔ نفحات الانس جامی میں ابو نصر پارسا کے حالات میں ابن عربی کی کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے بارے میں خواجہ پارسا کا ایک قول یوں نقل کیا گیا ہے۔

"روزی در مجلس شریف ایشان ذکر شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ و مصنفات وی می رفت از والد خود نقل کردند کہ ایشان می فرمودہ اند کہ فصوص جانست و فتوحات دل و نیزمی فرمودند کہ ہر کہ فصوص الحکم را نیک می داندوی را داعیہ متابعت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوی می گردد۔"

ایک دن ان کی مجلس مبارک میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اور ان کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جو کوئی فصوص الحکم کو عزیز رکھتا ہے۔ اس کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا جذبہ قوی ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ ماہ رمضان المبارک 806ھ میں موضع باغستان میں پیدا ہوئے جو تاشقند کے نواح میں واقع ہے۔

ابتدائی حالات و انتساب

"آپؒ کا نام نامی عبید اللہ اور لقب گرامی ناصر الدین اور آپ خواجہ احرار کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کے والد ماجد کا نام خواجہ محمود بن حضرت مولانا شہاب الدینؒ تھا۔ آپؒ کے والد ماجد حضرت عبدالباقی بغدادیؒ اور آپؒ کی والدہ صاحبہ حضرت خواجہ عمریاغستانیؒ کی اولاد سے تھیں۔

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی والدہ کا نسب امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ تک پہنچتا ہے۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے جد امجد حضرت مولانا شہاب الدینؒ نے جو کہ صاحب کشف و کرامات اور قطب وقت مشہور تھے۔ اپنے آخری وقت میں اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ محمدؒ اور حضرت خواجہ محمودؒ سے فرمایا کہ اپنے لڑکوں کو میرے سامنے لاؤ تاکہ دعائے خیر کروں۔ جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کو جو ابھی کمسن تھے۔ آپؒ کے سامنے لایا گیا تو آپؒ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسے گود میں لیا۔ پیار کیا اور فرمایا کہ اس کے بارے میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہو گا اور شریعت و طریقت اس سے رواج پائیں گے۔ شاہان وقت اس کے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔

خلیفہ محمد سعید صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہؒ مادر زادولی تھے۔ پیر سلسلہ احراری و مقتدائے طریقت و رہنمائے حقیقت تھے اور بالعموم تمام اہل خراسان و ماوراء النہر آپؒ کے عقیدت کیش اور آپؒ کے فضل و بزرگی کے قائل و

معترف تھے۔ سب کے دلوں میں آپؒ کی وقعت اور عظمت تھی۔ سب آپؒ کی دل سے قدر کرتے تھے اور آداب کی شرائط بجا لاتے تھے۔ آپؒ کے مرید رشید حضرت مولانا فخر الدین علی ابن الحسین الواعظ الکاشفی صاحب رشحات میں لکھتے ہیں کہ جب آپؒ پیدا ہوئے تھے۔ تاوقتیکہ آپؒ کی والدہ ماجدہ نفاس سے پاک ہو کر غسل سے فارغ نہ ہوئیں۔ آپؒ نے ان کا دودھ نوش نہیں فرمایا اور ایام صغر سنی میں ہی رشد و قبول کے انوار و آثار آپؒ کی جبین مبارک سے روشن و ہویدا تھے۔

صوفی محمد ابراہیم قصوریؒ لکھتے ہیں کہ جب آپؒ نے علم ظاہری سے فراغت پائی تو ایک سوداگر سے حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے مناقب و ماثر سن کر ان کی خدمت میں بمقام بلغنور روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ بیمار ہو گئے۔ بیس روز تک تپ لرزہ رہا جب افاقہ ہوا تو آپؒ حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کی خدمت میں بلغنور حاضر ہوئے۔ فرمایا جب حضرت مولاناؒ کی خدمت میں گیا تو آپؒ نہایت لطف و عنایت سے پیش آئے اور حضرت خواجہ نقشبندؒ سے اپنی ملاقات کا حال سنایا۔ بعد ازاں اپنا ہاتھ میری طرف بیعت کرنے کو بڑھایا اور فرمایا حضرت خواجہ نقشبندؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جس نے یہ ہاتھ پکڑا۔ اس نے گویا خواجہ نقشبندؒ کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت مولاناؒ نے مجھ کو بیعت کرنے کے بعد شغل وقوف عددی میں مشغول فرمایا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم بطریق جذبہ طلباء کی تربیت کرو تو اختیار ہے اور تم کو قوت و تصرف سب حاصل ہے۔ صرف اجازت کی دیر ہے۔ اور فرمایا طالب کو اس طرح پیر کے پاس آنا چاہیے۔ جیسا کہ عبید اللہ احرارؒ آیا ہے کہ تیل بتی سب درست ہے۔ ایک آگ لگانے کی دیر ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے حضرت مولانا سے اجازت چاہی تو آپؒ نے حضرات خواجگان کے جملہ طریق بیان کئے اور اجازت ہدایت خلق فرمائی اور فرمایا کہ یہ نسبت خواجگان مجمع و تفرقہ میں جو زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے' محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو وہ شرماتا ہے اور فرمایا یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ مانع ظہور ہے' اور فرمایا بعد نماز عشاء جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قل ہو اللہ' تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ

قل اعوذ برب الناس پڑھے اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو پہنچائے۔ وہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں، تاکہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ ان پر برکت و رحمت کرے۔

بشارات

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار" کی ولایت کے متعلق ان کے زمانہ بچپن ہی میں بہت سی بشارات مل گئی تھیں کہ وہ ولی کامل ہوں گے اور مخلوق خدا کو ان سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت عبید اللہ احرار" کی عمر ابھی چار برس کی تھی کہ آپ" کو اللہ تعالیٰ کی نسبت آگاہی حاصل ہو گئی۔ بچپن میں آپ" کبھی لہو و لعب میں شرکت نہ کرتے تھے۔ آپ" نے سمرقند میں حضرت مولانا سعد الدین" کاشغری اور حضرت مولانا نظام الدین خاموش" کی صحبت میں رہ کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا نظام الدین" نے ایک روز مراقبے میں دیکھا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار" نے تمام روئے زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور اکثر لوگ ان کے مطیع ہو گئے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ آپ" کی بہت قدر کرنے لگے۔ ابتدائی عمر میں آپ" حضرت قاسم تبریزی" کی خدمت میں اکثر جایا کرتے تھے جو آپ" کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے حضور کسی کو بلا اجازت جانے کی جرات نہ تھی۔ لیکن آپ" کو ہر وقت آنے جانے کی اجازت تھی۔ حضرت قاسم" آپ" کے بارے میں فرماتے تھے کہ عجوبہ عالم ہو گا۔ جہان اس کے نور ولایت سے روشن ہو گا۔ اور یہ مردہ دلوں کو خدا کی یاد سے زندہ کرے گا۔

حالات بیعت

بیعت کے سلسلہ میں آپ" کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد مومن نقشبندی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار" نے بڑے بڑے مشائخ کی صحبت حاصل کی اور فیض باطنی سے مستفیض ہوئے۔ جیسے حضرت شیخ قاسم تبریزی" حضرت شیخ نظام الدین خاموش"، حضرت شیخ علاؤ الدین غجدوانی"، حضرت شیخ سراج الدین چشتی قدس اسرار ھم و نور اللہ مرقد ھم۔ آخر میں آپ" نے حضرت مولانا یعقوب چرخی" کی طرف رجوع کیا اور حضرت مولانا" کے دست مبارک پر

بیعت کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہوئے۔ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ بیعت کے بعد ایک ہی روز میں کامل و مکمل ہو گئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ نے آپؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ طالب ایسا ہونا چاہئے۔ جیسے عبید اللہ احرارؒ کہ چراغ میں تیل بتی تیار تھا۔ بس آگ لگانے کی دیر تھی۔

غربت سے امارت

خلیفہ محمد سعید فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو اپنا شریک کر کے زراعت کا کام شروع کیا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جب میں ہرات میں مقیم تھا تو مجھے ایک پیسہ کی بھی قدرت نہ تھی۔ میرے سر پر ایک دستار تھی جس کی دھجیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میں ایک دھجی کو باندھتا تھا تو دوسری دھجی لٹک پڑتی تھی۔ سال بھر صرف ایک قبا میرے پاس ہوتی جس کی روئیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میں جب تک ہرات میں رہا' برابر حضرت قاسم تبریزی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا' وہ مجھے اپنا نیم خوردہ عنایت کرتے اور فرماتے۔ اے شیخ زادہ ترکستان' جیسا کہ تو اس وقت ناخوشیوں میں گرفتار ہے' قریب ہے کہ دنیا تیری گرفتار ہو گی۔ کہتے ہیں کہ جب آپؒ نے زراعت کا کام شروع کیا' حق تعالیٰ نے آپؒ کی زراعت میں بڑی برکت فرمائی اور آپؒ کو اس قدر مال و متاع و مواشی و اسباب و املاک عطا فرمایا کہ جس کا کچھ حدوحساب نہ تھا۔ آپؒ اپنی اراضیات کا عشر اسی ہزار من غلہ سلطان احمد مرزا کو دیتے تھے اور آپؒ کے مال میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی تھی کہ باوجود یکہ مخارج غلہ مداخل غلہ سے بہت کچھ بڑھا ہوتا تھا' لیکن سال کے ختم ہونے پر جب دیکھا جاتا تھا تو آپؒ کے انبار خانہ میں بہت کچھ غلہ موجود رہتا تھا۔

مرشد کی تعریف

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے مرشد کی تعریف بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد نے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ مرشد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پیر اس کو کہتے ہیں کو جو کچھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و

تسلیم کا پسندیدہ نہ ہو وہ اس میں باقی نہ رہے۔ اور جو حضور پاک علیہ الصلواۃ و السلام کا پسندیدہ ہو۔ وہ اس میں باقی رہ جائے اور وہ ایسا آئینہ بن جائے۔ جس میں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے کچھ نظر نہ آئے۔ جب پیر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ صفات نبوی سے متصف ہونے کے باعث حق سبحانہ' تعالیٰ کے تصرف کا مظہر بن جاتا ہے' اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

مرید کون ہے

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے مرید کی تعریف اس پیارے انداز سے کی ہے کہ ہر آدمی کو اس کی سمجھ آ جاتی ہے کہ مرید کیا ہے اور اس کو کیا کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ روحانی منازل تیزی سے طے کر سکے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد مومن نقشبندی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے مرید کی تعریف اس طرح کی ہے کہ "مرید وہ ہے کہ آتش ارادت سے اس کی ضروریات بھسم ہو جائیں اور اس کے مقاصد سے کچھ باقی نہ رہے۔ وہ اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کے جمال کا مشاہدہ کرے۔ تمام دوسرے دلوں سے اپنا منہ پھیر لے۔ اس کا قبلہ پیر کا جمال ہو اور وہ پیر کی خدمت آزادی سے فارغ ہو گیا ہو۔ (اس کی خدمت میں مقید ہو گیا ہو) وہ اپنا سر نیاز پیر کے آستانے کے سوا اور کہیں نہ جھکائے۔ اس نے نیستی کا خط اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دیا ہو۔"

درویشوں کا ادب

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ درویشوں کا بہت ادب کیا کرتے تھے اور انہوں نے مریدین کو درویشوں کی محفلوں میں بیٹھنے کے متعلق رہنما اصول بتائے ہیں۔

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ کی خدمت میں آئے۔ اسے چاہیے کہ خود کو مفلس اور عاجز ظاہر کرے تاکہ ان کو اس کے حال پر رحم آئے اور اس کا کام پورا ہو جائے۔ فرمایا

اگر دیوار پر بھی درویش کی تصویر بنی ہو تو اس کے نیچے سے بھی بکمال ادب گزرنا
چاہیے۔

عادات و خصائل

چونکہ اولیاء اللہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے مالک ہوتے ہیں' اس
لئے ان کی عادات و خصائل عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوتے ہیں'
ان کا ہر فعل شرعی قوانین کے مطابق ہوتا ہے اور ان کا کوئی فعل غیر شرعی نہیں ہوتا۔
حتی کہ اولیاء اللہ اٹھتے' بیٹھتے' سوتے' جاگتے' چلتے پھرتے کھاتے پیتے اور دوست و
احباب سے ملتے جلتے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھتے ہیں اور
دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

خلیفہ محمد سعید فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی عادت تھی' تحفہ و
ہدیہ کسی کا قبول نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسا موقع ہو ہی جاتا تو پہلے چیز کی قیمت دیتے
بعدہ' چیز لیتے۔ آپؒ ابتدائے حال سے تا انتہائے مراتب کمال ہمیشہ آشنا و بیگانہ کی
خدمت و شفقت اور دوست و دشمن کی اعانت و رعایت میں نہایت مستعد و گرم
رہے۔ جب آپؒ سمرقند میں مولانا قطب الدین کے مدرسہ میں تھے۔ چند بیماروں کی
تیمارداری میں مصروف رہتے ہیں۔ جب ان کے کپڑے یا بستر بول و براز کی وجہ سے
نجس ہو جاتے تو آپؒ دھو کر صاف کر دیتے تاکہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔
جس وقت آپؒ ہرات میں قیام پذیر تھے وہاں ایک حمام و گرم خانہ' حمام کی خدمت
آپؒ نے اپنے ذمہ کر لی تھی۔ روز پندرہ سولہ آدمیوں کی خدمت بلا امتیاز بجا لاتے
تھے' اور بعد انجام خدمت وہاں سے فوراً علیحدہ ہو جاتے کہ کسی کو اجرت کا وغدغہ نہ
ہو۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ہر شخص کسی نہ کسی ایک دروازے سے لایا گیا ہے' مگر میں
خدمت کے دروازے سے لایا گیا ہوں۔ اس واسطے خدمت میری مرضی' مختار و محبوب
ہے۔ آپؒ ہمیشہ ظاہری و باطنی ادب سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ صحبت و خلوت میں
ظاہری باطنی ادب سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

ظاہری باطنی آداب کی رعایت فرماتے تھے۔ آپؒ کو کسی نے مربع بیٹھے یا انگڑائی یا

جمائی لیتے یا تھوکتے، کھنکھارتے، ناک صاف کرتے یا کوئی ایسا کام کرتے شاذو نادر ہی دیکھا ہو گا جو طبیعت کی کراہت و نفرت کا موجب ہو۔ آپؒ کی شفقت و رحمت ہمیشہ ہر نفس کے واسطے یکساں تھی۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ خدام و اصحاب کی فراغت و راحت کے خیال سے خود اپنے اوپر تکلیف گوارا فرماتے تھے، مگر کسی کو تکلیف نہ ہونے دیتے تھے۔

ہمت کی تعریف

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے ہمت کی بڑی خوبصورت تعریف کی ہے۔
صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمت یہ ہے کہ جب کسی کام کے واسطے ہمت کرے تو دل کو اس پر جمع کرے اور اس کے خلاف دل میں خیال تک نہ آئے۔ حتیٰ کہ اگر کافر بھی کسی کام کے واسطے ہمیشہ دل کو جمع رکھے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس میں ایمان اور عمل صالح کی شرط نہیں ہے۔ فرمایا جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے تو اس راہ میں مضبوطی اور ہمت سے قدم رکھنا چاہیے اور کوئی گھڑی خدا کی یاد سے غافل نہ گزارنی چاہیے۔ ناجنس کی صحبت سے پرہیز لازم ہے۔

عبادت و ریاضت

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے عبادت و ریاضت میں کمال درجہ پایا ہے۔ خلیفہ محمد سعید فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ عبادت و ریاضت و احیائے لیل میں بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر دو زانو بیٹھے اور نماز تہجد تک اسی وضع سے بیٹھے رہتے۔ اصل زانو تک نہ بدلتے۔ جب تہجد سے فارغ ہوتے اسی وضع ہو بیٹھتے اور نماز صبح تک بیٹھے رہتے اور تمام شب جھپکی تک نہ آتی۔ یہاں تک کہ اسی عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ آپ مرض آخر میں بھی اس کا اہتمام رکھتے تھے کہ نماز اول وقت میں ادا ہو۔
آپ نے فرمایا کہ عمل کو محبوب رکھنا چاہیے نہ حضور و جمعیت کو۔ اس لئے حضور

و جمعیت اختیاری نہیں اور اس میں فتور کو بہت کچھ دخل ہے۔ بخلاف عمل کے کہ کسب کی چیز اور اختیاری ہے۔ مواظبت یا مداومت صحبت و حضور کی موجب ہے۔ اہل صحبت کی تعلیم میں فرماتے ہیں کہ زیادہ گرسنگی اور زیادہ بیداری دماغ کو منحرف و ضائع کرتی ہے اور حقائق کے ادراک سے باز رکھتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعض اہل ریاضت کے کشف میں غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ البتہ زیادہ بیداری اس شخص کو ضرر نہیں دیتی جس کے لئے اس بیداری میں فرحت و اطمینان نتیج ہو چکا ہو' کیونکہ وہ فرحت و سرور خواب کا کام دیتی ہے۔ زور دماغ کو ےبوست سے بچاتی ہے۔ ذکر میں اس طرح کا استغراق ہونا چاہیے کہ ذاکر کو نہ ذوق بہشت کار ہے نہ خوف دوزخ اور اس کے نزدیک خواب و بیداری یکساں ہو جائے۔ پھر شیطان کی مجال نہیں جو اس کے نزدیک پھٹکے۔

کرامات

صلاح الدین نقشبندی مجددی فرماتے ہیں کہ والئی تاشقند مرزا ابو سعیدؒ نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا اور آپؒ کا نام دریافت کیا۔ جب بیدار ہوا تو درباریوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی خواجہ عبید اللہ احرارؒ نام کا اور اس حلیےؒ کا بزرگ ہے۔ درباریوں نے کہا وہ تاشقند میں ہیں۔ وہ فوراً" سوار ہو کر آپؒ کی زیارت کو گیا۔ جب آپؒ کو دیکھا تو بے اختیار کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم جس شخص کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ آپؒ ہی ہیں۔ آپؒ کی قدم بوسی کی۔ آپؒ نے بھی اس پر بڑی مہربانی فرمائی اور وہ بیعت ہو گیا۔

ایک دفعہ اس نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا اور حضرت خواجہؒ سے دعا کی التماس کی۔ آپؒ نے فرمایا۔ اگر تقویت شریعت کی غرض سے فتح کا ارادہ کرتے ہو تو جاؤ فتح تمہاری ہے۔ اس نے عرض کی انشاء اللہ جان و دل سے شریعت کو تقویت دینے کی کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا اب تم شریعت کی پناہ میں ہو اور تمہاری مراد حاصل ہے' چنانچہ جب اس نے حملہ کیا تو شاندار فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ آپ بمعہ دوستاں کہیں جا رہے تھے۔ منزل دور اور راستہ خطرناک تھا۔ اتنے میں شام کا وقت قریب ہو گیا۔ دوست بہت پریشان ہوئے۔ آپ نے فرمایا کچھ فکر

نہ کرو۔ انشاء اللہ ہم سورج غروب ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے'
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تک آپ شہر کے قریب نہ پہنچ گئے۔ سورج اپنی جگہ پر قائم
رہا۔ گویا کسی نے میخ دوز کر دیا تھا۔ اور جوں ہی آپ شہر کی دیوار کے قریب پہنچے
سورج ایک دم غائب ہو گیا۔ اور اس قدر دیر ہو گئی تھی کہ بیاض شفق بھی نظر نہ آتی
تھی۔ ایک دوست نے عرض کی۔ حضور اس میں کیا راز ہے آپ نے فرمایا۔ یہ طریقت
کے کاموں میں سے ایک ادنیٰ کام ہے۔

ایک دفعہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ آپؒ کی زیارت کو آئے۔ جب شہر کے قریب
پہنچے تو دیکھا کہ غلہ بکثرت جا رہا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ غلہ حضرت خواجہ
عبید اللہ احرارؒ کا تھا۔ یہ دیکھ کر آپؒ کے دل میں وسوسہ آگیا کہ اتنا مالدار شخص فقیر
کیسے ہو سکتا ہے۔ واپس جانے کا ارادہ کیا مگر پھر خیال آیا کہ اب اتنا لمبا سفر طے کر کے
آیا ہوں۔ ملاقات تو کرتا جاؤں۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ
وہاں موجود نہ تھے' چنانچہ انتظار میں وہیں لیٹ گئے۔ سفر کے تھکے ماندے تھے' نیند نے
غلبہ کر لیا۔ خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ایک شخص ان سے قرض طلب کر
رہا ہے' مگر ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ان کو بھی دوزخ میں
ساتھ لے جائے۔ اسی اثناء میں خواجہ احرارؒ تشریف لے آتے ہیں اور مولانا کا قرض
اپنی گرہ سے ادا کر کے رہائی دلاتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا جامیؒ کی آنکھ کھل گئی تو
دیکھا کہ خواجہ احرارؒ گھر سے تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اسی واسطے مال
رکھتا ہوں کہ تجھ جیسوں کو قرض سے نجات دلاؤں۔ اس کے بعد مولانا جامیؒ نے آپؒ
سے بیعت کر لی۔

وفات

آپ کے آخری وقت میں بہت سی شمعیں روشن تھیں کہ اچانک آپؒ کے دونوں
ابروؤں کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا جو تمام شمعوں کی روشنی پر غالب آگیا اور
اسی اثناء میں آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تاریخ وصال 29 ربیع
الاول 895ھ ہے۔ مزار پر انوار شہر سمرقند میں زیارت گاہ خلائق و ملائک ہے۔

کرامات

خواجہ کلاں فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک خادم سمرقند کو جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے واسطے سمرقند سے چند ڈبے خالص شہد کے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد کے بھر کر اور ان کے منہ پر مہر لگا کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً" بازار سمرقند میں کسی کام کے لئے ایک بزاز کی دکان پر ٹھہر گیا اور اس نے شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناگاہ ایک خوبصورت مست عورت جو اس بزاز کی آشنا تھی وہاں آئی اور دکان کے ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اس خادم نے دو تین بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر وہ ڈبوں کو اٹھا کر تاشقند لے آیا۔ جب وہ حضرت کے دولتخانہ میں پہنچا۔ تو آپ جنگل تشریف لے گئے تھے۔ اس نے آپ کے پیچھے جانا چاہا۔ اتنے میں حضرت تشریف لے آئے۔ اس نے وہ ڈبے پیش کئے۔ جب حضرت کی نظر ان ڈبوں پر پڑی۔ تو خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آتی ہے۔ اے بدبخت! میں نے تجھ سے شہد لانے کو کہا تھا۔ تو میرے واسطے شراب لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں تو شہد لایا ہوں۔ آپ کے ارشاد سے جب کھول کر دیکھا گیا تو ہر ڈبہ شراب سے بھرا ہوا پایا گیا۔

کلمات قدسیہ

(۱) پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ نہیں۔ وہ اس میں نہ رہا ہوا اور جو کچھ آپ کا پسندیدہ ہے۔ وہ اس میں رہ گیا ہو بلکہ وہ اس کی خواہش تمام اس سے گم ہو گئی ہو۔ اور وہ آئینہ ہو گیا ہو کہ جس میں سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کے کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں وہ صفات نبویؐ سے متصف ہونے کے سبب سے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

ازبسکہ درکنار ہمے گیرداں نگار   بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوئے طین

(2) مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ تاثیر سے اس کی خواہش جل گئی ہو اور اس کی مرادوں میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اس نے سب قبلوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو۔ اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سرنیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو۔ اور سب سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے رد میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔

آزاکہ در سرائے نگاریست فارغ است   از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

(3) ہم درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو نیکوئی مانگتا ہے۔ وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ اس ساعت کا تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت میسر آئے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہئے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت کی صحبت مانگنی چاہئے کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہیں۔

(4) اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کے وجود کے علم و شعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے۔ تو جواب دے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے۔ تو جواب دے کہ خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے۔ تو جواب دے کہ وجود حق سبحانہ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا نسیان

وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے۔ تو جواب دے کہ دل کا غیر حق سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر بعلامت ظاہر ہونا کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے۔ جس کا پوشیدہ رکھنا اس حال سے پہلے واجب تھا۔

(5) فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال اور مواجید ہمیں عطا کیے جائیں اور ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے۔ تو ہم اسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کی جائیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا جائے۔ تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

(6) ہماری زبان دل کا آئینہ ہے۔ اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے۔ اور حقیقت انسانی حق سبحانہ و تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیب غیب ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور یہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدان حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

(7) میں جو بعض اکابر کی خدمت میں رہا۔ تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں جدید ہو گا نہ کہ قدیم۔ دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں مقبول ہو گا۔

(8) آیہ وکونوا مع الصادقین کے معنی میں آپ فرماتے تھے کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں۔ ایک کینونت بحسب صورت اور وہ یوں ہے کہ اہل صدق کے ساتھ مجالست و مصاحبت کو لازم پکڑے تاکہ ان کی صحبت کے دوام کے سبب سے اس کا باطن ان کے صفات و اخلاق کے انوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے کینونت بحسب معنی بدیں طور کہ باطن کی شاہراہ سے اس گروہ کے ساتھ رابطہ طریق اختیار کرے جو واسطہ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اور صحبت کو اس امر میں حصر نہ کرے کہ ہمیشہ آنکھ کے ساتھ دیکھے۔ بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے۔ اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرے تاکہ واسطہ ہمیشہ نظر میں رہے۔ جب اس بات کو دوام کے طور پر ملحوظ رکھے گا۔ تو اس کے باطن کو ان کے باطن کے ساتھ نسبت و اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور اس واسطہ سے اسے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔

(9) حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ شیبتنی سورہ ھود (سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فاستقم کما امرت (پس تو استقامت کر جیسا کہ تجھے حکم ہوا ہے) اور استقامت نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ استقامت کے معنی ہیں قائم رہنا حد وسط میں تمام افعال و اقوال اور اخلاق و احوال میں۔ بدیں طور کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو۔ اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے۔ کرامات و خوارق عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

(10) لوگوں کے اعمال و اخلاق سے جمادات کا متاثر ہونا محققین کے نزدیک ایک ثابت امر ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہے۔ یہ تاثر اس حد تک ہے کہ اگر ایک شخص نماز کو جو افضل عبادات ایسی جگہ میں ادا کرے جو ایک جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو گئی ہو۔ تو اس نماز کا جمال اور رونق اس نماز کے برابر نہیں۔ جو ایسی جگہ میں ادا کی جائے جہاں ادب جمعیت کی برکت سے متاثر ہو۔ یہی سبب ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز غیر حرم میں بہت رکعتوں کے برابر ہے۔

(11) ہمارے زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو حق سبحانہ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایسے مشاہدہ سے خدا کی پناہ!

حضرت سید قاسم تبریزی قدس سرہ اس ولایت میں تشریف لائے تھے۔ ان کے مریدوں کی ایک جماعت بازاروں میں پھرتی تھی اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ کرتی اور ان سے تعلق پیدا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ صور جمیلہ میں ہم حق سبحان کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سید بعض وقت فرماتے کہ ہمارے سور کہاں گئے ہیں؟ اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ وہ گروہ حضرت سید کی نظر بصیرت میں سور کی شکل میں دکھائی دیتا تھا۔

(12) ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا۔ کہ اگر تمہیں حضرت خواجہ بہاؤ

الدین قدس سرہ کی صحبت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت تم کو حاصل ہو جائے۔ تو تم کیا کرو گے۔ کیا خواجہ بہاؤ الدین کو چھوڑ دو گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو۔ تمہیں چاہئے کہ اس کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین سے سمجھو۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ کہ قطب الدین حیدر کے مریدوں میں سے ایک مرید شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خانقاہ میں گیا۔ وہ نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ "شیئاً للہ قطب الدین حیدر۔" شیخ شہاب الدین کو جو اس کا حال معلوم ہوا۔ تو اپنے خادم کو حکم دیا۔ وہ کھانا اس کے پاس لے گیا۔ جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا۔ تو پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شکر للہ قطب الدین حیدر۔ کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ کے پاس گیا۔ تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اس درویش کو کیسا پایا۔ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھانا تو آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب الدین حیدر کا کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مریدی اس سے سیکھنی چاہئے کہ ظاہری و باطنی فائدہ جس جگہ پائے اسے اپنے پیر کی برکت سے سمجھے۔

(13) ایک روز سادات کی توقیر و تعظیم کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جس بستی میں سادات رہتے ہوں میں اس میں رہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے۔ میں ان کی تعظیم کا حق بجا نہیں لا سکتا۔

ایک روز امام اعظم رضی اللہ عنہ درس کی مجلس میں کئی بار اٹھے۔ کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخرکار حضرت امام کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ سادات علوی کا ایک لڑکا ان لڑکوں میں ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ لڑکا جب اس درس کے قریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے۔ تو میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھتا ہوں۔

(14) کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح مثالی صورتوں میں سے کسی مناسب صورت کے ساتھ متمثل ہو جاتی ہے۔ صاحب کشف اس کو بصیرت کی آنکھ سے اسی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن چونکہ شیطانوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں کے

ساتھ متمثل و متشکل ہو جانے کی قوت ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اصحاب قبور کی زیارت میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچتے ہیں۔ تو اپنے تئیں تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ کیا نسبت ظاہر ہو۔ اس نسبت سے صاحب قبر کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بیگانوں کی صحبت میں بھی ان کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص ان کے پاس بیٹھے وہ اپنے باطن پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کچھ اس شخص کے آنے کے بعد ظاہر ہو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ اس کی نسبت ہے۔ اور ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اس نسبت کے مطابق لطف یا قہر سے اس سے پیش آتے ہیں۔

(15) محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ موت کے بعد اولیاء اللہ ترقی کرتے ہیں۔

(16) اس سلسلہ کے خواجگان قدس اللہ ارواحہم ہر ریاکار و بازیگر کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے۔

(17) ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں۔ جو عزیمت پر عمل کرتا ہے۔ یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

(18) جس وقت آپ عزیمت و احتیاط کے طریق سے کوئی کام کرتے تو فرماتے کہ لقمہ و طعام میں احتیاط کرنا ضروریات سے ہے۔ چاہئے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ وہ شعور و آگاہی سے لکڑی چولھے میں رکھے اور آگ جلائے۔ جس پکانے میں غصہ یا پریشان حالی ظہور میں آئیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے اس کھانے کو نہ کھاتے۔ اور فرماتے کہ اس کھانے میں ظلمت ہے۔ ہمیں اس کا کھانا جائز نہیں۔

(19) چاہئے کہ مرید کلتوجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو۔ اور پیر کو تمام اوقات اور احوال میں آگاہ و حاضر سمجھے۔ تاکہ پیر کی بزرگی اور عظمت اس میں تصرف کرے اور جو چیز پیر کے حضور میں نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے کوچ کر جائے۔ اور اس امر کے کمال کے سبب سے یہ حال ہو جائے کہ پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور پیر کی تمام مرادیں اور مقاصد بلکہ اس کے احوال و مواجید مرید کے مشاہدہ و

(20) روحی خطرات اور طبعی مقتضیات میں گرفتاری سے خلاصی کا طریق تین چیزوں میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ اعمال خیر جو اس گروہ نے مقرر کئے ہیں ان میں سے ہر ایک عمل اپنے اوپر لازم کرے اور ریاضت کا طریق اختیار کرلے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوت و طاقت کو درمیان سے اٹھا دے اور جان لے کہ میں ایسا نہیں کہ خود بخود اس بلا سے خلاصی حاصل کر سکوں اور عاجزی و محتاجی کے طور پر ہمیشہ حق سبحانہ کی جناب میں تضرع اور انکساری کرے۔ تاکہ حق سبحانہ اس کو اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ اپنے پیر کی ہمت و باطن سے مدد طلب کرے۔ اور اس کو اپنی توجہ کا قبلہ بنائے۔ اس تقریر کے بعد آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کونسا ہے۔ پھر آپ ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ طالب اس صورت میں اپنے تئیں حق سبحانہ کی طرف توجہ سے عاجز سمجھ کر پیر کو اس توجہ اور حق سبحانہ کی جناب میں وصول کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ امر حصول نتیجہ کے قریب تر ہے۔ جو کچھ طالب کا مقصود ہے۔ اس تقدیر پر زیادہ جلدی متفرع ہو گا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پیر کی ہمت سے مدد طلب کرنے والا ہو گا۔

(21) عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں۔ عبودیت سے مراد حق سبحانہ کی جناب کی طرف ہمیشہ توجہ و اقبال رہے۔

(22) شریعت طریقت حقیقت تین چیزیں ہیں۔ ظاہر پر احکام کا جاری کرنا شریعت ہے۔ جمعیت باطن میں تحمل و تکلف طریقت ہے۔ اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے۔

(23) سیر دو طرح کی ہے۔ سیر مستطیل اور سیر مستدیر۔ سیر مستطیل بعد در بعد ہے۔ اور سیر مستدیر قرب در قرب ہے۔ سیر مستطیل سے مراد مقصود کو اپنے دائرے کے خارج سے طلب کرنا ہے اور سیر مستدیر اپنے دل کے گرد پھرنا اور مقصود کو اپنے سے ڈھونڈنا ہے۔

(24) علم دو ہیں۔ علم وراثت اور علم لدنی۔ علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو۔ چنانچہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لمن عمل بما علمه ورثه الله علم مالم یعلم

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے اس علم کا

جو اسے معلوم نہیں۔

اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو۔ بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے حق سبحانہ محض عنایت بے پایاں سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے۔ چنانچہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے۔

وعلمنہ من لدنا علما" (سورہ کہف) اور سکھایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔

آپ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے۔ اجر ممنون اور اجر غیر ممنون۔ اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو بلکہ محض موہبت ہو۔ اور اجر غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں ہو۔

(25) لوگوں نے خیال کیا ہے کہ شاید کمال تو اناالحق کہنے میں ہے۔ نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ ان کو دور کیا جائے۔ اور کبھی اسے یاد نہ کیا جائے۔

(26) فنائے مطلق کے معنی یہ نہیں کہ صاحب فنا کو اپنے اوصاف و افعال کا شعور نہ ہو۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بطریق ذوق اپنے آپ سے اوصاف و افعال کے اسناد کی نفی کرے اور فاعل حقیقی جل ذکرہ کے لئے اسناد ثابت کرے۔ وہ جو صوفیہ قدس اللہ تعالٰی اروا حہم نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں عاریتی ہے اور مجھے اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں۔ اور اس سبب سے کہ اس کو میں اپنی ملک سمجھتا ہوں۔ اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ ناگاہ مجھے اس کپڑے کے عاریتی ہونے کا علم ہو گیا۔ اسی وقت میرا تعلق اس سے منقطع ہو گیا۔ حالانکہ میں بالفعل پہن رہا ہوں۔ اسی پر تمام صفات کو قیاس کرنا چاہئے کہ سب عاریتی ہیں۔ تاکہ غیر حق سبحانہ سے دل منقطع ہو جائے اور پاک و مطہر ہو جائے۔

(27) وصل حقیقت میں یہ ہے کہ دل بطریق ذوق حق سبحانہ کے ساتھ جمع ہو جائے۔ جب یہ بات دائم ہو جائے۔ تو اسے دوام وصل بولتے ہیں۔ نہایت یہی ہے۔ وہ جو حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالٰی سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہی نہایت ہے۔ اور وہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم محض قبولیت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہونا چاہئے اور مقصود سے ملنا چاہئے یہی وصل ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت مولانا یعقوب چرخی ؒ

آپ ؒ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت فرما کر آپ ؒ کو خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا۔ اور آپ ؒ نے ان کی خدمت میں رہ کر روحانی کمالات اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ ؒ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ ؒ نے علوم ظاہری یعنی فقہ، حدیث و تفسیر و اصول وغیرہ ہرات اور مصر میں حاصل کئے۔

صلاح الدین نقشبندی مجددی لکھتے ہیں کہ آپ ؒ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت عثمان بن محمد الغزنوی تھا۔ اور آپ ؒ کا اصل وطن چرخ ہے جو کہ غزنی میں ہے اور چرخ نامی گاؤں میں آپ ؒ کی پیدائش ہوئی۔[1]

صلاح الدین نقشبندی مجددی لکھتے ہیں کہ آپ ؒ کی طبیعت بچپن ہی سے اولیاء اللہ کی طرف راغب تھی۔ جب آپ ؒ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو اس وقت خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبندی بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا بہت شہرہ تھا۔ آپ ؒ بیعت ہونے کی غرض سے بخارا شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ ؒ کی ملاقات ایک مجذوب سے ہوئی۔ اس نے آپ ؒ کو دیکھ کر فرمایا کہ جس کام کے لئے آپ جا رہے ہیں دیر نہ کریں اور آپ انشاء اللہ مقبول بارگاہ الٰہی ہوں گے۔ اس کے بعد اس مجذوب نے زمین پر چند لکیریں کھینچیں۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی ؒ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ لکیریں طاق ہوں گی تو انشاء اللہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گا۔ چنانچہ جب آپ ؒ نے ان لکیروں کو گنا تو وہ طاق تھیں۔ جب آپ ؒ بخارا شریف پہنچے تو آپ ؒ نے قرآن شریف سے فال نکالی تو اول سطر میں اس آیت کریمہ پر نظر پڑی۔ اولئک الذین ھدی اللّٰہ و فبھداھم اقتدہ ترجمہ۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس ان کی ہدایت کی تم پیروی کرو۔ (پارہ 7 سورہ الانعام، ع

15۔ آیت (۹) پس آپؒ بہت خوش ہوئے اور اس کو اچھا اشارہ سمجھ کر حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا میں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتا۔ آج رات کو استخارہ کروں گا اور جیسا حکم ہو گا ویسا عمل کیا جائے گا۔ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رات مجھ پر بہت ہی تنگ گزری۔ کیونکہ اس میں میری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ خدا جانے کیا حکم ہوتا ہے۔ قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ صبح کی نماز میں نے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کی۔ آپؒ نے تبسم فرما کر کہا۔ مبارک ہو۔ تجھے ہم نے قبول کر لیا۔ بعد ازاں آپؒ نے مجھے بیعت فرما کر اپنے خلیفہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا اور میری باقی ماندہ تربیت انہی سے ہوئی۔ اس کے بعد آپؒ نے چند روز مجھے اپنی صحبت میں رکھ کر سفر کی اجازت عطا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم کو ہم سے ملا ہے۔ اس کو مخلوقات تک پہنچاؤ۔ پھر آپؒ نے تین مرتبہ باآواز بلند فرمایا کہ تیرے سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ سے ہو گی۔ ان کی صحبت کو لازم رکھنا۔ چنانچہ میں دست بوسی کر کے وہاں سے روانہ ہوا اور علاقہ کیش میں پہنچا۔ وہاں آپؒ نے لوگوں کو ذکر خداوندی کی تلقین کرنا شروع کی۔ جلد ہی بہت سے لوگ آپؒ کے معتقد ہو گئے۔ آپؒ ابھی وہاں قیام پذیر تھے کہ آپؒ کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پہنچی۔ آپؒ بہت ہی غمگین اور پریشان ہوئے۔ اس کے بعد آپ تکمیل درجات کے لئے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی حیات تک وہیں رہے۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ میں شام کے وقت اپنے مسکن فتح آباد شیخ عالم سیف الحق والدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ میں مشغول تھا کہ دفعۃً اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا قاصد آیا اور بے قراری پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں کوشک ہندوان (قصر عارفاں) میں جو حضرت خواجہ بزرگ" کا مسکن تھا پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ راہ میں میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپؒ کمال لطف و عنایت کے ساتھ پیش آئے اور نماز مغرب کے بعد مجھ کو شرف ملاقات بخشا۔ مجھ پر اس قدر ہیبت طاری ہو گئی کہ

میری مجال نہ تھی کہ آپؒ کی طرف دیکھ سکوں۔ آپؒ نے فرمایا علم دو ہیں۔ ایک قلب کا علم اور یہ علم نبیوں اور رسولوں کا علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم ہے۔ اور یہ بنی آدم پر حجت ہے۔ امید ہے علم باطن سے تجھے حصہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ "جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو۔ کیونکہ وہ تمہارے دلوں کے جاسوس ہیں۔ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں۔" اس کے بعد میں ایک عرصہ دراز تک حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس حاضر رہا۔ یہاں تک کہ آپؒ نے مجھ کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت فرمائی اور فرمایا جو کچھ ہم نے تم کو پڑھایا ہے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا اور مجھ کو رخصت کرتے وقت تین بار فرمایا۔ "ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔" ان الفاظ سے مجھ کو بڑی امید اور تقویت ہو گئی۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ "جب کوئی چیز اللہ کے حوالے کی جاتی ہے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کی صحبت میں فیض باطنی کی تکمیل کی اور کامل و مکمل ہو کر مسند ارشاد پر بیٹھے۔ آپؒ بہت صاحب کرامت تھے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ آپ سے بیعت ہونے کے لئے گئے تو انہوں نے آپؒ کے چہرے پر کچھ داغ دھبے دیکھے۔ جس سے ان کے دل میں قدرے کراہت پیدا ہوئی۔ تو اچانک آپؒ ان کے سامنے ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہو گئے کہ بے اختیار ان کا دل آپؒ کی طرف مائل ہو گیا اور بیعت ہو گئے اور تعلیمات نقشبندیہ حاصل کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احرارؒ سے فرمایا۔ اے عبید اللہ احرارؒ میرے بارے میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اے یعقوبؒ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جو کوئی تجھ سے مرید ہو گا وہ میرا مرید ہو گا۔

اگرچہ آپؒ کی ظاہری بیعت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے تھی مگر آپؒ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس طرح آپؒ کو دو مقدس ہستیوں سے فیض پہنچا۔ آپؒ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔

آپؒ اعلیٰ درجے کے محقق اور بے مثال مفسر تھے۔ آپؒ نے قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر بھی تصنیف فرمائی ہے جو کہ تصوف کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور آپؒ نے اس میں اسرار و معارف کے دریا بہا دیئے ہیں۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے اور اس کا نام "تفسیر یعقوب چرخیؒ" ہے۔ حضرت شیخ زین العابدین خوانی رحمتہ اللہ علیہ آپؒ کے ہم سبق تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب چرخیؒ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ آپ کی بیان کردہ تعبیر ہو بہو درست نکلتی تھی۔ آپؒ بعض اوقات مجلس میں بیٹھے بیٹھے غائب ہو جاتے اور پھر ظاہر ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

چوں غلام آفتابم ہمہ آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ۔ جب میں آفتاب کا غلام ہوں تو ہمیشہ آفتاب ہی کی بات کروں گا نہ میں رات ہوں۔ نہ رات کا پوجا کرنے والا کہ **خواب** کی بات کروں۔

حکیم سید امین الدین احمد لکھتے ہیں کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ:۔

"جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عالم طبیعت کی طرف رجعت قہقری کرتا ہے اور راہ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔"

آپؒ نے پانچویں ماہ صفر بروز سوموار 851ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک شہر ملغتون میں ہے۔

کلمات قدسیہ

(1) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا بیان ہے کہ مولانا یعقوب چرخی شیخ زین الدین خوانی کے ساتھ ملک مصر میں مولانا شہاب الدین میرائی کی خدمت میں ہم سبق رہے ہیں۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ شیخ زین الدین حل و قائع اور خوابوں کے تعبیر کا شغل رکھتے ہیں۔ اور اس بارے میں اہتمام تمام رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ہاں۔ درست ہے۔ پھر آپ ایک ساعت بے خود ہو گئے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ساعت بساعت بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو آپ نے یہ

بیت پڑھی۔

چو غلام آفتابم ہمہ آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(2) فرماتے تھے کہ شہر ہرات کے اوقاف میں سے تین جگہ کے سوا کوئی چیز نہیں کھا سکتے۔ یعنی عبداللہ انصاری قدس سرہ کی خانقاہ میں اور خانقاہ ملک میں اور مدرسہ غیاثیہ میں ہیں۔ ان تینوں کے سوا کوئی اور جگہ کہ جہاں وقف میں شک نہ ہو نہیں ہے۔ اسی واسطے ماوراالنہر کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اپنے مریدوں کو ہرات کے سفر سے منع کیا ہے کیونکہ وہاں حلال کم ہے۔ جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو عالم طبیعت کی طرف رجعت قہقری کرتا ہے اور راہ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے اخیر دو پاروں کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کے مطالعہ سے بڑا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ رسالہ انسیہ بھی آپ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے حالات درج کئے ہیں۔ (رسالہ انسیہ۔ نفحات۔ رشحات)

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ

ابتدائی حالات و انتساب

حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے نائب مطلق۔ خلیفہ اول اور آپ کے داماد تھے۔ شروع ہی سے آپ کی طبیعت فقیری کی طرف مائل تھی۔ چنانچہ ان کے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہو گئے۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جب کہ آپ سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ جب علاؤ الدین بالغ ہو جائے تو مجھ کو خبر کرنا۔ چنانچہ جب آپ بالغ ہو گئے تو حضرت خواجہ بہ نفس نفیس اس مدرسہ میں تشریف لے گئے جہاں علاؤ الدین پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت آپ اینٹ کا تکیہ بنائے ٹوٹے بوریہ پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کو دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کو اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آج میری لڑکی بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم کو منظور ہو تو میں تمہارے ساتھ اس کا عقد کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے واسطے یہ سعادت ہے۔ لیکن میرے پاس سامان کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی قطعاً فکر مت کرو میری لڑکی کی قسمت میں جو رزق مقرر ہے۔ وہ اس کو خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے آپ اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت خواجہ علاؤ الدین کے ساتھ کر دیا۔

اس کے بعد آپ پابندی کے ساتھ حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر رہتے تھے آپ بھی ان کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور مجلس میں اپنے پاس بٹھاتے تھے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جب بعض مقربین نے اس خاص توجہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کے نفس کا بھیڑیا ان کی گھات میں ہے۔ میں ان کو اس لئے اپنے پاس بٹھاتا ہوں۔ تاکہ بھیڑیا ان کو نہ کھا جائے۔ چنانچہ آپ کی توجہ خاص سے حضرت علاؤ الدین بہت جلد پایہ کمال کو پہنچ گئے اور حضرت خواجہ نقشبند

نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اکثر طالب علموں کی تربیت ان کے سپرد کر دی اور فرمایا۔ علاؤ الدین نے میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین کے طریقہ کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے۔

کرامات

ایک مرتبہ بخارا میں علماء کے درمیان رویت باری تعالیٰ کے متعلق بڑا مباحثہ ہوا۔ بالآخر جب کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو سب نے بالاتفاق حضرت خواجہ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ آپ نے منکرین رویت سے کہا کہ تم تین دن خاموشی کے ساتھ باوضو ہمارے پاس بیٹھو۔ ہم تین دن کے بعد فیصلہ دیں گے۔ تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر لوٹنے لگے۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگے کہ ہم رویت حق پر ایمان لے آئے اور اس کے بعد ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہے۔

اقوال و فرمودات

ریاضت کا مقصد ہے تعلقات جسمانی کی کلی طور پر نفی کرنا اور عالم ارواح اور عالم حقیقت کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا اور سلوک کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے ان تعلقات سے جو راہ میں موانع پیش آئیں۔ ان سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے۔ جس تعلق سے گزر جائے وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ تعلق اس کی راہ میں حائل اور مانع نہیں ہوا۔ اور اس پر غالب نہیں آیا۔ اور جس تعلق میں وہ رک جائے اور اس سے اس کو وابستگی ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ تعلق اس کے راستہ میں حائل اور مانع ہو گیا ہے' اس رکاوٹ کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فرمایا جب آدمی اپنے اندر رضا کی طرف میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر عدم رضا کی طرف اپنا میلان دیکھے تو تضرع و زاری اختیار کرے اور صفت استغنائی سے ڈرے۔ فرمایا ہم تشیلی؛ خلق سے ہم تشیخی حق بہتر ہے۔ فرمایا اکابرین کی قبور کی زیارت سے۔ مقصود

پہ ہونا چاہیے کہ توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور ان کی روح کو وسیلہ سمجھے اور یہی حال خلق کے ساتھ تواضع کرنے کا ہے۔ اگرچہ ظاہری توجہ خلق کی تواضع کی طرف ہو لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ فرمایا رسم عادت کو چھوڑو۔ خلق کی جو رسم و عادت ہے اس کے خلاف کرو۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم عادت و بشریت کے توڑنے کے واسطے تھی۔ فرمایا تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سنت موکدہ پر مداوت اختیار کرو۔

وصال

20 رجب 802ھ کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کمال و انواع اقسام کی مہربانی فرمائی ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جو شخص چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہو گا وہ بخشا جائے گا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ جلانیاں میں ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ

آپ کا اسم گرامی بہاؤ الدین لقب نقشبند' آپ سادات بخارا میں سے ہیں۔ ولادت باسعادت 6 محرم الحرام 718ھ میں قصر عارفان (شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر) میں ہوئی۔ قصر عارفاں کا پہلا نام کوشک ہندواں تھا۔ جو حضرتؒ کی برکت سے قصر عارفاں بن گیا۔

حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد حکیم ترمذی قدس سرہ' جن کو اللہ پاک نے علم لدنی دیا تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ کے ظہور سے چار سو سال پہلے آپ کے ظہور کی بشارت دی تھی کہ "چار سو سال بعد بخارا میں ایک مجذوب پیدا ہو گا کہ دنیا جہاں اس کی ولایت کا حصہ ہو گا۔"

حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کی ولادت سے پہلے ہی بشارت دی اور بعد ولادت تیسرے ہی دن آپ کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور امیر کلالؒ کو آپ کی تربیت کی وصیت فرمائی۔

ایک روز حضرت خواجہ نقشبند اکیلے بیٹھے تھے۔ ناگاہ آپ کے کان میں آواز آئی کہ اے بہاؤ الدین کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو سب کی جانب سے منہ پھیر کر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو۔ یہ آواز سن کر حضرت خواجہؒ کی حالت بے قرار ہو گئی اور وہاں سے نکل کر اسی وقت اندھیری رات میں ایک نہر پر گئے۔ کپڑے دھوئے اور غسل فرمایا اور کمال شکستگی سے دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں کہ پھر ویسی نماز پڑھوں مگر میسر نہیں ہوئی۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ کو سخت انقباض ہوا اور چھ ماہ تک رہا۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ دولت باطنی میری قسمت میں نہیں ہے۔ لاچار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دنیا کا کوئی کام اختیار کروں۔ راستے میں ایک مسجد کے دروازہ پر یہ شعر لکھا ہوا نظر پڑا۔

اے دوست بیا کہ ما ترائیم
بے گانہ مشو کہ آشنائیم

اس شعر کو دیکھ کر تمام حال واپس آ گیا اور مسجد کے اندر گوشہ نشینی اختیار کی اور فرمایا کہ جس زمانہ میں بے قراری تھی۔ راتوں کو بخارا کے گرد مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ وہاں سے پیران عظام کی طرف سے بہت استفادہ ہوا۔ اس کے بعد آپ حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نفی اثبات کے طریق ذکر میں مشغول رہے اور مدت تک یہی ورزش کی۔ روایت ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں جا رہا تھا کہ راستے میں حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کے روپ میں نظر آئے۔ ہاتھ میں ایک لکڑی گلہ بانوں کی طرح لئے ہوئے اور کلاہ پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور ترکوں کی زبان میں مجھ سے کہا کہ تم نے گھوڑوں کو دیکھا ہے۔ اور اس لکڑی سے مجھ کو مارا میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ اور انہوں نے چند مرتبہ میرا راستہ روکا اور کہا۔ کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں نے کہا کہ میں تجھ کو جانتا ہوں کہ تم خضرؑ ہو۔ اور ایک مقام تک وہ میرے پیچھے آئے اور کہا کہ ٹھہر جاؤ کچھ دیر پاس بیٹھیں۔ میں نے التفات نہ کیا اور اپنی راہ چلتا گیا۔ جب حضرت امیر کلالؒ کے پاس پہنچا۔ دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ راستہ میں حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی اور کچھ التفات نہ کیا۔ میں نے کہا "جی ہاں! چونکہ میں آپؒ کی طرف متوجہ تھا ان کی طرف التفات نہ کر سکا۔"

اور فرمایا ہمارے خواجگان کی نسبت چار وجہ سے ہے۔ ایک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے دوسرے حضرت جنید بغدادیؒ سے تیسرے حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ جو ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ پہنچی۔ چوتھے جو ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے ہوئے بیٹھے دیکھا۔ فرمایا "ذکر اس طرح کرنا چاہئے کہ اہل مجلس میں سے کوئی نہ معلوم کرے اور فرمایا کہ حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔"

اور فرمایا کہ ذکر رفع غفلت کا نام ہے۔ جس وقت غفلت رفع ہو گئی تو ذاکر ہے اگرچہ ساکت ہی ہو کہ رعایت وقوف قلب ہر حال میں چاہئے۔ یعنی کھانے میں، بات کرنے میں، سننے میں، چلنے میں، خرید و فروخت میں، عبادت میں، نماز میں، قرآن

شریف کی تلاوت کرنے میں، لکھنے میں، پڑھنے میں، وعظ فرمانے میں کسی ایک حالت
میں بھی غافل نہ ہو کہ مقصود حاصل ہو۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر بقدر ایک پلک جھپکانے کے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل
ہو گا تو باقی طول عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔ باطن کا آگاہ رکھنا نہایت مشکل
ہے۔ لیکن عنایت حق تعالیٰ و تربیت خاصاں جلد میسر آ جاتا ہے۔

اور فرمایا کہ ہمارا طریقہ اتباع سنت پیغمبر علیہ السلام و اقتداء آثار صحابہ کرامؓ ہے۔
اور فرمایا کہ مجھ کو براہ فضل لائے ہیں۔ اور آخر تک میں نے فضل الٰہی ہی دیکھا ہے۔
اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا۔ اور فرمایا میرے طریقہ میں تھوڑا عمل زیادہ ہے۔ لیکن
متابعت شرط ہے اور فرمایا ہمارا طریقہ صحبت ہے۔ خلوت یا گوشہ نشینی شہرت ہے۔ اور
شہرت میں آفت ہے۔

جس وقت کسی خدا کے دوست کی صحبت میں شامل ہو اپنے حال کو معلوم کرے
کہ کیسا ہے اور پھر کچھ مدت کے بعد اس گذشتہ حال سے موازنہ کرے۔ اگر اپنے میں
کچھ ترقی یا اصلاح دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے۔ اور فرمایا محاسبہ یہ ہے کہ سالک
ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے۔ اگر نقصان پائے تو اس کا تدارک
کرے اور اگر ترقی پائے تو اس کا شکریہ ادا کرے اور اس عمل میں کوشش کرے کہ
زیادہ ہو اور فرمایا کہ جو شخص اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اس کو دوسرے سے
التجا کرنا شرک خفی ہے۔ اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے۔ اور خاص کو نہیں۔
اور فرمایا متوکل کو چاہئے کہ اپنے توکل کو اپنے احباب میں پوشیدہ رکھے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت خواجہؒ سے کرامت طلب کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ
کرامت ظاہر ہے۔ باوجود اس قدر گناہوں کے زمین پر چلتا پھرتا ہوں اور دھنس نہیں
جاتا۔ جب حضرت خواجہؒ حج بیت اللہ کو گئے حاجیوں نے روز عید قربانی کی۔ آپؒ نے
ارشاد فرمایا کہ ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کیا۔ جب آپؒ بخارا واپس تشریف لائے تو
معلوم ہوا کہ روز عید قربانی آپؒ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا۔

اور فرمایا درویش کو چاہئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ جو شخص بلا حال کہتا ہے
وہ اس حال کو نہیں پہنچتا۔ فرمایا ضروری نہیں کہ جو دوڑے اس کو گیند مل جائے۔ مگر

ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ (کوشش دوام کی طرف اشارہ ہے)

فرمایا "جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے۔ اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔"

ایک دفعہ حضرت خواجہؒ کے ساتھ شیخ شمس الدین کلال خلیفہ سید امیر کلال قدس سرہ ایک ندی کے کنارے بیٹھے تھے تو باتوں باتوں میں بزرگان کے تصرف کا ذکر آیا۔ شمس الدین کلال نے فرمایا "بے شک اولیاء اللہ سے تصرفات ہوئے ہیں۔ کیا اس زمانہ میں بھی کوئی بزرگ ہیں۔ جن سے ایسے حالات ظہور میں آتے ہیں۔"

حضرت خواجہؒ نے فرمایا "ہاں ایسے بزرگ بھی ہیں جو اس ندی کو اشارہ کر دیں تو الٹی بہنے لگے۔" حضرت خواجہؒ نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ ندی الٹی بہنے لگی۔

شیخ شمس الدین اور دوسرے حاضرین نے تعجب کے ساتھ حضرت خواجہؒ کو بتایا کہ ندی الٹی طرف چلنے لگی ہے۔ تو آپ نے ندی کو فرمایا۔ "میں نے تمہیں تو نہیں کہا۔" چنانچہ ندی بدستور سیدھی چلنے لگی اور حاضرین نے حضرت خواجہؒ کے کمال ولایت اور تصرف کا اعتراف کیا۔

وفات

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت ہم سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ انوار ظاہر ہوئے۔ نفس آخر میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا سن شریف تہتر سال کا تھا۔ بتاریخ 3 ربیع الاول بروز دو شنبہ 791ھ انتقال فرمایا۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھیں۔

مفلسا نیم آمدہ دور کوئے تو

شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما

آفرین بردست و بربازوئے تو

آپ کا شجرہ نسب پچیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

کرامات

آپ کی کرامات بیشمار ہیں۔ آپ سے اکثر کرامات اور خرق عادات باتیں ظہور پذیر ہوتی تھیں۔ آپ کے ایک مخلص کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں دشت قبچاق کی طرف ایک لشکر نے حملہ کر کے بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ تو میرے بھائی کو بھی قید کر کے لے گئے۔ میرے والد بیٹے کی جدائی کے غم میں سخت پریشان تھے۔ مجھ سے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر تو میری رضا مندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کو دشت قبچاق میں جا کر تلاش کر۔ چونکہ مجھ کو حضرت خواجہ نقشبندؒ سے عقیدت تھی۔ اور اکثر مہمات میں انہی کی طرف رجوع کیا کرتا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک درہم بطور نذرانہ پیش کیا۔ جس کو آپ نے قبول فرمایا مگر بعد میں مجھ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس کو اپنے پاس رکھنا اس میں بڑی برکتیں ہوں گی۔ جس وقت سفر میں تم کو کوئی مہم پیش آ جائے تو ہماری طرف متوجہ ہونا۔ میں حسب ارشاد روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت میں بڑا فائدہ ہوا اور بغیر کسی دشواری کے میرا بھائی مجھ کو خوارزم میں مل گیا۔ قیدیوں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں بہت لوگ سوار تھے۔ ناگاہ باد مخالف چلنے لگی اور کشتی کے ڈوبنے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے فریاد کرنا شروع کر دی۔ اسی پریشانی کے عالم میں میرے کان میں کسی کی آواز آئی۔ اسی وقت مجھ کو حضرت خواجہ کا فرمان یاد آ گیا۔ کہ جس وقت تم کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا۔ میں نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ کے دربار میں ایک شخص مچھلی پکا کر لایا۔ اور اس وقت جماعت درویشاں بھی موجود تھی۔ جن میں ایک جوان عابد و زاہد روزہ دار تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ تین بار فرمایا اس نے برابر انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کہ دور افتادہ ہے۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت سلطان العارفین بایزیدؒ کے وقت بھی ہو چکا ہے۔ آخر الامر وہ جوان بوجہ بے ادبی کے سخت ذلیل و خوار ہوا۔

مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

نقل ہے کہ خواجہ شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو ہریسہ لایا گیا۔ آپ نے
تناول فرمایا۔ اتنے میں ایک درویش حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا آؤ کھاؤ۔ اس نے نفلی
روزہ رکھا تھا۔ عذر کیا۔ آپ نے فرمایا' مارا از در فضل در آور دند وظیفہ ما اوائے فرض
وواجب و سنت است درویش بے متابعت دریا بندہ نسبت مانسبت۔ اس طریقہ کو پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر مناسبت تامہ ہے کہ حضرت امام العارفین عاشق
حقانی واقف اسرار نہانی حضرت مولانا جامی علیہ الرحمتہ سلسلۃ الذہب میں لکھتے ہیں۔

رو مکہ کہ در یثرب و بطحا زوند نوبت آخر بہ بخارا زوند

یعنی انوار وفیوض جو مدینہ طیبہ میں ملتے ہیں اس کے بعد وہی انوار و برکات بخارا شریف
سے ملا کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ آپ سے کسی نے کرامت طلب کی تو آپ نے جواب دیا کہ میری
یہی کرامت ہے کہ باوجود اس قدر گنہگار ہونے کے مجھے نہ زمین نگل لیتی ہے نہ آسمان
سے کوئی عذاب اترتا ہے اور میں چلتا پھرتا ہوں۔ سچ ہے سچ "تنمد شاخ پر میوہ سر برزمین
" آپ سے دوبارہ سماع کا سوال کیا گیا تو جناب نے جواب دیا کہ نہ ایں کاری کنم و
نہ انکار میکنم۔ سماع سے مراد یہ سماع نہیں جو کہ فی زمانہ مروج ہے۔ بلکہ اس سماع
کا ذکر ہے جس کی تشریح امام غزالی نے احیاء علوم میں تحریر فرمائی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک خاص حالت میں ایک شخص محمدؐ زاہد نام سے کہا کہ مر
جاؤ۔ وہ مرگئے۔ پھر اشارہ غیبی فرمایا کہ زندہ ہو جاؤ اور وہ زندہ ہو گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص رات کو اپنے محبوب کے بوس و کنار میں
مشغول رہا۔ صبح کو آپ کے پاس آ کر اظہار اشتیاق صحبت درویشاں کیا۔ آپ نے
جواب دیا کہ رات کو تو یہ کام کرو اور دن کو ہم سے یوں کہو۔ وہ شخص از حد شرمندہ
ہوا۔

کلمات قدسیہ

(۱) اس راستے میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے تئیں کم سمجھنا بڑا کام ہے مقصد حقیقی کی دولت کا حاصل ہونا قبولیت پر موقوف ہے۔ میں نے اس معاملہ میں موجودات کے طبقوں میں سے ہر طبقہ کی سیر کی۔ اور اپنے آپ کا ذروں میں سے ہر ذرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ میں نے سب کو حقیقت میں اپنے آپ سے بہتر دیکھا یہاں تک کہ میں نے فضلات کے طبقہ کی بھی سیر کی۔ اور ان میں فائدہ دیکھا۔ مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کتے کے فضلہ تک پہنچا۔ مجھے خیال ہوا کہ اس میں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ایک مدت میں نے اپنے تئیں اس خیال پر برقرار رکھا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے۔ غرض مجھے تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ مجھ میں کسی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

از ہیچ کسی خویشتن بے خبرم — میں اپنی قدری سے بے خبر ہوں
از ہیچ سگے بہ نیم الا بترم — میں کسی کتے سے اچھا نہیں مگر بدتر ہوں
ہر چند بحال خویش می نگرم — میں ہر چند اپنے حال پر غور کرتا ہوں
یک حبہ نیرزد و ز قدم تا بسرم — میرے سر سے قدم تک ایک حبہ قدروقیمت نہیں رکھتا۔

(2) ایک دن ایک لڑکا گھر سے نکلا۔ قرآن شریف اس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا تو یہ آیت کھلی۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید

اور ان کا کتا اپنے دو ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے۔ (سورہ کہف ۲ نیہ ۱۸)

(3) کبار اہل حقیقت کا قول ہے کہ اس راستے کا سالک اگر اپنے نفس کو سوبار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں جانتا وہ اس راستے میں نہیں ہے۔

(4) جن دنوں میں حضرت خواجہ شہر سرخس میں تھے۔ ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کا فرمان دکھایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں

درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگرچہ حضرت خواجہ کو ملوک و سلاطین کی ملاقات کی عادت نہ تھی۔ لیکن اس سبب سے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کی طرف متوجہ ہوتا تو اس ولایت کے باشندوں پر دشوار ہوتا۔ حضرت خواجہ بذات خود ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے۔ وہاں بڑا ہجوم تھا۔ اور مملکت ہرات کے اعیان و ارکان اور نوکر چاکروں کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔ بادشاہ نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے۔ خواجہ نے جواب دیا کہ نہیں۔ بحکم جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین ایک جذبہ پہنچا اور میں اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور۔ سماع خلوت ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے خاندان کا قول ہے کہ خلوت درانجمن چاہیے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت درانجمن کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
اینچنیں زیبا روش کم مے بود در جہاں

بادشاہ نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (سورہ نور۔ ع) وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں۔ اللہ کی یاد سے۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعضے مشائخ نے کہا کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت افضل ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ اسی نبی کی ولایت افضل ہے۔ اس کی نبوت سے۔

(5) اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حق سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور یہ ترک اختیار اور دید قصور کے سوا حاصل نہیں ہوئی۔

(6) ایک روز حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اس راستے کے سالکوں کے لئے ماسوا کے ساتھ تعلق نہایت بڑا حجاب ہے۔

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ ارشاد نماز حقیقی کے درجات کی طرف اشارہ ہے۔ بدیں طور کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت چاہئے کہ حضرت حق جل و علا کی اکبریت نمازی کے وجود میں حال ہو جائے اور اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ اس صفت کا کمال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے تانبے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی۔ (شمائل ترمذی)۔

(8) بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہئے۔

(9) حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے۔ یہ صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔

(10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آتش دوزخ سے میری امت کا نصیب ایسا ہے جیسا کہ آتش نمرود سے ابراہیمؑ کا نصیب تھا۔ اور نیز ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہو گی۔ ان حدیثوں میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔ امت تین قسم کی ہے۔ ایک امت دعوت جس میں سب شامل ہیں۔ دوسرے امت اجابت جو ایمان لائے ہیں۔ تیسرے امت متابعت جو ایمان لا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔

(11) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ مجھ میں اس وقت میں کوئی مقرب فرشتہ نہیں سماتا۔ اور نہ نبی مرسل۔ اس ارشاد کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملحوظ نہیں ہوتا۔ یہ حال مبتدی کا بھی بعض اوقات ہوا کرتا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ وہ حال مقرب فرشتہ اور مرسل کے حال سے اعلیٰ و اشرف ہوتا ہے۔

(12) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جو شخص ان کو احصا کرے۔ وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس ارشاد میں احصا کرنے کے معنی ایک یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کے ناموں کو شمار کرے۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان ناموں کو جانے۔ اور ایک معنی یہ ہیں کہ ہر نام کے متصف کے مواقف عمل کر سکے۔ مثلاً" جب رزاق کہے۔ تو روزی کا غم اس کے دل پر بالکل نہ گزرے اور جب متکبر کہے تو عظمت و کبریائی و بادشاہی کو خدا ہی کی ملک سمجھے۔

حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ جب ننانوے کا ذکر کیا گیا تو ایک کم سو کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ بطور تاکید کے اس واسطے مذکور ہوا کہ عرب کو حساب میں کچھ مہارت نہ تھی۔ اور نہ ان کو اس طرف توجہ تھی۔ اسی سبب سے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے دنوں کی تعداد بیان کرنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اٹھا کر اشارہ فرمایا۔ کہ مہینہ ایسا ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ اور تیسری بار انگلیاں اٹھائیں اور محسوس کرا دیا کہ مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اور زبان مبارک سے نہ فرمایا۔

(13) تیرا حجاب تیرا وجود ہے۔ دع نفسک و تعال۔ یعنی اپنے نفس کو دروازے پر چھوڑ اور اندر جا۔

از تو تا دوست رہ بسے نیست توئی   در رہ تو خاشاک و کسے نیست توئی

صحیح حدیث میں جو احاطتہ الاذی عن الطریق آیا ہے۔ اس سے وجود بشریت کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔ اور حدیث قدسی میں جو وارد ہے کہ۔

نفسک مطیتک فاروق بھا۔ تیرا نفس تیری سواری ہے۔ تو اس کے ساتھ نرمی کر۔

یہ نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ جو الا ما رحم ربی کی خلعت سے مشرف ہو گیا ہے۔

(14) ولایت ایک نعمت ہے۔ ولی کو چاہیے کہ جانے کہ میں ولی ہوں تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کروں۔ عنایت الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے۔ اس کو بحال خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اس کو بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے۔ خوارق عادات اور احوال و

bakhtiar2k@gmail.com

کرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔ افعال و اقوال میں استقامت درکار ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب حقائق تفسیر میں، آیت فاستقم کما امرت کی تفسیر میں ارباب حقیقت میں سے ایک سے نقل کیا ہے کہ تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب کرتا ہے۔ اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔

صوفیہ کرام کے اقوال میں سے ہے کہ اگر ولی باغ میں آئے اور درختوں کے ہر پتے سے یہ آواز آئے۔ یا ولی اللہ۔ تو چاہیے کہ ظاہر و باطن میں اسے اس آواز کی طرف کچھ التفات نہ ہو۔ بلکہ بندگی و تضرع میں اس کی کوشش ہر لحظہ زیادہ ہو۔ اس مقام کا کمال حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ خدا کا احسان و اکرام آپ پر جس قدر زیادہ ہوتا۔ اسی قدر آپ کی بندگی اور نیاز مندی اور مسکنت زیادہ ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے۔ "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

(15) گروہ صوفیہ کی تین قسمیں ہیں۔ مقلد، کامل۔ کامل مکمل۔ مقلد اس پر عمل کرتا ہے جو اپنے شیخ سے سن لیتا ہے۔ کامل فیض رسائی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ دوسروں کی تربیت سوائے کامل مکمل کے نہیں کرتا اور نہیں کر سکتا۔

(16) ہمارا طریقہ نوادر سے ہے۔ اور محکم دست آویز ہے۔ اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو پکڑنا اور آپؐ کے صحابہ کرام کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس راہ میں ہمیں بفضل الٰہی لایا گیا ہے۔ اول سے آخر تک ہم نے یہی فضل الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہے۔ مگر سنت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

(17) ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

(18) خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے۔ بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو جائیں۔

(19) مرشد کو چاہیے کہ طالب کے تینوں حال (ماضی۔ حال۔ مستقبل) سے باخبر ہو تاکہ اس کی تربیت کر سکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جس وقت خدا

تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی دوست کی صحبت میں ہو۔ اپنے حال سے واقف ہو اور صحبت کے زمانہ کا گذشتہ زمانہ سے مقابلہ کرے۔ پس اگر وہ نقصان سے کمال کی طرف کچھ تفاوت دیکھے۔ تو بحکم[1] اصبت فالزم اس بزرگ کی صحبت کو اپنے اوپر فرض جانے۔

(20) طریقہ سب ادب ہی ادب ہے۔ طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق سبحانہ کی نسبت ہے۔ اور ایک ادب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی اس کے حکموں کو بجالائے اور ماسوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے تئیں ہمہ تن آپ کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے۔ اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے۔ اور آپ کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب کا سر آپ کے آستان عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے۔ وہ اس جہت سے ہے کہ مشائخ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ پس درویش کو چاہئے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

(21) ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہئے۔ تاکہ موثر ہو اور اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔ تیر بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہئے تاکہ شایان حمایت ہو۔

(22) وقوف عددی علم لدنی[1] کا اول مرتبہ ہے۔

(23) لا الٰہ نفی الٰہیہ طبیعت ہے اور الا اللہ اثبات معبود حق۔ اور مقصود ذکر سے یہ ہے کہ ذاکر کلمہ توحید کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ بہت دفعہ کہنا شرط نہیں۔ اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے ماسوا بالکل نفی ہو جائے۔

(24) وقوف زمانی جو سالک کا کار گزار ہے۔ یہ ہے کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے کہ ہر زمانہ میں اس کا حال کیسا ہے۔ موجب شکر ہے یا موجب عذر خواہی۔

(25) سالکین خواطر شیطانی و نفسانی کے دور کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعض ایسے

ہیں کہ پیشتر اس کے کہ نفس و شیطان سے کوئی خطرہ و لمس آئے اسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اس کو دور کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جب کوئی خطرہ دل میں آتا ہے۔ تو اسے قرار پکڑنے سے پہلے دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں۔ مگر یہ چنداں مفید نہیں، ہاں اگر اس کے منشا اور اس کے انتقالات کے سبب کو معلوم کر لیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔

(26) راہ کہ جس کے ذریعے عارف مقصود حقیقی کو پا لیتے ہیں اور دوسرے محروم رہ جاتے ہیں۔ تین ہیں۔ مراقبہ۔ مشاہدہ۔ محاسبہ۔ خالق کی طرف دوام نظر اور مخلوق کی رویت کا نسیان مراقبہ کہلاتا ہے۔ یعنی سالک کو چاہیے کہ ہر وقت جناب احدیت کی طرف نظر رکھے اور تمام مخلوقات کی ہستی کی پیشانی پر نیستی و فنا و نسیان کا خط کھینچ دے۔ مراقبہ کا دوام نادر چیز ہے۔ اس گروہ میں سے کم ہیں جنہوں نے یہ بات حاصل کی ہے۔ ہم نے اس کے حصول کا طریق معلوم کر لیا ہے اور وہ نفس کی مخالفت ہے۔ مشاہدہ سے مراد ان واردات غیبیہ کا معائنہ ہے جو دل پر نازل ہوتے ہیں۔ چونکہ وارد جلدی گزرنے والا ہے اور قرار نہیں پکڑتا۔ ہم اس وارد کا ادراک نہیں کر سکتے۔ مگر صفت بسط و قبض سے جو ہم میں پیدا ہوتی ہے اسے معلوم کر لیتے ہیں۔ قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور بسط میں صفت جمال کا محاسبہ یہ ہے کہ ہر ساعت جو کچھ ہم پر گزرے اس کا حساب کریں کہ اس میں غفلت کیا اور حضور کیا ہے۔ اگر دیکھیں کہ سراسر نقصان ہے تو بازگشت کریں اور عمل کو از سر نو کریں۔ چونکہ راستہ ان تین میں منحصر ہے اور دوسرے لوگ اس کا غیر طلب کرتے ہیں۔ اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔

(27) جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین فرماتے تھے کہ اس سے حضرت خواجہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر موقوف ہے۔

(28) مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہت اور ہمارے آئینہ کی چھ جہت ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کلمہ قدسیہ کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح و نفس کے درمیان واسطہ ہے۔ اور دو جہت سے مراد جہت روح اور جہت نفس ہے۔ دوسرے طریقوں کے مشائخ جب مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو قلب کی دونوں جہت منکشف ہو جاتی ہیں اور دونوں مقاموں کے علوم و معارف جو مناسب قلب ہیں فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف حضرت خواجہ قدس سرہ کے طریق کے کہ اس میں آئینہ قلب کے لئے چھ جہت پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کا بیان یوں ہے کہ اس طریقہ علیہ کے اکابر پر یہ بات منکشف ہو گئی ہے کہ لطائف ستہ (نفس۔ قلب روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی) جو کلیتہ افراد انسانی میں ثابت ہیں وہ تنہا قلب میں بھی متحقق ہیں۔ چھ جہت سے حضرت خواجہ کی مراد لطائف ستہ قلب ہیں۔ پس باقی مشائخ کی سیر ظاہر قلب پر ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب میں ہے اور وہ اس سیر سے قلب کے بطن بطون میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور مقام قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف جو اس مقام کے مناسب ہیں منکشف ہو جاتے ہیں۔ رسالہ مبدا و معاد۔

(29) چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں۔ ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس سے حضرت خواجہ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں۔ جو حضرت لم یزل نے ان کو عطا کیا ہے۔ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ بے شک صواب و درست ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقدوس جو قطب اولیاء تھے فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی سیر آسمان و زمین کے تمام طبقات میں جاری تھی۔

(30) حضرت عزیزاں علیہ الرحمتہ الرحمٰن کا ارشاد ہے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکور کے وقت حضرت عزیزاں دستر خوان پر تھے۔ اسی کے مناسب یہ فرما دیا۔ اور حضرت خواجہ نے بغت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

(31) اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے۔ اسے پہچاننا چاہیے کہ یہ کہاں سے ہے۔

(32) حدیث میں ہے الکاسب حبیب اللہ۔ یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ اس حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔

(33) جو شخص اپنے تئیں بحیثیت خود حضرت حق تعالیٰ و تقدس کے سپرد کرے۔ اس کا غیر حق جل و جلالہ سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کے لئے معاف ہے۔ مگر خواص کے لئے معاف نہیں۔

(34) متوکل کو چاہئے کہ اپنے تئیں متوکل خیال نہ کرے۔ اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔

(35) حق تبارک و تعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی کے لئے موجود کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت طلب کرتے ہیں۔

(36) اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے۔ کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

(37) اہل اللہ بار خلق اس لئے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے۔ اس لئے کہ کوئی دل ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظر عنایت اس کی طرف نہ ہو۔ خواہ وہ دل اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اس دل سے ملے گا۔ اس نظر الٰہی سے اس کو فیض پہنچے گا۔

صد سفرہ بدشمن کشد طالب مقصود
باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

(38) تو شمع کی طرح بن۔ تو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بدیں معنی کہ تو دوسرے کو روشنی پہنچائی۔ اور شمع کی طرح نہ بن۔ بدیں معنی کہ تو اپنے تئیں تاریکی میں رکھے۔

(39) جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہے۔ ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

(40) اس راستے میں صاحب پندار و تکبر کا کام نہایت مشکل ہے۔

(41) درویش کو چاہئے کہ جو کچھ ہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اس میں نہیں۔ حق تعالیٰ کبھی اس کو اس حال کی سعادت نہ بخشے گا۔

(42) یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے۔ مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

(43) حضرت پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے مرتفع ہے۔ مگر مسخ باطن باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن۔ لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

(44) اولیاء کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے۔ لیکن وہ بغیر اجازت کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے۔ ''اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔''

(45) ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعال خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے اس میں ہم درمیان نہیں۔ یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطے سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

(46) درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔

تادریں خرقہ ایم از کس ما ہم ز نجیم وہم رنجانیم

(47) میں نے اکابر دین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ زبونی اور خواری۔

(48) درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہئے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اس سے ظاہر نہ ہو۔

(49) درویش اہل فقر ہیں۔ آئندہ پر نہیں چھوڑتے۔

امروز بیں بدیدہ باطن جمال دوست اے بیخبر حوالہ بفرداچہ مے کنی

الصوفی ابن الوقت اشارہ اسی صفت کی طرف ہے۔

خردمند زانکس حتبرا کند کہ اوکار امروز فردا کند

(50) حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ کوئی علم منطق پڑھے۔ تو کس نیت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

(51) جس شخص کی قابلیت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہو گیا۔ اس کا معاملہ دشوار ہے۔ سوائے اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے درست نہیں ہو سکتا۔

جز صحبت عاشقان مستاں مپسند   دل در ہوس قوم فرو مایہ مبند
ہر طائفہ ات بجائے خویش کشند   چغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

(52) خواجہ مسافر خوارزمی کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ کی صحبت میں بہت رہا کرتا تھا۔ اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال و دفاف کو حاضر کریں۔ اور حضرت خواجہ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہو جائیں۔ دیکھیں حضرت خواجہ کیا فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور گانے بجانے والوں کو لے آئے۔ حضرت خواجہ اس مجلس میں بیٹھے اور کسی طرح منع نہ فرمایا۔ اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے۔

(53) بندہ کے اختیار کے ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے۔ تاکہ اگر کوئی عمل رضائے حق سبحانہ کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے۔ تو شرم کے مارے عذر و انابت میں مشغول ہو جائے۔ اور اگر رضائے حق تعالیٰ کے موافق اور اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر کرے۔

(54) مشائخ کا قول ہے۔

المجاز قنطرة الحقیقه مجاز حقیقت کا پل ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں۔ جب تک سالک ان سے نہ گزرے گا۔ حقیقت کو نہ پہنچے گا۔

(55) اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو چاہئے کہ حتی المقدور صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں حکمت اس پر ظاہر ہو جائے۔ اور اگر صبر کی طاقت نہیں اور مبتدی ہو تو شیخ سے دریافت کر لے۔ کیونکہ اس کے لئے سوال جائز ہے۔ اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو سوال نہ کرے۔

(56) ماوراالنہر کے بڑے بڑے اہل اللہ میں سے ایک نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ سیرو سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مقصود معرفت تفصیلی ہے۔ اس بزرگوار نے پھر دریافت کیا کہ معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ معرفت تفصیلی سے مراد یہ ہے کہ حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بطریق اجمال قبول کیا گیا ہے اسے بطریق تفصیل پہچانا جائے۔ اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف و عیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے۔

(57) حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ بلا اور بلوائے میں کیا فرق ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بلا بہ نسبت ظاہر ہے اور بلوئے بہ نسبت باطن۔

(58) حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کر لے وہ کیا کرے۔ فرمایا کہ اگر اس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے۔ پس وہ حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرے۔ اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے صبرو رضا مطلوب ہے۔

(59) خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ احادیث قدسیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس نے مجھے دوست رکھا میں نے اسے ابتلا میں ڈالا"۔ یہ بات ظاہر ہے کہ وظیفہ محبت کو لازم ہے کہ محب محبوب کا جویاں ہو۔ محبوب جس قدر زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اس کی طلب کی راہ میں بلا زیادہ ہوتی ہے۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالتماب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو فقر کے لئے تیار رہو۔ ایک اور شخص نے عرض کیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بلا کے لئے تیار رہ۔

(60) حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا گیا۔ کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ کہ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلہ میں نفی ہے۔ اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں۔ اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دور رکھے گئے ہیں۔

(61) حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات و احوال عمل کی بصیرت و شناخت ہوتی ہے۔ وہ کہاں سے ہے۔ فرمایا کہ اس نور کی فراست[2] سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ "تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

(62) لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم روئے زمین پر چل رہے ہیں۔

(63) مرید سے احوال کا ظاہر ہونا شیخ کی کرامت ہے۔

(64) حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ کے جنازہ کے آگے کونسی آیت پڑھیں۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بیت پڑھنا۔

چیست ازیں خوبتر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ پڑھنا بڑا کام ہے۔ تم ہمارے جنازہ کے آگے یہ بیت پڑھنا۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

(65) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا بیان ہے۔ کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و کرامتہً و ہیبتہً دو شخصوں کو دیکھا۔ ایک نہایت بلند ہمت دوسرا نہایت پست ہمت۔ پست ہمت وہ تھا۔ جسے میں نے طواف میں دیکھا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور ایسی شریف جگہ اور ایسے عزیز وقت میں حق سبحانہ کے سوا کچھ اور مانگ رہا ہے۔ بلند ہمت وہ جوان تھا جسے میں نے بازار منیٰ میں دیکھا کہ کم و بیش پچاس ہزار دینار کا سودا خرید و فروخت کیا اور اس عرصہ میں اس کا دل ایک لمحہ حق سبحانہ سے غافل نہ ہوا۔

(66) حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ بعضے مشائخ کا ارشاد ہے کہ

الصوفی غیر مخلوق (صوفی غیر مخلوق) اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات صوفی کے لئے ایک وصف و حال ہوتا ہے کہ وہ نابود ہوتا ہے۔ مشائخ کا یہ قول اسی وقت کی نسبت ہے۔ ورنہ صوفی مخلوق ہے۔

(67) حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ صوفیہ کرام کا قول ہے کہ فقیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس قول سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے کی حاجت کی نفی ہے۔ حسبی من سوالی علمہ بحالی۔ اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

(68) حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اذا تتم الفقر فھو اللہ کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بندہ کی فناہ و نیستی اور اس کی صفات کے محو ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(69) یہ جو مشائخ کا قول ہے کہ "عارف کی معرفت صحیح نہیں ہوتی جس وقت وہ خدا سے تفرع کرتا ہے۔" یہ بندہ کی ہستی اور اس کی صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

(70) ایک شخص نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے۔ اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت۔ اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ۔

(71) ہمارا روزہ ماسوا کی نفی اور ہماری نماز مقام مشاہدہ ہے۔ یہ رباعی آپ کی ہے۔

تا روئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
در بے تو بوم نماز من جملہ مجاز چوں باتو بوم مجاز من جملہ نماز

(72) بیس سال سے بفضل خدا ہم مقام بے صفتی سے مشرف ہیں۔

(73) حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہوتی ہے حاصل نہیں ہوتی۔

ساقی قدحے کہ نیم مستیم مخمور صباحی الستیم
مارا تو بنما جمال کہ تا ما باخویشتنیم بت پرستیم

(74) ہم فضلی ہیں۔ ہم دو سو آدمی تھے۔ جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا۔ مگر فضل الٰہی مجھ پر ہوا۔

(75) جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور سمجھا گیا وہ سب غیر ہے اور حجاب ہے۔ حقیقت کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

حضرت مجدد الف ثانی حضرت خواجہ کے اخیر کلمہ قدسیہ کو نقل کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "پس کثرت میں وحدت کا مشہود بھی شایان نفی ہو۔ اور جو کچھ شایان نفی ہے وہ اس جناب اقدس سے خفی ہے۔ حضرت خواجہ کے اس کلام نے مجھے اس شہود سے نکالا ہے۔ اور مشاہدہ و معاینہ کی گرفتاریوں سے نجات بخشی ہے۔ اور لباس علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ عنی خیر الجزاء۔ میں اس بات سے حضرت خواجہ کا مرید ہوں اور ان کا غلام ہوں۔ حق یہ ہے کہ اولیاء میں سے کم کسی نے ایسی عبارت کے ساتھ کلام کیا ہے اور تمام مشاہدات و معائنات کو اس طریق پر نفی کیا ہے۔ اس مقام پر حضرت خواجہ کے اس ارشاد ("خدا کی معرفت بہاؤ الدین پر حرام اگر اس کی ابتداء بایزید کی انتہا نہ ہو") کی حقیقت تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور انہوں نے سبحانی کے کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ مگر حضرت خواجہ نے ایک کلمہ لا سے بایزید کے تمام مشاہدات کی نفی کر دی اور سب کو غیر حق جل سلطانہ قرار دیا۔ حضرت بایزید کی تنزیہ حضرت خواجہ کے نزدیک تشبیہ ہے اور ان کا بیچون حضرت خواجہ کے نزدیک چوں اور ان کا کمال حضرت خواجہ کے نزدیک نقص ہے۔ اس لئے حضرت بایزید کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑی ہے حضرت خواجہ کی ابتدا ہو گی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے۔

ذکر حضرت خواجہ امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش و انتساب

حضرت خواجہ امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ صحیح النسب سید ہیں۔ آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کے اعظم و اکمل خلیفہ اور اپنے زمانہ کے مقتدا اور پیشوا تھے۔

ایام حمل میں اگر آپ کی والدہ محترمہ کوئی مشتبہ لقمہ کھالیتیں تو پیٹ میں درد شروع ہو جاتا تھا اور جب تک وہ نکل نہ جاتا چین نہ آتا۔

آپ قریہ سوخار میں پیدا ہوئے۔ جو سماس سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کوزہ گری کا شغل فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ کو کلال کہا جاتا ہے۔

شروع ایام جوانی میں آپ کشتی لڑا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن رامتین میں آپ کشتی فرما رہے تھے کہ حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ ادھر سے گزرے اور آپ کی نظر جب حضرت امیر کلال پر پڑی تو آپ وہاں رک گئے اور ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر حضرت امیر کے حالات میں محو ہو گئے۔ خدام نے پوچھا کہ آپ ان حضرت کو جو بدعت میں مصروف ہیں اس قدر انہماک اور دلچسپی سے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس میدان میں ایک ایسا مرد ہے جو اپنے وقت کا مقتدا ہو گا اور کاملین زمانہ اس کے فیض سے مستفیض ہوں گے۔

آپ کے ارشادات و فرمودات

حضرت امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین سے ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک تم لقمہ اور خرقہ کو پاک نہیں رکھو گے اور نبی کریم علیہ الصلواۃ و التسلیم کی شریعت کا اہتمام نہیں کرو گے۔ اس وقت تک چاہے تم عبادت کی کثرت کی وجہ سے کبڑے ہو جاؤ اور ریاضت کرتے کرتے تمہارا بدن کمان کی طرح دبلا پتلا اور نحیف و لاغر ہو جائے لیکن تم ہرگز ہرگز منزل مقصود حاصل نہیں کر سکتے اور فرمایا آیت شریف وثیابک فطھر۔ یعنی اپنے کپڑے پاک رکھ کا یہی مطلب ہے۔

کلمات قدسیہ

(1) جب تک تم زندہ ہو۔ طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو۔ کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اول علم الایمان۔ دوم علم نماز۔ سوم علم روزہ چہارم علم زکواۃ۔ پنجم علم حج اگر استطاعت ہو ششم والدین کی خدمت کا علم۔ ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم۔ ہشتم خرید و فروخت کا علم اگر ضرورت ہو نہم حلال و حرام کا علم کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں اور گر پڑے۔

(2) چاہئے کہ تم خدا دان بنو اور خدا خواں بھی۔ اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالٰی سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ کوئی عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے۔ نیز چاہئے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو۔ اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو۔ اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ رکھ کر کوئی عبادت و سجدے کے لائق نہیں سوائے خدا تعالٰی کے جو باپ بیٹے اور معاونت و مدد سے بے نیاز ہے۔ جب تم نے یہ بات جان لی تو تم ذاکرین میں سے ہو گے۔ اور جان لو کہ کپڑے کو پانی۔ زبان کو خدا تعالٰی کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کر دیتا ہے۔ اور تمہارے مال کو زکواۃ اور تمہاری راہ کو مطالبہ حقوق کرنے والوں کی رضامندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ یا راہ اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

(3) چاہئے کہ تم توبہ کرتے رہو۔ کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے۔ اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی کرو۔ اور گریہ و زاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو۔ کہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

(4) چاہئے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو۔ اور آخرت ...

کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو۔ کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہ ہے۔

(5) فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب ترک عادت، وفائے عہد، ادائے امانت۔ ترک خیانت۔ اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادید کا نام ہے۔

(6) ہر حال میں معروف اور نہی منکر کو بجالاؤ۔ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ اور آیہ یایها الذین اٰمنواقوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة پر غور کرو۔ تاکہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔ اور جو بات کہ حبیب السلام علیہ الرحمتہ نے فضیل عیاض علیہ الرحمتہ سے ارشاد فرمائی۔ اس سے آگاہ رہو۔ ایک دن ہوا نہایت سرد تھی۔ حبیب السلام باریک کپڑے پہنے ہوئے سرد ہوا میں کھڑے تھے اور ان سے پسینہ جاری تھا۔ فضیل نے پوچھا کہ اس ٹھنڈی ہوا میں پسینہ کس سبب سے ہے۔ حبیب نے جواب دیا کہ اس جگہ مجھ سے ایک گناہ صادر ہوا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ گناہ کیا ہے اور کس طرح کا ہے۔ جواب دیا کہ باوجودیکہ مجھ میں امر معروف کی طاقت تھی اور منع منکر کی بھی طاقت تھی۔ مگر میں نے منع نہ کیا اور امر معروف کو ترک کیا۔ اس لئے اب تک اس شرمندگی میں ہوں اور اس پسینہ میں ڈوبا ہواں ہوں۔ اب تم اپنے دل میں خیال کرو کہ ہم سے ہر روز کتنے امر معروف اپنے حق میں بالخصوص دوسروں کے حق میں ترک ہوتے ہیں۔ اپنے عملوں کو زر خالص خیال نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ اگر نیک ہو تو قبول ورنہ رد کر دینا چاہئے۔

(7) تمام کاموں میں اصل شریعت اور ان حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں۔ لیکن عامل کو چاہئے کہ اپنے دل میں خیال کرے کہ اس حد کے بارے میں جو بندوں میں باہم ہے کتنے وعید نازل ہوئے ہیں۔ پس جو حد کہ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے اس کا کیا حال ہو گا۔ وہ حدیں مکان و زمان میں اور نظر اور گفت و شنید میں اور چلنے کھانے پینے اور نفقہ و صدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ ان کی رعایت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اور وہ کام کرنا چاہئے۔ جو نجات کا سبب ہو۔ اور کسب حلال کی طرف بطریق عفاف کفاف متوجہ ہو نہ کہ لاف و اسراف کے واسطے۔ اس کے بعد نفقہ کی طرف بطریق شرع متوجہ ہو نہ کہ بطریق اسراف و بخل بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال

کمائی سے کرو۔ رہے حد وہ روزہ جو سال میں ایک بار آتا ہے۔ سو وہ اپنے تیئں صبح
ضدا اسورۃ تحریم کریم فرمایا
سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے۔ یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے اور
اپنے کان کو حرام سننے سے اور ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا
باطن روزہ ہے۔ حقیقت روزہ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص
روزے کے وقت میں تکبر۔ حسد۔ طمع۔ ریا۔ نفاق۔ کینہ اور خود پسندی سے پاک
رکھے۔ اور چاہئے کہ زکوٰۃ دیئے اور اس کی حدود کی نگہداشت نہایت کوشش سے
کرے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ
نہیں دیتا۔ اس کی نماز اور حج اور کوئی کام قبول نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا ہے کہ بخیل خدا
تعالیٰ سے اور بندگان خدا کے دلوں سے دور ہے۔ اور بہشت سے دور اور دوزخ سے
نزدیک ہے۔ اور سخی خدا کی رحمت سے اور بندگان خدا کے دلوں سے نزدیک اور
دوزخ سے دور ہے۔ نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے دین کو کوئی چیز اس طرح
درست نہیں کرتی۔ جیسا کہ حسن خلق اور سخاوت۔

(8) پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ یارو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس سبب سے
مقصود حقیقی تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کہ انہوں نے راہ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور
دنیائے دنی پر قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہئے کہ معرفت توحید باری تعالیٰ میں
اپنے اعتقاد کو درست رکھے اور گمراہی اور بدعت سے دور رہے۔ اور اپنے اعتقاد میں
مقلد نہ بنے۔ اور ہر بات میں دلیل و برہان رکھتا ہو۔ تاکہ وقت حاجت حتی الامکان
اسے بیان کر دے۔ اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں۔ کہ لوگ تم سے مذہب کی
بات کہیں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے۔ کیونکہ اگر دوسروں کے لئے
غیبت ہے تو اس گروہ کے لئے کشف ہے۔ جو کچھ معرفت سے دوسروں کا مقصود ہے
ان کے لئے حق سے موجود ہے۔ کیونکہ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہمارے یار اہل
وصال ہیں۔ اس گروہ کو اس گروہ سے کیا نسبت ہے؟ یارو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا
نہیں کہ جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو۔ کہ جس کی
برکت سے خدا تعالیٰ سب کو شدائد و بلیات سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں کے
طالب رہنا تاکہ ہر دو جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

(۹) چاہئے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔ کیونکہ وہ امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور ان کی صحبت سے دور رہو۔ اور دنیاداروں سے محبت نہ رکھو۔ کیونکہ ان کی محبت تم کو خدا سے دور رکھتی ہے۔

(۱۰) چاہئے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضرنہ ہو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ کیونکہ سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دور رہو اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو۔ کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ اگر تمہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی وصیتوں کا مطالعہ کرو۔ سالک کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔

جب حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمتہ نے یہ وصیتیں کیں۔ تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے یاروں کے کام کا سرانجام ان وصیتوں کی نگہداشت پر ہو۔ پھر فرمایا کہ مشائخ متقدمین نے اپنے اپنے مریدوں سے ارشادات فرمائے۔ جن کو وہ بجا لائے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے یاروں کو ان وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا۔ اور دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہو گا۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ اے امیر کلال۔ ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کرائے۔ تم خوش ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اسی دن جوار رحمت الٰہی میں چل بسے۔

(مقامات امیر کلال لحفید الامیر حمزہ بن الامیر کلال)

ذکر حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ

انتساب

طریقت میں آپ کو حضرت خواجہ عزیزان سے انتساب ہے اور آپ ان کے اجل و اکمل و اعظم خلیفہ ہیں۔ جب حضرت عزیزان کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر اپنے مریدین اور متبعین کو ان کی متابعت اور ملازمت کا حکم دیا۔

آپ قریہ سماسی میں پیدا ہوئے جو صاحب رشحات کے قول کے مطابق رامتین کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اور رامتین سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں کہ سماسی مضافات مشہد سے ہے۔

آپ کے چار مشہور و معروف خلیفہ ہیں۔ (1) خواجہ محمد صوفی رحمتہ اللہ علیہ (2) خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد سماسی رحمتہ اللہ علیہ (3) حضرت خواجہ دانشمند رحمتہ اللہ علیہ (4) سید میر کلال رحمتہ اللہ علیہ۔

استغراق

آپ کے اوپر عموماً محویت و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ موضع سماسی میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ جہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اپنے باغ کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے کاٹتے تھے مگر جب آپ شاخ کو کاٹنا شروع کرتے تو استغراق و محویت کے باعث آری آپ کے ہاتھ سے گر جاتی تھی۔ اور اس کام میں بہت دیر لگ جاتی تھی۔ آپ پر یہ بے خودی کا عالم بہت کافی دیر تک طاری رہتا۔ پھر جب ہوش میں آتے تو پھر کاٹنے لگتے اور پھر وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔

آپ جب کبھی کوشک ہندواں سے گزرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ "ازیں خاک بوئے مردے مے آید زود باشد کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں شود۔" یعنی "اس سرزمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلد ہی ایسا ہو گا کہ کوشک ہندوان قصر عارفان

بن جائے گا۔"

ایک دن آپ اپنے خلیفہ سید امیر کلال کے ہمراہ مکان سے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر فرمایا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی اور بیشک وہ مرد پیدا ہو چکا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبند کی ولادت کو 3 دن گزر چکے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے خلیفہ امجد آپ کو لے کر حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی خوشبو ہم نے دیکھی تھی اور یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے وقت کا قطب و پیشوا ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ امیر کلال سے فرمایا تم میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت بڑی شفقت اور توجہ سے کرنا۔ اگر تم اس میں دریغ کرو گے تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت خواجہ امیر کلال نے کھڑے ہو کر دست بستہ جو لبا" عرض کیا کہ اگر میں اس بارہ میں کوتاہی کروں تو مرد نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے خرق عادات اور کرامات کے بہت سے واقعات ہیں۔

حالات حضرت عزیزاں خواجہ علی رامتینی قدس سرہ

حضرت خواجہ علی رامتینی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے خلفاء کبار سے ہیں۔ جس وقت حضرت خواجہ محمودؒ کا وقت اخیر ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ علی رامتینیؒ کو اپنی خلافت سپرد کی اور اپنے جمیع اصحاب آپ کو تفویض کئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور انہی کے اشارہ سے حضرت خواجہ محمودؒ کے مرید ہوئے تھے۔ آپ کا مسکن قصبہ رامتین ہے۔ بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آ گئے۔ اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول ہے۔ اس جگہ بھی آپ کے بہت سے مرید جمع ہو گئے۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے یہ کیا بات ہے۔

فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں۔ حضرت خضر ان کے عاشق ہوتے ہیں اور اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر بھی کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفیہ کرتے ہیں۔ پس اب آپ کا بھی ذکر جہر ہو گیا۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا' اللہ اکبر! آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ مصاحب مصاحب خدا مصاحب خدا ہے۔

اللہ اکبر! اور فرمایا ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو۔ تاکہ وہ تمہارے واسطے دعا کیا کریں اور فرمایا عمل کیا کرو اور ان عملوں کو ناکردہ خیال کر کے اپنے تئیں مقصر جانا کرو اور فرمایا کہ کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالیٰ کو بھولے اس کو شیطان سمجھ۔ اگرچہ آدمی کی صورت ہو کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ بالغ شریعت کس کو کہتے ہیں اور بالغ طریقت کون ہے؟ آپ نے فرمایا بالغ شریعت وہ ہے کہ جس سے منی نکلے اور بالغ

طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے۔ (یعنی اس کی خودی جاتی رہے) اس درویش نے یہ الفاظ اور تشریح سن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنی نخوت و غرور) وہ زمین پر رکھو۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہ سے کسی نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ الفقیر لایحتاج الی اللہ یعنی فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ تعالیٰ کی۔ حضرت نے جواب دیا کہ لا یحتاج بالسوال الی اللہ۔ یعنی فقیر سوال نہیں کرتا جب کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے۔ اس سے سوال کی کیا حاجت ہے۔ وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے اور فرمایا۔ غنا بے پرواہی کو کہتے ہیں اور یہ اگرچہ بصورت توانگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے۔ اور فرمایا کہ فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو۔ پس وہ فقیر محمود الصفات ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں تو کچھ نہ رکھے اور دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلہ ہے نہ کہ تابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر فقیر ہاتھ میں بھی رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو وہ فقیر مذموم الصفات ہے۔

کاد الفقران یکون کفرا اس پر صادق آتا ہے۔ حضرت خواجہ علی رامتینیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر ایک کوزہ مٹی کا خرید اور وہ ہم کو لا کر تحفہ دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تب فرمایا کہ جس وقت یہ کوزہ دیکھا کروں گا تجھ کو یاد کیا کروں گا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک صاحبزادہ کا نام خواجہ محمدؒ اور دوسرے کا خواجہ ابراہیمؒ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے چھوٹے صاحبزادہ حضرت خواجہ ابراہیمؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائم مقام کیوں کیا۔ آپ نے لوگوں کے خیال سے واقف ہوتے ہوئے فرمایا کہ بڑے کی عمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے 19 روز بعد ہی بڑے صاحبزادے نے بھی انتقال فرما لیا۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینیؒ کا انتقال روز دو شنبہ 28 ذیقعد 721ھ ایک سو تیس برس کی عمر میں ہوا۔ اور آپ کا مزار مبارک شہر خوارزم علاقہ بخارا میں ہے۔ انا

للہ وانا الیہ راجعون۔

کرامات

(1) حضرت سیدنا اتا اور حضرت عزیزان ہمعصر تھے۔ اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اوائل میں سیداتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی۔ ایک روز سیداتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاقاً" ان ہی ایام میں ترکوں کی ایک جماعت دشت قپچاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی۔ اور سیداتا کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیداتا کو معلوم ہوا کہ یہ حادثہ اس بے ادبی کے سبب سے وقوع میں آیا ہے۔ اس لئے حضرت عزیزان سے معافی مانگی۔ اور بطور ضیافت آپ کی دعوت کی۔ آپ نے قبول کیا اور سیداتا کے ہاں تشریف لائے۔ اس دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیر وقت حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت عزیزاں نہایت خوش وقت اور بڑی کیفیت کے عالم میں تھے۔ جب خادم نمکدان لایا اور دستر خوان بچھایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ علی اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا جب تک کہ سیداتا کا لڑکا دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ تمام حاضرین اس کے منتظر تھے۔ اچانک سیداتا کا لڑکا اس کے گھر کے دروازے سے آ حاضر ہوا۔ یکبارگی مجلس میں شور برپا ہو گیا۔ لوگ حیران رہ گئے۔ اور اس لڑکے کے آنے کی کیفیت لڑکے ہی سے دریافت کی۔ اس نے کہا۔ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ابھی میں ترکوں کے ہاتھ قید تھا اور مجھ کو اپنے ملک میں لے جا رہے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے حاضر ہوں۔ اہل مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ حضرت عزیزاں کا تصرف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

(2) ایک روز حضرت عزیزاں کے ہاں ایک عزیز مہمان آیا۔ گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ بہت دلگیر ہوئے اور گھر سے نکلے۔ اچانک ایک طعام فروش لڑکا جو آپ کے معتقدین میں سے تھا ایک طعام سے بھرا ہوا تھال سر پر اٹھائے ہوئے آ پہنچا۔ اس نے التجا کی کہ میں نے یہ کھانا آپ کے غلاموں کے لئے تیار کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ حضرت عزیزاں کو اس لڑکے کی یہ خدمت

آئی۔ جب آپ مہمان کو کھانا کھلا چکے تو لڑکے کو بلا کر کہا۔ ہم تیری اس بہت پسند خدمت سے بہت خوش ہیں۔ اب تیری جو مراد ہے ہم سے مانگ۔ انشاء اللہ پوری ہو جائے گی۔ لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزاں بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت مشکل ہے۔ اس بھاری بوجھ کے اٹھانے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لڑکے نے عرض کیا کہ میری مراد تو یہی ہے۔ اس کے سوا کوئی آرزو نہیں۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح ہو جائے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خاص میں لے گئے۔ اور اس پر توجہ ڈالی۔ وہ لڑکا تھوڑی سی دیر میں صورت و سیرت میں بعینہ مثل عزیزاں بن گیا۔ اس کے بعد وہ کم و بیش چالیس روز زندہ رہا۔ پھر انتقال کر گیا۔

(3) کہتے ہیں کہ جب حضرت عزیزاں نے باشارہ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم کا قصد کیا اور اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے۔ اور دو درویشوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ایک بافندہ فقیر تمہارے شہر کے دروازہ پر آیا ہے اور اقامت کا ارادہ رکھتا ہے اگر تمہاری مصلحت ہو تو داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اور ان درویشوں سے آپ نے کہہ دیا کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ مہری و دستخطی اس کا لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گئے اور مدعا عرض کیا تو بادشاہ اور اس کے ارکان دولت ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ وہ سادہ اور نادان آدمی ہیں۔ پھر بطور مذاق بادشاہ کا مہری' دستخطی اجازت نامہ ان کے حوالہ کیا گیا۔ وہ یہ اجازت نامہ حضرت عزیزاں کے پاس لائے۔ پس آپ نے قدم مبارک شہر میں رکھا اور گوشہ نشین ہو کر بطریق خواجگان اپنے اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ آپ ہر روز صبح کے وقت مزدور گاہ میں آتے اور ایک دو مزدوروں کو اپنے مکان پر لے کر جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو۔ اور نماز دیگر تک باوضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور بہت خوشی سے ایسا کرتے اور نماز دیگر تک آپ کی صحبت میں رہتے۔ مگر جو مزدور ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتے۔ آپ کی صحبت کی برکت اور آپ کی تاثیر و تصرف باطنی سے ان میں یہ وصف پیدا ہو جاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں کے لوگ آپ کے مرید

بن گئے۔ اور آپ کے گرد طالبوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ کسی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے۔ اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس کے سبب سے ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔ بادشاہ نے اس وہم میں پڑ کر حضرت عزیزاں کے اخراج کا حکم دیا۔ آپ نے ان ہی دو درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری اجازت و مصلحت سے آئے ہیں۔ اگر تم اپنے حکم کے خلاف کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکان دولت بہت شرمندہ ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے محبین و مخلصین میں سے ہو گئے۔

(4) حضرت عزیزاں کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خرد کے نام سے مشہور تھے۔ کیونکہ حضرت عزیزاں کے اصحاب حضرت عزیزاں کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے اور خواجہ محمد کو خواجہ خرد۔

کلمات قدسیہ

(۱) شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کے ہمعصر تھے۔ ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے بنو تاکہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہے۔ یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفیہ کرتے ہو۔ پس تمہارا ذکر بھی جہر ہوا۔

(2) مولانا سیف الدین نے جو اس زمانے کے اکابر علماء سے تھے۔ حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ تم ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہو؟ فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اخیر دم میں ذکر بلند کرنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ بحکم حدیث
لقنو موتاکم بشهادة فان لا اله الا الله۔ تم اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو۔
درویشوں کا ہر دم دم اخیر ہے۔

(3) شیخ علاؤ الدین نے جو شیخ حسن بلغاری کے اصحاب کبار سے تھے حضرت عزیزاں سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرماتا ہے۔
یاایها الذین امنو اذکرو اللہ ذکراً کثیراً (احزاب)۔ اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کیا کرو۔
ذکر کثیر سے ذکر زبان مراد ہے یا ذکر دل۔ حضرت نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے ذکر زبان اور منتہی کے لئے ذکر دل۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و تحمل سے کام لیتا ہے۔ چونکہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے۔ اس کے تمام اعضاء اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

(4) فرمایا کہ یہ بات کہ حق سبحانہ ہر شب و روز میں بندہ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ نظر رحمت کرتا ہے۔ اس طرح ہے کہ دل تمام اعضاء کی طرف تین سو ساٹھ دریچہ رکھتا ہے۔ اور وہ دل کے متصل تین سو ساٹھ رگیں جنبندہ و غیر جنبندہ ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے اور اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور ہو جائے۔ تو اس نظر کے آثار دل سے تمام اعضاء کی طرف شعب ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک عضو اپنے اپنے حال کے مناسب طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ہر عضو کی طاعت کے نور سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے دل کو پہنچتا ہے۔

(5) حضرت عزیزاں سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے۔ آپ نے اپنی صفت (بافندگی) کے مناسب جواب دیا کہ توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی ماسوا سے توڑنا اور حق تعالیٰ سے ملانا۔

(6) آیہ توبوا الی اللہ (تحریم) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت ہے توبہ کرنے کی اور بشارت ہے اس کے قبول کی۔ کیونکہ اگر قبول نہ کرتا تو توبہ کا امر نہ کرتا۔ امر دلیل ہے قبول کی دید قصور کے ساتھ۔

(7) عمل کرنا چاہئے اور ناکردہ خیال کرنا چاہئے۔ اور اپنے تئیں قصور وار سمجھنا چاہئے اور (بصد نقصان) عمل کو از سرنو کرنا چاہئے۔

(8) دو وقت اپنے تئیں خوب نگاہ رکھنا چاہئے۔ بات کرنے کے وقت اور کوئی چیز کھانے کے وقت۔

(9) ایک روز حضرت خضر علیہ السلام خواجہ عبدالخالق کے پاس آئے۔ خواجہ نے دو جو کی روٹیاں گھر سے لا کر پیش کیں۔ مگر حضرت خضرؑ نے نہ کھائیں۔ خواجہ نے عرض کیا کہ تناول فرمایئے۔ لقمہ حلال ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درست ہے لیکن خمیر کرنے والا بے وضو تھا۔ ہمارے واسطے اس کا کھانا روا نہیں۔

(10) جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ خدا بتائے اسے پرندے پالنے والی کی طرح ہونا چاہئے۔ جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب خوراک دیتا ہے۔ اسی طرح مرشد کو بھی چاہئے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک تربیت اس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کرے۔

(11) اگر تمام روئے زمین میں خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے ایک بھی ہوتا تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔ یعنی اگر خواجہ کے فرزندان معنوی میں سے ایک بھی زندہ ہوتا۔ وہ حسین منصور کی تربیت کر کے اس مقام سے اوپر لے جاتا۔

(12) سالکان طریقت کو ریاضت و مجاہدہ بہت کرنا چاہئے تاکہ وہ کسی مرتبہ و مقام پر پہنچ جائیں۔ لیکن ایک راستہ میں سب سے نزدیک ہے کہ جس سے مقصود کو بہت جلدی پہنچ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ سالک خلق و خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل میں جگہ پائے۔ چونکہ اس گروہ کا دل نظر حق کا موڑ ہے۔ اس لئے سالک کو اس نظر سے حصہ مل جائے گا۔

(13) ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو تاکہ وہ دعا درجہ قبولیت پائے۔ یعنی دوستان خدا کے آگے تواضع اور التجا کرو کہ وہ تمہارے واسطے دعا کریں۔

(١٤) ایک روز کسی نے حضرت عزیزاں کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

عاشقاں در دمے دو عید کنند

آپ نے فرمایا کہ عاشق ایک دم میں دو کیا تین عید کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی تشریح فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بندے کی ایک یاد خدا تعالیٰ کی دو یاد کے درمیان ہے۔ پہلے وہ بندے کو توفیق دیتا ہے کہ اس کی یاد کرے۔ پھر جب بندہ اسے یاد کرتا ہے تو اسے شرف قبولیت سے مشرف فرماتا ہے۔ پس توفیق اور یاد اور قبولیت میں تین عیدیں ہوئیں۔

(15) ایک روز شیخ فخر الدین نوری نے جو اس وقت کے اکابر میں سے تھے۔ حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ روز ازل میں جب الست بربکم کے ساتھ سوال ہوا تو ایک گروہ نے لفظ بلیٰ کے ساتھ جواب دیا۔ مگر روز ابد میں جب حق سبحانہ لمن الملک الیوم کہے گا۔ تو کوئی جواب نہ دے گا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ روز ازل تکالیف شرعیہ کی وضع کا دن تھا اور شرع میں گفت گو ہوتی ہے۔ مگر روز ابد تکالیف شرعیہ کے اٹھا دینے اور ابتدائے عالم حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں گفت گو نہیں ہوتی۔ اس لئے اس روز حق سبحانہ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا للہ الواحد القہار۔

حالات حضرت خواجہ محمود انجیری فغنوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

انتساب و ولادت

آپ بمقام موضع انجیر غغانہ میں پیدا ہوئے۔ جو علاقہ بخارا میں وابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ آپ وابکنہ میں رہا کرتے تھے۔ اور ذریعہ معاش کاری تھا۔ آپ حضرت خواجہ عارف" کے خلیفۂ اعظم اور ان کے تمام اصحاب سے افضل و اکمل تھے۔

بعد خلافت جب آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو طالبات حق کے حالات کے مطابق اور اس زمانہ کی مصالح کی بنا پر آپ نے اپنے مریدوں کو ذکر جہری کی تعلیم شروع کی۔ حالانکہ آپ کے خاندان میں ذکر خفی کا طریقہ رائج تھا۔ کیونکہ حضرت خواجہ عارف" نے ایک بار فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے۔ جس کی بنابر مصلحت طالبات حق کو ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔

چنانچہ ایک بار مولانا حافظ الدین بخاری نے جو اپنے زمانہ کے ایک جید اور متبحر عالم تھے اور خواجہ محمد پارساؒ کے جد اعلیٰ تھے۔ ر۔ئس اصلحا و شمس الائمہ صوانی کے اشارے پر علمائے وقت کے ایک مجمع میں حضرت خواجہ محمود سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کی تعلیم کس وجہ سے دیتے ہیں۔ جواباً" آپ نے فرمایا ذکر جہر کی غایت یہ ہے کہ سویا ہوا بیدار ہو جائے۔ اور غفلت سے ہوشیار ہو جائے۔ اور راہ راست پر آ جائے۔ اور شریعت اور طریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ اور انابت (جو ہر نیکی کی اصل ہے) کی جانب راغب ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمدؒ عارف ریوگری قدس سرہ العزیز

انتساب

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے چار خلفاء تھے۔ (1) حضرت خواجہ احمد صدیق (2) حضرت خواجہ اولیائے کبیر (3) حضرت خواجہ محمد سلیمان کرینی (4) حضرت خواجہ عارف ریوگری۔ لیکن حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی نسبت و ارادت ان میں سے خواجہ عارف تک پہنچتی ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ حضرت عبدالخالقؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ تاحیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور کمالات باطنی حاصل کئے اور حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی وفات کے بعد ان کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور طالبان حق کی ہدایت میں مصروف رہے۔

مناقب و فضائل

علم و حلم۔ زہد و تقویٰ۔ ریاضت و مجاہدہ اور اتباع سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم میں شان عالی رکھتے تھے۔

وفات

غرہ شوال 616ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کا مزار مبارک موضع ریوگر میں ہے جو بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔

11۔ خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہ

آپ طبقہ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کی روش حجت ہے۔ آپ تمام فرقوں میں مقبول ہیں۔ آپ ہمیشہ راہ صدق و صفا اور متابعت شرع و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت بدعت و ہوا میں کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنی روش پاک کو آپ نے اغیار کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔

نسب ولادت

آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالجمیل" ہے۔ جو عبدالجمیل" امام کر کے مشہور تھے۔

وفات

حضرت خواجہ کی وفات 12 ربیع الاول 575ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

کلمات قدسیہ

حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کا ایک وصیت نامہ آداب طریقت میں ہے۔ جسے آپ نے اپنے خلیفہ و فرزند معنوی خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ کے لئے لکھا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ بطور یمن و تبرک کے یہاں درج کرتے ہیں۔

"پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف و عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے حالات کی نگہبانی کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ خدا و رسول کے حقوق کو نگاہ رکھو۔ ماں باپ اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو۔ تاکہ ان خصلتوں سے تم رضائے خدا سے مشرف ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجا لاؤ تاکہ وہ تمہارا حافظ رہے۔ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا ترک نہ کرو۔ تلاوت

بلند آواز سے ہو یا آہستہ۔ زبانی ہو یا دیکھ کر۔ اور قرآن مجید کو تفکر و خوف و گریہ سے پڑھو۔ اور تمام امور میں قرآن کی پناہ لو۔ کیونکہ بندوں پر خدا کی حجت قرآن کریم ہے۔ اور علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ رہو۔ اور حدیث کا علم سیکھو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ مذہب سنت و جماعت کے پابند رہو۔ اور ائمہ سلف کے مسلک کو اختیار کرو کیونکہ جو نئی باتیں پیدا ہوئیں ہیں وہ گمراہی ہیں۔ اور عورتوں۔ نوجوانوں۔ بدعتیوں اور دولتمندوں سے صحبت مت رکھو۔ کیونکہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں۔ اور دنیا سے دو روٹی پر قناعت کرو۔ اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو اور ہمیشہ خلوت نشین رہو۔ اور حلال کھاؤ۔ کیونکہ حلال نیکی کی کنجی ہے۔ اور حرام سے بچو ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ اسی پر ثابت رہنا تاکہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔ اور حلال پہنو تاکہ عبادت کی لذت پاؤ۔ حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو اور بھولو مت کہ ایک روز تم موقف حساب میں کھڑے ہو گے۔ اور رات دن نماز بہت پڑھا کرو اور جماعت کو ترک نہ کرو اور امام و موذن نہ بنو۔ قبالہ پر اپنا نام نہ لکھو۔ محکمہ قضا میں حاضر نہ ہو۔ اور خارج از طریقت بادشاہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو۔ اور لوگوں سے بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ گمنام رہو تاکہ نیک نام ہو جاؤ۔ اور تم پر لازم ہے کہ سفر بہت کرو تاکہ تمہارا نفس خوار ہو جائے۔ خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔ کسی کی مدح سے مغرور اور کسی کی مذمت سے غمگین نہ ہو۔ بندوں کی مدح و مذمت تمہارے نفس کے نزدیک برابر ہونی چاہئے۔ لوگوں سے حسن خلق سے معاملہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ تمام حالات میں ادب سے رہو۔ برے بھلے تمام مخلوقات پر رحم کرو۔ تمہیں قہقہ مار کر ہنسنا نہ چاہئے۔ کیونکہ قہقہ غفلت کے سبب سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے اہوال و شوائد جو مجھے معلوم ہیں اگر تم کو معلوم ہو جائیں۔ تو خندہ تھوڑا اور رویا بہت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حذر اور اس کی رحمت سے ناامید نہ رہو۔ خوف و امید میں زندگی بسر کرو کیونکہ سالکوں کو کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید ہوتی ہے۔

۱۴۱ اے فرزند! شیخ اپنے مرید کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو مقام قرب میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اگر ہو سکے تو نکاح مت کرو۔ ورنہ طالب دنیا بن جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کرو گے۔ اگر تمہارا نفس نکاح کا مشتاق ہو۔ تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو اور موت کو مت یاد کرو۔ طالب ریاست مت بنو۔ کیونکہ جو طالب ریاست ہو اسے سالک طریقت نہ کہنا چاہئے۔ ۱۴۲ تم پر لازم ہے کہ فقر میں پرہیز و دیانت سے اور پرہیز گاری و حلم کے ساتھ پاکیزہ رہو۔ اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں سے بچو۔ جان و تن و مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ ان کے دلوں کا خیال رکھو۔ ان کی پیروی کرو۔ ان کے سیر و سلوک کو نگاہ رکھو۔ اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرو۔ سوائے ان چیزوں کے جو مخالف شرع ہوں۔ اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے۔ تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ اور نہ کل کے لئے ذخیرہ کرو۔ حق تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔ اے فرزند آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں۔ تو اپنے تئیں تکلیف نہ دے۔ مقام توکل میں قدم رکھو۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

پس جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ جوانمرد و سخی بنو۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے تم کو دیا ہے تم خلق خدا پر خرچ کرو۔ اور بخل و حسد سے دور رہو کیونکہ بخیل و حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو۔ کیونکہ ظاہر کا آراستہ کرنا باطن کی خرابی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ اور ان سے انس نہ پکڑو۔ سچ بولو اور ڈرو مت۔ مخلوقات میں سے کسی سے صحبت نہ رکھو۔ کیونکہ وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی ضروریات کا خیال رکھو تاکہ وہ درست ہو جائے۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرو۔ غیر ضروری باتوں سے زبان کو باز رکھو۔ اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔ تم پر لازم ہے کہ کم بولو۔ کم کھاؤ۔ کم سوؤ اور جلدی اٹھو۔ سماع میں بہت نہ بیٹھو۔ کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور دل مردہ

ہو جاتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرو کیونکہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع روا نہیں مگر اس نفس کے لئے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ ورنہ نماز روزے میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہئے کہ تمہارا دل غمگین۔ تمہارا بدن بیمار۔ تمہاری آنکھ روتی۔ تمہارا عمل خاص۔ تمہاری دعا مجاہدہ کے ساتھ۔ تمہارا کپڑا پرانا۔ تمہارے رفیق درویش۔ تمہارا گھر مسجد۔ تمہارا مال کتب دین۔ تمہاری آرائش زہد اور تمہارا مونس باری تعالیٰ ہو۔ کسی شخص سے برادری نہ کرو۔ جب تک یہ پانچ خصلتیں اس میں نہ پاؤ۔ اول فقیری کو امیری پر ترجیح دے۔ دوم دین کو دنیا پر ترجیح دے۔ سوم ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چہارم علم ظاہر و باطن کا جاننے والا اور پنجم موت کے لئے تیار ہو۔

اے فرزند! میری وصیتوں کو نگاہ رکھو۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ قدس سرہ سے یاد کیں اور ان پر عمل کیا۔ اسی طرح اب تم بھی یاد کرو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا حافظ و نگہبان ہو گا۔ اگر یہ خصلتیں کسی سالک میں پائی جائیں۔ تو اس کا شیخ و پیر ہونا مسلم ہو گا۔ جو شخص ایسے شیخ کی پیروی کرے گا وہ اس کو مقصد و مقصود تک پہنچا دے گا۔ مگر یہ مرتبہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ انتہا۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے کلمات قدسیہ میں سے یہ آٹھ کلمے بھی ہیں۔ ہوش دردم۔ نظر برقدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ بازگشت۔ نگہداشت۔ یادداشت۔ ان آٹھ کے علاوہ تین کلمے اور ہیں جو مصطلحات نقشبندیہ میں سے ہیں۔ یعنی وقوف عددی۔ وقوف زمانی۔ وقوف قلبی۔ ان گیارہ کلمات پر طریقہ نقشبندیہ کی بنا ہے۔ جن کا مطلب بطریق اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہوش دردم سے مراد یہ ہے کہ سالک کا ہر ایک سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے۔ یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان محافظت چاہئے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

نظر برقدم سے مراد یہ ہے کہ سالک راہ چلنے میں نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے۔ تاکہ بیجا نظر نہ پڑے۔ اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ پس راہ چلتے ادھر ادھر نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ

بیرونی کے وقفیہ کے لئے ہے جیسا کہ ہوش در دم تفرقہ اندرونی کے وقفیہ کے واسطے ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر بر قدم سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے۔ بلکہ منتہائے نظر پر پڑے۔ چنانچہ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کی مدح میں فرماتے ہیں۔

بسکہ ز خود کردہ بسرعت سفر — باز نماندہ قدمش از نظر

سفر در وطن (سیر در انفس) سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے۔ خواجگان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے۔ بجائے سیر آفاقی کے اسی سیر کیفی کو اختیار کیا ہے۔ اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے کہ اور ملازمت شیخ سے دوری نہیں چاہتے۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول میں نہایت کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے۔ بلکہ سیر انفسی کے ضمن میں اسے قطع کرتے ہیں۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں۔ سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی ہیں کہ سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت ہے۔

واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے۔ اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور دل کے گرد پھرنا ہے۔

ہمچو نابینا مبر ہر سوے دست — با تو زیر گلیم است ہرچہ ہست

مگر شہود انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہئے۔ اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے ورائے انفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہئے۔

خلوت در انجمن سے مراد یہ ہے کہ انجمن میں ہو محل تفرقہ ہے ازراہ باطن خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابتدا میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف۔

از بروں درمیان بازارم　　　وز دروں خلوتیست با یارم

خواجہ اولیائے کبیر فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے۔ تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی آواز نہ سنے۔ خواجہ احرار قدس سرہ کا قول ہے کہ ذکر میں جہد و اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ نے اس کلمہ کی جو تشریح کی ہے اوہ آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں۔ کیونکہ حاصل چلہ اس میں داخل ہے اور آفات سے دور ہے۔

یاد کرد سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ زبانی ہو یا قلبی۔ ذکر کی تلقین کا طریق بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

بازگشت سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے۔ تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد زبان دل سے کہے۔ خدایا مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ کلمہ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لا مقصود ملاحظہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیہ افرایت من اتخذ الہ ھوٰنہ سے ظاہر ہے۔

نگاہداشت سے مراد یہ ہے کہ قلب کو خطرات و حدیث نفس سے نگاہ رکھا جائے۔ یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت ماسوا قلب میں خطور نہ کرے۔ خطرات کے دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ حبس دم کے ساتھ مفید ہے۔

یادداشت سے مراد ہے دوام آگاہی بحق سبحانہ بر سبیل ذوق۔

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال　　　در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

اگر دوام آگاہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کونیہ اس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے۔ تو اسے فناء کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے۔ تو اسے فنائے فناء بولتے ہیں اور جمع الجمع اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

انتباہ۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے اخیر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یاد کرد سے مراد ذاکر میں تکلف ہے۔ یعنی ذکر جس کی تلقین شیخ سے ہوتی ہے اس کے تکرار میں بتکلف مشغول رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ حضور حاصل ہو جائے۔ اور باز گشت سے مراد رجوع بحق سبحانہ بدیں طور کہ جتنی بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرے۔ ہر بار اس کلمہ کے بعد دل میں خیال کرے کہ خدایا مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا اور نگاہداشت سے مراد ہے اس رجوع کی محافظت بغیر زبان سے کہنے کے۔ اور یادداشت سے مراد نگاہداشت میں رسوخ ہے۔

وقوف عددی سے مراد ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے۔ یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ کہتے ہیں کہ اداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ایک سانس میں 21 بار نفی و اثبات کرنا شرط فناء ہے۔ حضرت علاؤ الدین عطار فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں جو کچھ کہے وقوف سے کہے۔ جب عدد 21 سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو۔ تو یہ اس عمل کی بیحاصلی کی دلیل ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منتفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں سے کوئی اثر محسوس ہو۔ یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو وقوف عددی کا امر فرمایا اس سے مراد ذکر قلبی مع رعایت عدد ہے نہ کہ فقط رعایت عدد۔

وقوف زمانی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہئے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے۔ اگر وقت طاعت میں گزرا ہے تو شکر بجا لائے۔ اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے۔ اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ[1] وانیبو الی ربکم

لنفسکم من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون۔ اور قول حضرت
حاسبوا قبل ان تحاسبوا میں اسی محاسبہ کی طرف اشارہ ہے۔
وقوف قلبی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہ سے واقف و
آگاہ رہے۔ اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر
قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہے اور اسے ذکر میں مشغول کرے اور ذکر کے
مفہوم سے غافل نہ ہونے دے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ نے ذکر میں
حبس دم اور رعایت عدد کو لازم قرار نہیں دیا۔ مگر وقوف قلبی سے ذکر جہر شروع کیا۔
حضرت خواجہ عارف نے اخیر وقت میں فرمایا تھا۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ
کیونکہ ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جبکہ طالبوں کو بنا پر
جس کی طرف ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔ مولانا حافظ الدین بخاری نے جو اس وقت کے بڑے
معلمِ عالم اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے جد اعلیٰ تھے۔ رئیس العلماء شمس الائمہ حلوانی
کے اشارے سے علمائے وقت کی ایک جماعت کے روبرو حضرت خواجہ محمود سے استفتاء
کیا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تاکہ سویا ہوا بیدار اور
غفلت سے ہوشیار ہو جائے۔ اور راہ راست پر آجائے۔ اور شریعت و طریقت پر
استقامت حاصل کرے اور توبہ و انابت (جو ہر نیکی کی اصل ہے) کی طرف رغبت
کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لئے یہ شغل جائز
ہے۔ لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت مجاز سے اور بیگانہ آشنا
سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز
ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو۔ اور جس کا حلق حرام و شبہ سے
اور دل ریاو سمعہ سے اور باطن توجہ ماسوا سے پاک ہو۔

حضرت خواجہ علی رامتینی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ محمود قدس سرہ کے وقت
میں ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اس زمانے
میں مشائخ میں سے ایسا کون ہے جو طریق استقامت پر ثابت قدم ہو تاکہ اس کا مرید
بن کر اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ خواجہ محمود انجیر
فغنوی۔ خواجہ رامتینی کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش سائل خود خواجہ علی

راميتنی تھے۔ مگر اپنا نام بدیں خیال نہ لیا کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ آپ نے حضرت خضرؑ کو دیکھا ہے۔

کرامت

ایک روز خواجہ علی رامیتنی خواجہ محمود کے باقی اصحاب کے ساتھ موضع رامیتن میں ذکر میں مشغول تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سفید پرندہ ان کے اوپر اڑا چلا جاتا ہے جب وہ پرندہ ان کے عین سمت الراس پر آیا۔ تو فصیح زبان سے بولا۔ اے علی مردانہ باش۔ یہ دیکھ کر اصحاب پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور وہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ سے پوچھا کہ یہ کیا تھا جو ہم نے دیکھا اور سنا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ خواجہ محمود قدس سرہ تھے۔ حق سبحانہ نے ان کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ اس مقام پر پرواز کرتے ہیں۔ جہاں حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے کئی ہزار کلمات فرمائے۔ اس وقت آپ خواجہ دہقان قلتی کے سرہانے گئے تھے جو خواجہ اولیائے کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں۔ خواجہ دہقان کا اخیر وقت تھا۔ انہوں نے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ خدایا دم اخیر میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو میرے پاس میری مدد کے لئے بھیج دے۔ چنانچہ خواجہ محمود بحکم ربانی خواجہ دہقان کے پاس بغرض امداد تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے اس راہ سے گزرے ہیں۔

حالات حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ایوب ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش و ابتدائی حالات

آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ 440ھ میں بمقام موضع بوزنجرو پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی انتساب فیض فرمایا لیکن شرح وصایا خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی براہ راست شیخ ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ کے مرید ہیں۔ اور حضرت شیخ عبداللہ سے خرقہ خلافت پہنا۔ اور حضرت شیخ حسن سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے بھی اکتساب فیض فرمایا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ بغداد تشریف لے گئے اور ابو اسحاق شیرازی کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور ان سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اصول فقہ و مذہب میں مہارت حاصل کی۔ اور قاضی ابو الحسین محمد بن مہدی بن مستدی باللہ۔ ابوالقنائم عبدالصمد بن علی بن مامون۔ ابو جعفر محمد بن احمد بن مسلمہ وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔

مناقب و فضائل

آپ عالم باعمل' عارف و زاہد' عابد مرتاض اور صاحب احوال جلیلہ اور صاحب کرامات واضحہ و مقامات تھے اور علوم و معارف میں قدم راسخ اور فتاوی دینویہ و دینیہ میں ید بیضا اور احکام شریعہ میں دستگاہ کامل اور خواطر قلبیہ سے واقفیت رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے یگانہ مشائخ تھے۔ علماء و فقہاء اور صلحاء کا ایک جم غفیر ایک خانقاہ میں حاضر رہتا تھا جو آپ کے کلام سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ ان کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ کچھ عرصہ کہ زرا میں بھی مقیم رہے اور سوائے نماز جمعہ کے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔ آپ دیر تک مرو میں

مقیم رہے۔ اور وہاں آپ کی خانقاہ میں اس قدر طالبان خدا تھے کہ کسی دوسری خانقاہ میں نہ تھے۔ آپ مرو سے ہرات آئے اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مرو تشریف لے گئے۔ بعد ازاں پھر دوبارہ ہرات تشریف لائے اور تھوڑا عرصہ وہاں قیام کے بعد پھر مرو چلے گئے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی ان مشائخ میں سے ہیں جن کی صحبت میں حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ بھی حاضر رہے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جوان تھے۔ حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم وعظ کہا کرو۔ حضرت شیخ جیلانی نے جواب دیا میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "تم کو فقہ' اصول فقہ' اختلاف مذاہب و تفسیر قرآن سب کچھ یاد ہے تم ہر طرح سے اس بات کی صلاحیت رکھتے ہو کہ تم وعظ کیا کرو چونکہ مجھ کو تم میں وہ چیز نظر آ رہی ہے۔ جس کی اصل و فروع زمین و اسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ سے اپنی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ہمدان سے ایک شخص بغداد آیا جس کا نام یوسف ہمدانی تھا اور جن کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ قطب وقت ہیں وہ بغداد کے مسافر خانے میں مقیم تھے۔ میں ان کی عظمت و شہرت سن کر ان کی زیارت کے واسطے مسافر خانہ گیا تو وہاں موجود نہیں تھے۔ معلوم ہوا کہ سرداب میں ہیں لہٰذا سرداب گیا۔ مجھ کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے پھر مجھ سے فرمایا۔ اے عبدالقادر وعظ کیا کرو میں نے عرض کیا آقا میں تو عجمی ہوں۔ فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بول سکوں گا۔ آپ نے فرمایا تم کو فقہ' اصول فقہ' اختلاف مذاہب' نحو' لغت اور تفسیر قرآن یاد ہے۔ تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت اور قابلیت موجود ہے۔ بر سر منبر لوگوں کو وعظ سنایا کرو۔ چونکہ میں تم میں ایک جڑ دیکھتا ہوں جو عنقریب ایک عظیم درخت کی شکل اختیار کرے گی۔

کرامات

ایک دن حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی ایک مجلس میں وعظ فرما رہے تھے۔ دو

تب بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر آپ سے کہا کہ تم چپ رہو تم بد عتی ہو۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو۔ زندہ نہ رہو آپ کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ دونوں فقیہ وہیں انتقال کر گئے۔
ہمدان کی ایک عورت کے لڑکے کو فرنگیوں نے قید کر کے اس کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ وہ زاروقطار روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا صبر کرو اس نے کہا کہ مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے بارگاہ رب العزت میں اس عورت کے لڑکے کیلئے اس طرح دعا فرمائی۔ اللھم فک اسرہ وعجل فرجہ' (خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم جلدی دور فرما دے) پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اپنے گھر جا تیرا لڑکا تیرے گھر میں موجود ہے۔ جب وہ گھر پہنچی تو لڑکے کو گھر کے اندر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور اپنے بیٹے سے پوچھا تم پر کیا کیفیت گزری۔ لڑکے نے بتلایا کہ میں شہر قسطنطنیہ میں قید خانہ میں مقید تھا۔ میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان میری حفاظت کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص جس کو میں نہیں جانتا تھا میرے پاس آیا اور ان واحد میں مجھ کو وہاں سے اٹھا کر یہاں لے آیا۔ اپنے لڑکے سے یہ ماجرا سننے کے بعد وہ عورت دوبارہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ اپنے لڑکے کے چھوٹنے اور گھر پہنچنے کا بیان کیا آپ نے فرمایا کیا تجھکو امر الٰہی پر تعجب ہوتا ہے۔
حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ جب 515ھ میں بغداد تشریف لے گئے۔ اور مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ تو آپ کو لوگوں میں بہت مقبولیت حاصل ہو گئی۔ حضرت صوفی ابوالفضل صافی بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور علماء اور فقہاء آپ کی مجلس میں جمع تھے کہ ایک فقیہ جس کا نام سقا تھا اور آپ کی مجلس میں موجود تھا اٹھا اور آپ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے اس کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ بیٹھ مجھ کو تیرے کلام میں کفر کی بو آتی ہے۔ شاید تیری موت اسلام پر نہ ہو گی۔ اور تیرا خاتمہ بالخیر نہیں ہو گا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ وقت کے دربار میں شاہ روم کا

ایک نصرانی قاصد آیا ابن سقا فقیہ نے جب اس نصرانی قاصد کی خبر سنی تو وہ اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ میں دین اسلام چھوڑ کر تمہارے مذہب کو قبول کرتا ہوں تم مجھ کو اپنے ساتھ روم لے چلو۔ قاصد نے اس کی یہ درخواست منظور کر لی جب وہ نصرانی قاصد کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچا اور شاہ روم سے ملا تو عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اور اس مذہب پر اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن سقا قاری اور حافظ قرآن تھا۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھا تو کسی نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو کچھ قرآن یاد ہے۔ اس نے کہا اب بھول گیا ہوں صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے۔ ربما یود الذین کفروا لو کانو مسلمین۔ اکثر کفار یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

کلمات قدسیہ

(۱) سماع ایک سفیر ہے حق تعالیٰ کی طرف۔ اور ایک ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے۔ وہ ارواح کی خوراک اور اجسام کی غذا اور قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا ہے۔ وہ پردہ کے پھاڑنے ولا اور بھید کے ظاہر کرنے والا ہے۔ اور برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔ وہ عالم میں ہر فکر ہر لحظہ ہر تدبر و تفکر ہر ہوا کے جھونکے اور ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق کے نطق سے ہوتا ہے۔ پس تو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ و حیران اور مقید و اسیر اور صاحب خشوع و مست دیکھتا ہے۔

(2) جان لے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ملائکہ مقربین میں سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے۔ اور ان کو اپنی بارگاہ میں عرش و کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ ان کا لباس سبز صوف ہے۔ اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مثل ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کے وقت سے حالات وجد میں سرگشتہ و حیران اور فروتن و مست کھڑے ہیں۔ اور شیفتگی کی شدت کے سبب سے رکن عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں۔ پس وہ اہل آسمان کے صوفیہ اور بلحاظ نسبتوں کے ہمارے بھائی ہیں۔ اسرافیلؑ ان کے قائد و مرشد اور جبرائیلؑ ان کے رئیس و متکلم ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان کا انیس و لیک ہے۔ پس ان

پہ سلام و تحیۃ و اکرام ہو۔

(3) شیخ نجم الدین رازی رحمۃ اللہ نے کتاب مرصاد العباد میں ذکر کیا ہے۔ کہ
ایک روز ایک درویش نے شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
کیا کہ میں اس وقت شیخ احمد غزالی قدس سرہ کے پاس تھا۔ آپ درویشوں کے ساتھ
دستر خوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کچھ دیر آپ پر غیبت طاری ہو گئی۔ بعد ازاں
آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف
لائے اور میرے منہ میں لقمہ ڈال دیا۔ یہ سن کر شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ نے فرمایا۔
تلک خیالات تربی بها اطفال الطریقة۔ یہ خیالات ہیں جن سے
اطفال طریقہ پرورش پاتے ہیں۔ (انیس الطالبین۔ 99)

(4) تم خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے
ساتھ صحبت رکھو جو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

حالات حضرت شیخ فضیل ابن محمد ابو علی فارمدی طوسی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش و ابتدائی حالات

آپ کا اسم گرامی فضیل بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ قریہ فارمد میں جو طوس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ 434ھ میں پیدا ہوئے اور مصنف تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نے آپ کا سن ولادت 407ھ لکھا ہے۔

آپ علم فقہ میں ابو حامد غزالی کبیر کے شاگرد ہیں اور علم حدیث آپ نے ابو عبداللہ بن باکو شیرازی۔ ابو منصور تمیمی۔ ابو حامد غزالی کبیر اور ابو عبداللہ نیلی اور ابو عثمان صابونی سے پڑھا۔ علوم وعظ و تذکیر میں آپ کے استاد امام ابو القاسم قشیری صاحب رسالہ ہیں۔ عبدالغافر فارسی۔ عبداللہ بن علی خرگوشی۔ عبداللہ بن محمد کوفی علوی اور جامع الشفاء کا بیان ہے کہ حضرت شیخ ابو علی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے شیخ طریقت اور وعظ و تذکیر میں اپنے طریقہ کے ساتھ منفرد تھے۔ عبادت و تہذیب و حسن ادب و ملیح استعارہ دقیق اشارہ ورقت الفاظ میں کوئی آپ کا ہمعصر آپ سے گوئے سبقت نہیں لے گیا۔ آپ کا کلام پر تاثیر ہے۔ آپ قطب وقت اور اپنے زمانہ کے پیشوا تھے۔

آپ کا روحانی انتساب

علم باطن میں آپ کو دو طریقوں اور سلسلوں سے فیض حاصل ہوا ہے۔ ایک شیخ الطریقت حضرت ابوالقاسم گورگانیؒ سے اور دوسرے حضرت ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ

ہے۔ آپ نے اپنے تحصیل علم اور حصول فیض روحانی کے واقعات اس طرح بیان فرمائے ہیں۔
عنفوان شباب میں جب میں نیشا پور میں پڑھا کرتا تھا میں نے حضرت شیخ ابو سعید بن ابی الخیر قدس سرہ کے متعلق سنا کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں ان کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے منور اور پر جمال چہرہ کو دیکھا تو ان پر فریفتہ ہو گیا اور میرے دل میں طائفہ صوفیاء کی عظمت اور محبت بہت زیادہ ہو گئی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہ" میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ ابو سعید کی زیارت کروں حالانکہ وہ وقت حضرت شیخ موصوف کی۔ زیارت کا نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے خیال کیا کہ اس وقت نہیں جانا چاہئے۔ ان کے ملاقات کے اوقات میں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ اس خیال سے میں نے ارادہ کیا کہ اس وقت نہ جاؤں مگر میرے دل کو صبر اور قرار نہ ہو سکا۔ اور مجبور ہو کر میں ان کے شوق زیارت میں چل دیا۔ میں جب چوراہے پر پہنچا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا اور حضرت شیخ نے ایک مقام پر قیام فرمایا تو میں بھی وہاں چلا گیا۔ اور ایک جانب گوشہ میں اس طرح بیٹھ گیا کہ حضرت مجھ کو نہ دیکھ سکیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں پر محفل سماع شروع ہو گئی۔ اور شیخ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور وجد کی حالت میں آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع ختم ہو گیا تو شیخ نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اور ان کپڑوں کو آپ کے سامنے پارہ پارہ کر دیا گیا۔ شیخ نے اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں میں سے ایک آستین علیحدہ رکھ لی اور ابو علی طوسی کو آواز دے کر بلایا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ نہ تو مجھ کو جانتے ہیں نہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں ان کے کسی مرید کا نام ہو گا۔ اس لئے میں خاموش بیٹھا رہا اور میں نہیں بولا۔ شیخ نے پھر دوبارہ آواز دی پھر بھی خاموش رہا پھر تیسری مرتبہ میرا نام لے کر بلایا تو حاضرین نے کہا کہ شیخ تم کو جانتے ہیں اور تمہیں کو بلا رہے ہیں۔ میں حضرت شیخ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے وہ آستین اور تبرک مجھ کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے۔ میں نے کپڑا لے کر آداب بجا لایا۔

اور ان کپڑوں کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور مجھ کو ان کی خدمت میں بہت بڑے فائدے ہوئے اور نور معرفت کی روشنی ظاہر ہوئی اور عجیب و غریب حالات و کوائف ظاہر ہوئے۔

جب شیخ موصوف نیشا پور سے تشریف لے گئے تو میں استاد امام ابو القاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو حالات مجھ پر گذرے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں بیان کئے آپ نے فرمایا اے نوجوان جاؤ تحصیل علم کرو۔ مگر وہ روشنی دن بدن بڑھتی گئی۔ میں مزید تین سال تک تحصیل علم میں مصروف رہا یہاں تک کہ ایک دن عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ میں نے جب دوات سے قلم نکالا تو وہ سیاہ کی بجائے سفید نکلا۔ میں حضرت امام ابو قاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا واقعہ آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ علم تجھ سے دست بردار ہو گیا تو تو بھی اب علم سے دست بردار ہو جا۔ اور طریقت کا راستہ اختیار کرے اور اس کے کام میں مشغول ہو جا۔

چنانچہ اس دن سے میں مدرسہ کو چھوڑ کر خانقاہ میں آگیا۔ اور استاد امام کی صحبت اور خدمت میں رہنے لگا۔ ایک دن استاد امام حمام میں نہانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو میں نے چند ڈول حمام میں ڈال دیئے جب حضرت امام حمام سے باہر آئے اور نماز سے فارغ ہو گئے۔ تو دریافت فرمایا حمام میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے سوچا شاید یہ فعل آپ کو ناگوار گزرا ہے۔ اس لئے ڈر کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ پوچھا پھر بھی میں نے جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ جب آپ نے دریافت کیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں نے ڈالا تھا۔ امام نے فرمایا مجھ کو جو ستر سال کی عمر میں حاصل ہوا تھا تجھ کو پانی کے ایک ڈول کے عوض میں مل گیا۔ چنانچہ اس کے بعد میں بدستور حضرت امام کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہا کہ ایک دن مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کیفیت و حال سے محو و بے خود ہو گیا۔ میں نے حضرت امام سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو فرمایا اے بو علی راہ سلوک میں میری پرواز اس سے آگے نہیں ہے۔ اور اس مقام سے آگے کی واردات کا نہ مجھ کو علم ہے اور نہ راستہ کا پتہ ہے۔

حضرت استاد امام کا یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو اب ایسے راہبر کی ضرورت ہے جو اس مقام سے آگے میری رہنمائی کر سکے۔ وہ خالت بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے حضرت شیخ ابوالقاسم کی شہرت سنی تھی۔ لہذا میں طوس کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر طوس میں پہنچ کر جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی اور آپ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا۔ آپ اس وقت مراقبہ میں مشغول تھے۔ میرے جانے پر سر اٹھا کر فرمایا ابو علی آؤ بیٹھو کس لئے آئے ہو۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور اپنی سرگزشت بیان کی فرمایا تم ابھی کسی مقام پر نہیں پہنچے ہو۔ مگر تم کو یہ ابتدا مبارک ہو۔ البتہ اگر تمہاری تربیت صحیح ہو گئی تو تم بلند مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ بزرگ میری راہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہیں مقیم ہو کر ان کی خدمت میں رہنے لگا۔

عاشق یزدانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

نام اور نسبت

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے۔ سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ کیونکہ آپ کی ولادت حضرت سلطان العارفین کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ایک بار دہستان میں قبور شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب آپ موضع خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کوئی کچھ سونگھتا ہے۔ مریدوں نے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہیں ہم کو تو یہاں کوئی خوشبو نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی (1) وہ صاحب اہل و عیال ہو گا۔ (2) کھیتی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔ چنانچہ بقول مولانا رومؒ کے ایسا ہی ہوا۔

نے نجومت ورنہ رملست و نہ خواب   وحی حق واللہ اعلم بالصواب

خواجہ مولینا بن روز جہاں اصفہانیؒ نے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانیؒ کے شرح وصیت نامہ میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ مرید ابی مظفرؒ مولانا ترک طوسیؒ کے اور وہ مرید حضرت خواجہ اعرابی عشقیؒ کے اور وہ مرید خواجہ محمد مغربیؒ کے اور یہ مرید حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

فضائل و مناقب

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ سلطان المشائخ اور اوتاد و ابدال کے قطب اور اہل طریقت و حقیقت کے پیشوا تھے۔ معرفت و توحید میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول اور حضور و مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔

استاد ابوالقاسم قشیری کا بیان ہے کہ میں جب ولایت خرقان میں پہنچا تو پیر خرقان کی دہشت سے میری فصاحت و بلاغت جاتی رہی اور میں نے یہ خیال کیا کہ شاید میں اپنی ولایت سے معزول ہو گیا ہوں۔

ریاضت و مجاہدہ

ابتداء میں آپ کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت بایزیدؒ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتے اور تیس میل سفر کر کے حضرت بایزید کے مزار پر انوار پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور وہاں متوجہ روح پر فتوح ہو کر منتظر برکات و افاضات کھڑے رہتے اور التجا کرتے کہ جو خلعت تو نے حضرت سلطان العارفینؒ کو اپنے فضل سے عنایت فرمایا ہے۔ اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ پھر وہاں سے واپس آتے اور عشاء کے ہی وضو سے خرقان میں صبح کی نماز باجماعت پڑھتے تھے۔

حضرت خواجہ خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے چالیس سال تک سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

تواضع

ایک روز آپ بہت سے درویشوں کے ساتھ خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ اور سات دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ یہ میں صوفیوں کے لئے لایا ہوں۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو صوفی ہو لے مجھ میں تو یہ جرات نہیں کہ تصوف کا دعویٰ کروں یہ سن کر کسی نے نہیں لیا اور وہ شخص واپس چلا گیا۔

کرامات

سلطان محمود غزنوی حضرت شیخ خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے خرقان گیا۔ اور ایک شخص کی زبانی حضرت شیخ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ میں غزنی سے آپ کی زیارت کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ زحمت فرما کر شاہی خیمہ تک تشریف لائیں تو آپ کی بڑی عنایت ہو گی اور قاصد کو یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر شیخ آنے سے انکار کر دیں تو کلام پاک کی یہ آیت ان کو پڑھ کر سنا دینا۔ یاایھا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم

جب قاصد سلطان کا یہ پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے معاف رکھو۔ پھر قاصد نے آیت مذکور پڑھی۔ شیخ نے جواباً" بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ میں اطیعو اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعو الرسول سے شرمساری اور ندامت رکھتا ہوں۔ اولی الامر منکم کا تو ذکر ہی کیا ہے جب قاصد نے آکر محمود سے حضرت شیخ کا جواب عرض کیا۔ تو سلطان آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم خود وہاں چلتے ہیں ہم نے جیسا خیال کیا تھا یہ بزرگ ویسے نہیں ہیں۔ پھر محمود نے اپنا شاہانہ لباس اپنے غلام ایاز کو پہنا دیا اور ایاز کا غلامانہ لباس خود پہن لیا۔ اور دس لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا اور خود بھی اس جماعت کے ساتھ ہتھیار پہن کر غلامانہ صورت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب سب نے خانقاہ کے اندر جا کر السلام علیکم کہا تو آپ نے سلام کا جواب دیا لیکن تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ اور محمود کی طرف جو کہ غلامانہ لباس میں تھا توجہ فرمائی اور ایاز جو کہ شاہانہ لباس میں تھا اس کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے۔ محمود نے کہا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی تو آپ نے فرمایا یہ سب دام فریب ہے۔ محمود نے کہا کہ ہاں یہ دام فریب ہے۔ لیکن آپ ایسے پرند نہیں جو اس جال میں پھنس جائیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ آگے آؤ۔ جب محمود آگے آیا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ فرمایئے تو آپ نے کہا کہ اے محمود پہلے ان دس نامحرموں کو باہر بھیج دو۔ محمود نے اشارہ کیا اور وہ دس لونڈیاں باہر چلی گئیں۔

بعد ازاں محمود نے عرض کیا کہ مجھ کو بایزید کی کوئی بات سنایئے۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے بدبختی سے نجات حاصل

محمود نے کہا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو حضرت بایزید سے بہت اونچا ہے۔ مگر ابولہب اور ابو جہل اور دیگر منکرین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ مگر پھر بھی بدبخت ہی رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ۔ محمود اب ادب کا لحاظ رکھ اور میرے سامنے یہ لن ترانی نہ سنا۔ نبی کریم علیہ السلام کو سوائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کسی نے نہیں دیکھا اور اللہ عزوشانہ کا یہ فرمان اس امر پر شاہد ہے پھر آپ نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی وترٰھم ینظرون الیک وھم لایبصرون اور اے محبوب تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ چشم ظاہر سے تیری طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ چشم بصیرت سے تجھے نہیں دیکھتے۔ محمود کو آپ کی یہ دلیل بہت پسند آئی اور عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں آپ نے فرمایا اے محمود چار باتوں کا خیال رکھو' (1) جو چیز شریعت مطہرہ نے منع فرمائی ہے اس سے اجتناب کرو (2) نماز باجماعت ادا کرو۔ (3) سخاوت کرو۔ (4) خداوند تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔ پھر سلطان نے آپ سے درخواست کی کہ میرے واسطے دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ پانچوں وقت نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں۔

(یا اللہ مومنین اور مومنات کے گناہ بخش دے) محمود نے عرض کیا۔ خاص میرے واسطے دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد سلطان نے اشرفیوں کی تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ نے ایک جو کی روٹی بادشاہ کو دی اور فرمایا اس کو کھاؤ سلطان جو کی روٹی کو چباتا رہا۔ مگر اس کے حلق سے نیچے نہیں اتری۔ آپ نے فرمایا کیا روٹی کا نوالہ حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اسی طرح تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرے گلے میں اٹکتی ہے۔ اس کو لے جاؤ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ سلطان نے آپ سے درخواست کی کہ اپنا کوئی تبرک بطور یادگار کے مجھ کو عطا کیجئے۔ پھر آپ نے اپنا پیرہن اس کو عطا کیا۔ جب محمود واپس جانے لگا تو آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے۔ محمود نے کہا حضرت جب میں آیا تھا۔ اس وقت تو آپ میری تعظیم کو کھڑے نہیں ہوئے۔ اب کیوں تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ۔ اس وقت تو شاہی نخوت اور امتحان کے ارادے سے آیا تھا اس لئے میں تیری بادشاہت کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھا۔ اور

اب فقیری اور عاجزی کے ساتھ جا رہا ہے اس لئے میں تیری درویشی کے لئے کھڑا ہو گیا ہوں۔

جب محمود غزنوی سومنات پر حملہ آور ہوا تو سلطان کے مقابلہ میں بڑی زبردست اور سرکش فوج تھی محمود کو شکست کا اندیشہ ہوا تو سلطان کو اس وقت اس خرقہ کا خیال آیا فوراً" گھوڑے سے اترا اور گوشہ میں جا کر پیراہن شیخ کو ہاتھ میں لے کر پیشانی کو زمین پر رکھ کر اس طرح دعا کی۔ خدایا اس خرقہ کی آبرو کے صدقہ مجھ کو ان کافروں پر فتح عطا فرما۔ جو مال غنیمت مجھ کو یہاں سے ملے گا میں اس کو درویشوں کو دے دوں گا۔

ادھر محمود نے یہ دعا کی۔ دوسری طرف لشکر کفار میں ایسی ہلچل اور ابتری مچی کہ باہم دست و گریباں ہو کر آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے لگے۔ اس طرح اللہ تعالٰی نے لشکر اسلام کو فتح فرمائی۔

اس رات کو خواب میں سلطان نے حضرت شیخ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اس چھوٹے سے ہم کے لئے تو نے ہمارے خرقہ کی آبرو ضائع کر دی۔ اگر تو اس وقت خداوند تعالٰی سے یہ دعا کرتا کہ تمام کفار مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔

ایک روز شیخ المشائخ حضرت ابوالعز ابو عباس رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پانی کا ایک بھرا ہوا طشت آپ کے سامنے رکھا تھا۔ شیخ المشائخ نے اس پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر آپ کے سامنے رکھ دی۔ حضرت شیخ خرقانیؒ کے قریب ایک گرم تنور تھا۔ آپ نے اس میں سے ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر شیخ المشائخ کے سامنے رکھدی اور فرمایا کہ پانی میں سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے۔ آگ میں سے نکالنی چاہئے۔ شیخ المشائخ نے کہا کہ آؤ ہم دونوں اس جلتے ہوئے تنور میں کود پڑیں اور دیکھیں کون اس میں سے زندہ نکلتا ہے۔ اس پر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ آؤ ہم اپنی نیستی میں غوطہ لگائیں اور دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ زندہ ہو کر کون باہر نکلتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو العباس خاموش ہو گئے۔

حضرت شیخ بو علی سینا حضرت خرقانیؒ کی زیارت کے لئے خرقان گئے۔ جب آپ

مکان پر پہنچے تو آپ لکڑیاں لینے جنگل کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے آواز دے کر اہل خانہ سے دریافت کیا۔ کہ ابوالحسن کہاں گئے ہیں۔ اب تک نہیں آئے۔ آپ کی اہلیہ نے بہت ناراض ہو کر سخت لہجہ میں جواب دیا۔ کہ کس کذاب کا نام لیتے ہو وہ تو بڑا جھوٹا ہے۔ حضرت شیخ کو آپ کی بیوی صاحبہ کا یہ جواب سن کر بہت تعجب ہوا اور دل میں خیال کیا کہ جس کی بیوی کے اپنے خاوند کے متعلق یہ خیالات اور تاثرات ہیں تو اس کا کیا حال ہو گا۔ چنانچہ شیخ بو علی سینا دل میں یہی خیال کرتے ہوئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خرقانی شیر پر لکڑیاں لادے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ شیخ بو علی سینا یہ منظر دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ جب ہوش آیا تو پوچھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ کے آپ کے متعلق یہ تاثرات ہیں اور آپ کا یہ حال ہے کہ شیر بھی آپ کا مطیع ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں ایسی بھیڑنی کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گا۔ اس وقت تک بھلا یہ شیر میرا بار کیونکر اٹھائے گا۔ پھر آپ دونوں مکان پر تشریف لائے اور آپ سے بہت سی اسرار کی باتیں ظہور میں آئیں جن کو دیکھ کر شیخ بو علی سینا آپ کے بڑے معتقد ہو گئے۔

ایک بار آپ کے مرید نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں کوہ لبنان میں جا کر قطب عالم کی زیارت کروں۔ شیخ نے اجازت دے دی۔ جب وہ لبنان میں پہنچے تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ اور سب لوگ رو بقبلہ بیٹھے ہوئے کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اس جنازہ کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ قطب عالم تشریف لائیں گے وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور وہ پانچوں وقت یہاں تشریف لا کر ہر نماز کی امامت کرتے ہیں۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ اس طرح تو ضرور آنحضرت قبلہ عالم کی زیارت نصیب ہو گی۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت شیخ خرقانی نے وہاں تشریف لا کر امامت فرمائی۔ یہ منظر دیکھ کر میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو لوگ مردہ کو دفن کر چکے تھے۔ اور حضرت شیخ تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ جن بزرگ نے امامت کرائی ہے وہ کون ہیں۔ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ

اب پھر کب تشریف لائیں گے۔ جواب ملا کہ دوسری نماز کے وقت تشریف لائیں گے۔ میں یہ سن کر رونے لگا کہ میں آپ کا مرید ہوں اور مجھ کو آج تک یہ معلوم نہیں کہ آپ ہی قطب عالم ہیں۔ ورنہ اتنا دور دراز کا سفر کیوں اختیار کرتا جب پھر نماز کا وقت ہوا تو آپ تشریف لائے اور نماز کی امامت فرمائی۔ آپ نے جب نماز ختم کر کے سلام پھیرا تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور درخواست کی کہ براہ مہربانی مجھ کو اپنے ہمراہ واپس لے چلیں۔ میں بے حد شرمندہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر لے چلتا ہوں کہ جو کچھ یہاں دیکھا ہے اس کو ہرگز کسی کے سامنے بیان نہ کرنا' چونکہ میں نے اللہ تعالٰی سے درخواست کی ہے کہ مجھ کو اس دنیا میں خلقت سے پوشیدہ رکھے۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ سماع نہیں سنا کرتے تھے ایک روز حضرت شیخ ابو سعید آپ کی زیارت کے لئے خرقان آئے اور کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے سماع کی اجازت طلب کی کہ قوال سے سماع سننے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سماع نہیں سنا کرتے۔ آپ کی وجہ سے سن لیتے ہیں۔ قوالوں نے جب ایک شعر پڑھا تو حضرت شیخ ابو سعید نے کہا اے شیخ اب وقت ہے' آپ انھیں حضرت شیخ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تین بار اپنی آستین کو وجدانہ حرکت دی اور سات بار حالت وجد میں زمین پر اپنے پیر مارے۔ آپ کو وجد میں آنا تھا کہ خانقاہ کی دیواریں آپ کے ساتھ ہلنے لگیں۔ حضرت ابو سعید نے عرض کیا کہ حضرت بس کیجئے چونکہ عمارت گر جائے گی اور قسم ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی کہ آسمان اور زمین بھی آپ کے ساتھ رقص کرنے لگیں گے۔ اس پر حضرت شیخ نے اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثری تک سب کچھ دیکھتا ہو۔ آپ نے مزید فرمایا۔ اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ رقص کیوں کرتے ہو تو کہنا گزرے ہوئے لوگوں کی موافقت میں رقص کرتے ہیں اور جن لوگوں کے لئے سماع جائز ہے۔ وہ ایسے ہوا کرتے ہیں۔

ایک دن ابوسعید خرقان میں آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ آپ کی بیوی صاحبہ نے اس روز جو کی روٹیاں پکائی تھیں۔ ان میں سے چند روٹیاں موجود

تھیں۔ آپ نے ان روٹیوں پر ایک چادر ڈال دی۔ اور بیوی سے کہا کہ اب ان میں جتنی چاہو روٹیاں نکالتی رہنا۔ چنانچہ آپ کی اہلیہ نے ایسا ہی کیا۔ لوگ بڑی خاصی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ خادم برابر ان میں سے روٹیاں نکال کر لاتے رہے۔ مگر وہ روٹیاں اسی طرح باقی رہیں۔ اتنے میں آپ کی بیوی صاحبہ نے چادر اٹھا کر دیکھا۔ تو وہاں کوئی بھی روٹی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا تم نے غلطی کی ہے۔ اگر تم چادر اٹھا کر نہ دیکھتیں تو اسی طرح اس کے نیچے سے قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

ارشادات و فرمودات

آپ نے فرمایا سب سے بہترین چیز ایک ہی ہے۔ وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو۔ صوفی کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ صوفی اس کو نہیں کہتے جو گدڑی پہنے اور جاء نماز پر بیٹھا رہے۔ اور نہ رسوم اور عادات سے صوفی ہوتا ہے۔ بلکہ صوفی وہ ہے جو نیست ہو صوفی وہ ہے جس کو دن میں آفتاب کی اور رات میں چاند ستاروں کی حاجت نہ ہو اور ایسا نیست ہو جائے کہ ہستی کی حاجت باقی نہ رہے۔ صدق کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا صدق یہ ہے کہ جو کچھ دل میں ہو وہی زبان پر ہو۔ یعنی جو بات دل میں ہو وہی بات کہے۔ آپ نے اخلاص کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا جو کلام تو خدا کے واسطے کرے وہ اخلاص ہے۔ اور جو کام بندوں کے دکھانے کے واسطے کرے وہ ریا ہے۔ فنا اور بقاء کے متعلق فرمایا کہ فنا اور بقا کے متعلق صرف ایسے شخص کو کلام کرنے کا حق ہے کہ وہ شخص ایک تار کے ذریعہ آسمان سے لٹکا ہو اور اس وقت ایسی ہوا چلے جس سے تمام درخت اور عمارتیں گر جائیں اور وہ ہوا تمام پہاڑوں کو اکھاڑ کر رکھ دے اور اس کے زور سے تمام دریا الٹ جائیں۔ مگر وہ ہوا اس شخص کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

کلمات قدسیہ

(۷) تم ہرگز اس شخص کے ساتھ صحبت نہ رکھو کہ تم کہو خدا اور وہ کہے کچھ

اور۔

(8) اندوہ طلب کر یہاں تک کہ تیری آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(9) کوئی شخص راگ گائے اور اس سے خدا کو طلب کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو قرآن پڑھے اور اس سے حق کو طلب نہ کرے۔

(10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعل کی پیروی کرے۔ نہ وہ شخص جو کہ کاغذ کو سیاہ کرے۔

(11) حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طلب ہے۔

(12) آج چالیس سال ہوئے ہیں کہ میں ایک حالت میں ہوں اور حق میرے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کو نہیں پاتا۔ مجھ میں غیر خدا کے لئے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہ میرے سینہ میں غیر کے لئے قرار رہا ہے۔

(13) عالم و عابد جہان میں بہت ہیں۔ تجھے ایسا ہونا چاہیئے کہ تو صبح سے شام اس طرح کرے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے۔ اور رات سے صبح اس طرح کرے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے۔

(14) چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی کا یا کھٹی چھاچھ کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اس کو نہیں دیا۔

(15) دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے کہ جس میں مخلوق نہ ہو۔ اور کاموں میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ اور نعمتوں میں سب سے حلال وہ ہے جو تیری کوشش سے ہو۔ اور رفیقوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس کی زندگانی حق کے ساتھ ہو۔

(16) مجھے تین چیزوں کی غایت معلوم نہ ہوئی۔ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات۔ نفس کا مکر۔ معرفت۔

(17) میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی۔ میرے بندے! اگر تو غم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا۔ تو تجھے خوش کروں گا۔ اور اگر حاجت و فقر کے ساتھ

تجھے تونگر کر دوں گا۔ جب تو اپنے آپ سے بالکل دست بردار ہو جائے
ئے گا۔ میں
گا پانی اور ہوا کو تیرا مطیع کر دوں گا۔
(18) میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

حضرت سلطان العارفین
بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ ان بڑے بڑے اولیاء کرام اور مشائخ عظام میں سے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ریاضت و عبادت کی وجہ سے قرب الٰہی حاصل کیا۔ احادیث اور روایات بیان کرنے میں آپؒ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ آپؒ کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو اولیاء کرام میں وہی مقام حاصل ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ملائکہ میں اور مقام توحید میں تمام توحید میں تمام اولیاء اللہ کی انتہا آپؒ کی ابتدا ہے۔ لوگ دریائے معرفت میں ابتدائی مقام میں ہی سرگرداں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں آپؒ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ دو سو سال تک بھی گلشن معرفت میں غوطے لگاتے رہیں تب کہیں جا کر ان کو وہ ایک پھول مل سکتا ہے۔ جو ابتدا ہی میں ان کو مل گیا تھا۔ شیخ ابو سعیدؒ آپؒ کی شان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ پورے عالم کو آپؒ کے اوصاف سے لبریز دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپؒ کے مراتب کو کوئی نہیں جانتا۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ 136 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت ہے اور آپؒ کی تربیت روحانی حضرت امامؒ سے ہی ہوئی۔ کیونکہ آپؒ کی پیدائش مبارک بھی حضرت امام جعفر صادقؒ کے بعد ہوئی ہے۔ اگرچہ تذکرۃ الاولیاء کی بعض حکایات سے پایا جاتا ہے کہ آپؒ کو حضرت امامؒ کی صحبت نصیب ہوئی ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ آپؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کو بظاہر نہیں دیکھا۔

حکیم سید امین الدین احمد حضرت بایزید بسطامیؒ کی نسبت کے بارے میں صوفی محمد ابراہیم قصوری کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؒ کو حضرت امام جعفر صادقؒ سے روحانی اور اویسی نسبت ہے۔ آپؒ کو امامؒ موصوف کی ظاہری صحبت نصیب نہیں ہوئی۔

شیخ فرید الدین عطارؒ لکھتے ہیں کہ آپؒ کے دادا آتش پرست تھے اور والد بزرگوار بسطام کے عظیم بزرگوں میں شمار ہوتا تھا اور آپؒ کی کرامات کا ظہور شکم مادری میں ہونے لگا تھا کیونکہ آپؒ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید بسطامیؒ ان کے شکم مبارک میں تھے تو اگر کوئی مشتبہ غذا ان کے شکم مبارک میں چلی جاتی تو اس کو اس قدر بے کلی اور بے چینی ہوتی کہ ان کو حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا پڑتی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ راہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادر زاد ولی ہو۔ اس کے بعد چشم بینا اور اس کے بعد گوش ہوش لیکن اگر یہ تینوں چیزیں حاصل نہ ہوں تو پھر مرگ ناگہاں بہتر ہے۔ حضرت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ قدس سرہ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن ہی میں تلاش حق کی جستجو پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپؒ استاد سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے ان شکر لی ولو الدیک (سورہ لقمان آیت 14) ترجمہ۔ ''شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا'' تو آپ استاد سے اجازت لے کر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ ''میں دو گھروں سے تعلق نہیں نبھا سکتا یا تو آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں کہ بالکل آپ کی خدمت کروں یا اللہ تعالیٰ کو سونپ دیجئے کہ بس اس کا ہو رہوں۔'' والدہ ماجدہ نے جواب دیا ''میں نے تجھ کو راہ خدا کے لئے چھوڑ دیا اور اپنا حق معاف کر دیا۔'' پس آپؒ بسطام سے باہر نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدے کرتے رہے۔

انوار اصفیاء کا مصنف لکھتا ہے کہ آپؒ فرماتے ہیں کہ ''جس کام کو میں سب کاموں سے موخر جانتا تھا وہ مقدم کام تھا یعنی والدہ کی رضا مندی'' آپؒ فرماتے ہیں کہ ''جس چیز کو میں مجاہدات و ریاضت شاقہ میں تلاش کرتا پھرتا تھا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ یعنی ایک رات والدہ نے پانی طلب کیا میں کوزہ میں پانی لینے گیا مگر نہ ملا۔ پھر صراحی کو دیکھا مگر پانی وہاں بھی نہ تھا چنانچہ نہر پر جا کر پانی لایا مگر میری واپسی تک والدہ سو گئی تھیں۔ میں اسی طرح کوزہ لے کر کھڑا رہا۔ سخت سردی کے باعث کوزہ میں پانی جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں تو انہوں نے مجھ کو یوں کھڑے دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا کہ شائد آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کریں۔

لیکن میں حاضر نہ ہوں۔ اس ڈر کی وجہ سے کھڑا رہا یہ سن کر والدہ نے پانی پیا اور میرے حق میں دعا کی۔"

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخت سے سخت مجاہدہ کونسا ہے جو آپ نے راہ خدا میں کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا بیان ممکن نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آسان سے آسان تکلیف جو آپ کے نفس نے اٹھائی ہو وہ تو بتا دیجئے۔ فرمایا ہاں یہ سن لو۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے نفس کو کسی طاعت کی طرف بلایا۔ اس نے میرا کہنا نہ مانا اس پر میں نے اسے ایک سال پیاسا رکھا۔

ایک دفعہ آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے پہلو میں ایک شیخ نے اپنا عصا زمین میں گاڑا ہوا تھا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کا عصا اس شیخ کے عصا پر گرا جس سے وہ بھی گر گیا۔ شیخ نے جھک کر اپنا عصا اٹھایا اور گھر کو چل دیا۔ آپ بھی اس کے گھر پہنچے۔ اور معافی مانگی۔ فرمایا تم کو جھکنے کی تکلیف اس واسطے اٹھانی پڑی کہ میں نے اپنا عصا اچھی طرح نہ گاڑا تھا۔ ورنہ تم کو جھکنے کی حاجت نہ ہوتی۔

کرامات

ایک مرتبہ ایک جماعت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی اور دعا کی درخواست کی۔ یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا جاؤ اپنے پرنالوں کو درست کر لو اسی وقت مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ اور ایک دن ایک رات برستا رہا۔

ایک دفعہ ملک شام میں لشکر اسلام کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو شکست ہونے والی تھی کہ حضرت شیخ نے یہ آواز سنی بایزید دریاب (اے بایزید خبر لیجو) اسی وقت خراسان کی طرف سے آگ نمودار ہوئی جس کی وحشت سے لشکر کفار میں تہلکہ مچ گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

وفات

آپ نے (15 شعبان) 261ھ میں بسطام میں انتقال فرمایا۔ وصال کے بعد لوگوں

نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ کا حال دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے مجھ سے پوچھا۔ بوڑھے! تو میرے واسطے کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کیا خداوندا جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے۔ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ تو ہمارے واسطے کیا لایا۔ بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے۔

جب آپ کو دفن کیا گیا۔ تو علی کی والدہ جو احمد خضرویہ کی بیوی تھی۔ زیارت کو آئی۔ جب زیارت سے فارغ ہوئی تو کہنے لگی تم جانتے ہو کہ شیخ بایزید کون تھے۔ لوگوں نے کہا تو بہتر جانتی ہے۔ وہ بولی کہ ایک رات میں کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ میں کچھ دیر بیٹھ گئی۔ اور سو گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے آسمان پر لے گئے۔ میں نے عرش کے نیچے ایک بیابان دیکھا۔ جس کی لمبائی اور چوڑائی کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ تمام بیابان گل و ریاحین تھا۔ جس کے پھولوں کی ہر پتی پر لکھا تھا کہ بایزید ولی اللہ تھا۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر آپ کی زیارت کو آئے۔ تو فرمانے لگے یہ وہ جگہ ہے کہ دنیا میں جس شخص کی کوئی چیز گم ہوئی ہو۔ وہ یہاں ڈھونڈے۔

کلمات قدسیہ

(1) آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ معرفت کس طرح حاصل کی؟ جواب دیا کہ بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے۔

(2) میں نے تیس سال مجاہدے میں گزارے۔ اس عرصہ میں کسی چیز کو اپنے اوپر ایسا سخت نہ پایا جیسا کہ علم اور اس پر عمل۔ اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ایک اجتہاد پر رہتا۔ علماء کا اختلاف سوائے تجرید توحید کے رحمت ہے۔

(3) عمی بسطامی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا کہ ابو یزید نے مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے تئیں ولی مشہور کر رکھا ہے۔ اور وہ زہد میں مشہور و معروف تھا۔ پس ہم اس کی طرف گئے۔ جب وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا۔ تو اس نے اپنا لعاب دہن قبلہ کی طرف پھینکا۔ یہ دیکھ کر ابو یزید واپس آ گئے اور اسے سلام نہ کہا۔ فرمایا کہ یہ شخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب میں معتمد علیہ و امین نہیں جس بات کا یہ دعویٰ کرتا ہے اس میں کس طرح معتمد علیہ ہو گا۔

(4) میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ مجھے کھانے کی تکلیف اور عورتوں کی تکلیف سے بچائے۔ پھر خیال آیا کہ یہ سوال میرے واسطے کس طرح جائز ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال نہیں کیا۔ اس لئے میں اس سوال سے باز رہا۔ بعد ازاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے عورتوں کی تکلیف سے ایسا بچایا کہ مجھے پروا نہیں۔ میرے آگے عورت ہو یا دیوار۔

(5) اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو۔ یہاں تک کہ ہوا میں اڑتا ہو تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی۔ حفظ حدود اور آداب شریعت میں کیسا ہے۔

(6) اپنی موت کے وقت فرمایا خدایا میں نے تجھ کو یاد نہ کیا مگر غفلت سے۔ اور تیری عبادت نہ کی مگر سستی سے۔

(7) میں نے ایک رات اپنی محراب میں پاؤں پھیلایا۔ ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اسے چاہئے کہ حسن ادب سے بیٹھے۔

(8) میں نے اللہ کو اللہ کے ساتھ پہنچانا۔ اور اللہ کے ماسوا کو اللہ کے نور کے ساتھ پہنچانا۔

(9) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتیں دیں تاکہ ان کے سبب سے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ مگر وہ ان کے سبب سے اس سے غافل ہو گئے۔

(10) اے خدا! تو نے خلق کو ان کے علم کے بغیر پیدا کیا۔ اور ان کے ارادہ کے بغیر امانت ان کے گلے میں ڈال دی۔ پس اگر تو ان کی مدد نہ کرے گا۔ تو اور کون کرے گا؟

(11) آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنت و فریضہ کیا ہے۔ فرمایا کہ سنت تمام دنیا کا ترک کرنا اور فریضہ اللہ کے ساتھ صحبت ہے۔ وجہ یہ کہ سنت تمام ترک دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کتاب تمام صحبت مولیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے۔ اور نعمتیں ازلی ہیں۔ پس واجب ہے کہ ان کا شکر ازلی ہو۔

(12) میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور میری طرف آ۔

آپ ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ نہیں چونکہ جادوگر ایک رات میں ہندوستان سے دماوند پہنچتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ اچھا حضرت آپ ہی فرمایئے کہ مردوں کا کیا کام ہے۔ فرمایا اس دل کو سوائے خدائے پاک کے کسی سے بھی نہ لگائے۔ فرمایا میں اس خیال میں تھا کہ میں اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کی دوستی تو میری دوستی سے پہلے تھی۔ فرمایا علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے زیادہ دشوار میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ فرمایا میں اپنے اعضا کو عبادت میں مشغول کرتا اور جب کسی عضو کو عبادت سے صحت پاتا تو دوسرے عضو سے کام لیتا یہاں تک کہ بایزید ہو گیا۔ فرمایا میرے دل میں خیال آیا یہ معلوم کروں کہ سب سے زیادہ عذاب جسم کے لئے کون سا ہے۔ آخر کار معلوم ہوا کہ یاد الٰہی کی غفلت سے بڑھ کر کوئی عذاب سخت نہیں ہے۔ چونکہ دوزخ کی آگ جسم کو اس طرح نہیں جلائے گی جس طرح کہ ذرا سی دیر کی غفلت جلائے گی۔

فرمایا کہ تمام عمر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بایزید سے صحیح اور درست نکل آئے تو پھر بایزید کو کسی سے خوف نہیں۔ فرمایا میں نے حق جل شانہٗ کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا بایزید کیا چاہتا ہے؟ تو میں نے عرض کیا جو تو چاہتا ہے وہ میں چاہتا ہوں تب حق تعالیٰ نے فرمایا اے بایزید میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ

پیدائش و ابتدائی حالات

آپ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فردہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے قاسم کی صاحبزادی ہیں اور ام فردہ کی والدہ اسماء حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے عبدالرحمٰن کی صاحبزادی ہیں۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ولدنی ابوبکر مرتین یعنی میں ابو بکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں یعنی ایک ولادت ظاہری کہ میرے نانا حضرت قاسم بن محمد ابی بکر تھے۔ دوئم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی مجھ کو انہیں سے حاصل ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام کا نسب صدری اور نسب باطنی حضرت صدیق اکبرؓ سے ہے۔

آپ بتاریخ 18 ماہ ربیع الاول ۸۰ھ بروز دو شنبہ بوقت چاشت مدینہ میں پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ عمر بن المقوم نے آپ کو حدیث شریف بیان کرتے کبھی بے وضو نہیں دیکھا۔ ان کی خدمت میں میری آمدورفت دیر تک رہی مگر جب کبھی ان سے ملا تو ان کو نماز پڑھتے ہوئے یا خاموش یا کلام اللہ پڑھتے ہوئے ہی پایا۔ وہ خلوت میں فضول اور لغو گفتگو سے احتراز کرتے تھے اور علوم شرعیہ کے عالم اور خدا ترس تھے۔

کرامات

(۱) لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے 113ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے۔ یا رب! یا رب! پھر خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں بولا یا حی' یا حی! پھر کچھ دیر کے بعد بولا الٰہی میں انگور چاہتا ہوں۔ خدایا مجھے انگور کھلا دے۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئیں ہیں مجھے نئی پہنا دے۔ راوی کا قول ہے کہ اس کا کلام تمام نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے انگوروں کا ایک ٹوکرا بھرا ہوا دیکھا۔ حالانکہ اس وقت

انگور نہیں تھے۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جس کی مثل میں نے دنیا میں روئے زمین پر کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ اس شخص نے چاہا کہ انگور کھا لے میں نے کہا میں تیرا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا کیونکر میں نے جواب دیا کہ جب تم دعا مانگ رہے تھے میں آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر اس نے کہا آگے آیئے کھایئے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے کہ ایسے کبھی نہ کھائے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائے۔ مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کو ذخیرہ مت کرو۔ اور نہ چھپاؤ بعد ازاں اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اس پر اس نے ایک چادر بطور تہبند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی۔ پھر وہ پرانی چادریں لے کر پہاڑ سے اترا۔ صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے اس سے سوال کیا اے فرزند رسول اللہ میں ننگا ہوں مجھے اوڑھا دیجئے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو اوڑھایا ہے۔ بس انہوں نے وہ دونوں سائل کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواب ملا۔ حضرت جعفر صادق ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کو ڈھونڈا کہ ان سے کچھ سنوں مگر وہ نہ ملے۔

(2) ایک دفعہ حضرت خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق کو لاؤ تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ وزیر نے کہا کہ جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول ہو اس کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخر کار وزیر آپ کو بلانے گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں کو ہدایت کی کہ جس وقت امام جعفر صادق آئیں اور میں ٹوپی سر سے اتار دوں تو تم ان کو قتل کر دینا۔ جب حضرت امام جعفر صادق تشریف لائے تو ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ کو تخت پر بٹھا کر خود ادب کے ساتھ سامنے بیٹھ گیا۔ منصور نے عرض کیا! کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آئندہ مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ اور اب مجھے اجازت دو کہ جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ سن کر خلیفہ نے آپ کو بڑے اعزاز و کرام سے رخصت کیا۔ جب آپ رخصت ہوئے تو خلیفہ کانپ کر بیہوش ہو کر گر پڑا!

- جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہئے۔ جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے اور اس کی بقا چاہے تو اس کو یوں کہنا چاہئے۔ ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ۔ علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔ آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے پروردگار! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا تمام نہ ہوتی کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی۔ جس نے اللہ کو پہچانا اس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔

کلمات قدسیہ

(1) چار چیزیں ہیں جن سے شریف آدمی کو عار نہ چاہئے۔ اپنے والد کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

(2) نیکی سوائے تین خصلتوں کے تمام و کامل نہیں ہوتی۔ اسے جلدی کرنا۔ اسے چھوٹا سمجھنا۔ اسے چھپانا

(3) جب دنیا کسی انسان کے پاس آتی ہے۔ اسے غیروں کی خوبیاں دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے۔ تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

(4) جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لئے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر۔ اگر تجھے اس کے لئی کوئی عذر نہ ملے۔ تو یوں کہہ کہ شاید اس کے لئے کوئی عذر ہو گا جو مجھے معلوم نہیں۔

(5) جب تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو۔ تو اسے اچھے سے اچھے پر عمل کرو۔ یہاں تک کہ اگر تمہیں کوئی محمل نیک نہ ملے۔ تو اپنے تئیں ملامت کرو۔

(6) تم ایسے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ جو بھوکا تھا۔ پھر سیر ہو گیا۔

(7) آپ نے کسی قبیلے کے ایک شخص سے پوچھا کہ اس قبیلے کا سردار کون ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کا سردار ہوتا تو جواب میں میں نہ کہتا۔

(8) جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ۔ کیونکہ گناہ مردوں کے گلوں میں ان کی پیدائش سے پہلے ڈالے گئے ہیں اور ان پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

(9) جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے۔ اس کو طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہئے۔

(10) جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے۔ اور اس مال کا بقاء چاہئے۔ اسے یوں کہنا چاہئے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱؎ (سورہ کہف آیت نمبر ۳۹)

(11) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف یہ حکم بھیجا کہ جو شخص میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیرا خادم بنے تو اسے تکلیف دو۔

(12) علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔

(13) یااللہ! تو مجھے اس شخص کے ساتھ غمخواری عطا فرما جس پر تو نے اپنا رزق تنگ کر دیا ہے۔ اور جس حالت میں میں ہوں وہ تیرے فضل سے ہے۔

(14) آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے۔ پروردگارا! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا تمام نہ ہوتی۔ کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی۔

(15) جس نے اللہ کو پہچانا۔ اس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔

(16) عبادت توبہ کے سوا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ التائبون العابدون۔

(17) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار میں مبتلا ہو۔ وہ چار سے کیسے غافل رہتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین ۱؎ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے فاستجنا له ونجینه من الغم' وکذلک ننجی المومنین ۲؎ اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا حسبنا اللہ ونعم الوکیل کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانقلبوا بنعمته من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء ۳؎ اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۴؎ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فوقه اللہ سیات ما مکروا ۵؎ اور تعجب ہے اس پر جو جنت میں رغبت

۱؎ الانبیاء آیت ۸۷، ۲؎ الانبیاء آیت نمبر ۸۸، ۳؎ آل عمران آیت ۱۷۴

کرتا ہے۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فعسیٰ ربی ان یوتین خیرا من جنتک۔ (الکھف آیۃ نمبر ۴۰)

4- حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یزد جرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں غنیمت میں آئیں۔ ان کی قیمت ٹھہرائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے تینوں کو لے لیا۔ ان میں سے ایک اپنے صاحبزادے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی جن سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر کو دے دی جن سے حضرت سالم پیدا ہوئے اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی جن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ اس طرح سے حضرت امام زین العابدین، سالم اور قاسم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانہ فیض کاشانہ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی اور اپنے والد ماجد کے شہید ہونے کے بعد اپنی پھوپھی صاحبہ سے تربیت حاصل کی۔

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتساب ہے اور انہیں کے وسیلہ سے اپنے جد بزرگوار کی روحانی نعمت حاصل ہوئی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی محبت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل کی۔

فضائل و مناقب

حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ آپ عالم فقیہ، پرہیز گار اور کثیر الحدیث امام تھے۔ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو قاسمؒ سے افضل نہیں دیکھا۔ بقول امام

بخاری رحمتہا اللہ علیہ! آپ افضل اہل زمانہ تھے۔ حضرت ابو الزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو حضرت قاسمؒ سے بڑھ کر سنت کا عالم نہیں پایا اور نہ کسی فقیہ کو آپ سے اعلم دیکھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے حضرت قاسم سے پوچھا کہ تم اور سالم دونوں میں بڑا عالم کون ہے۔ حضرت قاسم نے کہا سبحان اللہ! اعرابی نے پھر وہی سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ وہ سالم ہیں ان سے پوچھ لو۔ ابن اسحاق نے اس کی توجیہ میں کہا کہ حضرت نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ یہ کہیں میں عالم ہوں۔ چونکہ یہ تزکیہ انفس ہے اور یہ بھی نہیں کہا کہ سالم ہیں چونکہ یہ جھوٹ ہو جاتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امام قاسم کے سپرد کرتا۔

وفات

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفنانا جن میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ یعنی قمیض و آزار و چادر۔ اپ کے صاحبزادے نے عرض کیا۔ ابا جان کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں۔ جواب دیا جان پدر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا کفن بھی تین کپڑے تھے۔ مردہ کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کی عمر اور سال وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ مصنف "حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" نے لکھا ہے کہ آپ کا سن شریف ستر سال کا ہوا اور 106ھ یا 107ھ میں انتقال فرمایا۔ مصنف تذکرہ مشائخ نقشبند نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر ستر یا بہتر سال ہوئی۔ ابن سعد نے طبقات میں سال وفات 108ھ لکھا ہے ابن معین و ابن المدینی نے 24 جمادی الاول 106ھ لکھا ہے۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں ہے " وفات آں جامع کمالات معدن فیوضات بتاریخ بست چہارم جمادی الاول بہ سال یکصدویک" 101ھ یا 107ھ یا 109ھ بوقوع آمد۔ آپ نے درمیان مکہ و مدینہ بمقام قدید وفات پائی اور مشلل میں مدفون ہوئے۔

3- حضرت سلمان فارسیؓ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند زرہ پنہاں بحرم قافلہ را

ان قافلہ سالاران طریقت و ہدایت میں ایک شہسوار جناب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل البشر بعد الانبیاء با لتحقیق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے خاتم النبین رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس سلسلہ عالیہ کے میر کارواں ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلواۃ والتسلیم کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور جلیل القدر صحابہ میں شامل ہوئے۔

تاہم خصوصی علم باطن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے فیض خاص حاصل کیا جو کہ نائب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دنیا و آخرت، مکہ و مدینہ، سفر و حضر، غار، بازار، مزار کار زار ہر جگہ کے رفیق کار اور وفادار ہیں۔

ابتدائی حالات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ فارس کے آتش پرست قبیلے میں پیدا ہوئے مجوسی مذہب و آتش پرستی سے دلی نفرت کے باعث علیحدگی اختیار کی اور دین موسوی کی پیروی اپنا لی مگر کچھ عرصہ کے بعد اس دین کی تبدیلیوں اور اس میں پیدا شدہ برائیوں کے ساتھ طبیعت نہ ملی تو دین عیسوی اختیار کر لیا اور روم اور شام وغیرہ میں عیسائی راہبوں کی خدمت میں لگے رہے۔ آخر ایک راہب سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں اللہ کے آخری پیغمبر کے مبعوث ہونے کا وقت قریب ہے۔ آپ مدینہ کی طرف چلے اور کسی وجہ سے بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ غلامی میں فروخت ہو چکے تھے مگر حق کی طلب میں لگے رہے۔ جب شفیع روز جزا، محبوب خالق کائنات، باعث تخلیق کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف

لائے تو ہجرت کے پہلے ہی سال سلمان فارسی مسلمان ہو گئے اور ۵ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر مزید کرم فرمایا اور یہودی کو معاوضہ دے کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اہل بیت سے ہیں۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں آپ شامل ہوتے رہے۔ غزوہ خندق کے وقت مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار کہتے تھے کہ یہ ہم میں سے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں یعنی میرے اہل بیت سے ہیں۔ اس کی توضیح یوں کی گئی ہے کہ آزاد کردہ غلام بھی گھر کے فرد کی طرح ہوتا ہے اور یہ کہ اس ارشاد کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ شرف بخشا کہ وہ اہل بیت کی طرح پاکیزہ اور بخشے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ محبت کرنا اہل ایمان کے لئے ضروری ہے۔

غلامی رسولؐ بڑا اعزاز ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کئی مذاہب اختیار کئے مگر دین اسلام پر ہی استقامت اختیار کی اور اس میں سکون و دل و جان نصیب ہوا۔

غلامئ رسول میں موت بھی قبول ہے
جو نہ ہو عشق مصطفیٰ تو زندگی فضول ہے

تین میں سے ایک

فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی جنت مشتاق ہے۔

چار میں سے ایک

اور ان چار صحابہ میں ایک ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے۔

گورنر مدائن

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو گورنر

مدائن بنا کر بھیجا اور سالانہ پانچ ہزار درہم ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو وظیفہ ملتا وہ راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور خود بوریاں تھیلے وغیرہ بنا کر گزارہ کرتے۔ پہلے بغیر گھر کے رہے پھر ایک چھوٹا سا نہایت سادہ مکان بنوایا ایک پرانا کمبل اپنے پاس رکھتے اور رات کو بستر اور لحاف کی جگہ استعمال فرماتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سادگی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس قدر سادگی پسند تھے کہ کئی مرتبہ بازار میں اجنبی لوگ سمجھتے کہ آپ رضی اللہ عنہ مزدور ہیں اور اپنا سامان اٹھانے کے لئے کہتے تو آپ ظاہر نہ کرتے کہ میں گورنر ہوں اور لوگوں کا سامان اٹھا کر ان کے ساتھ لے جاتے۔

وصال شریف

مرض وصال مین آپ کے اثاثہ میں صرف چند ضرورت کی چیزیں تھیں اس کے باوجود روتے اور کہتے کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر تو قیامت کو مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور دنیا سے اس طرح جانا جیسے میں جا رہا ہوں وصال کے روز اپنی زوجہ سے فرمایا کچھ کستوری اگر ہے تو اسے پانی میں گھول کر میرے گرد چھڑک دو کہ میرے پاس ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں اور نہ جن آپ کی زوجہ نے جب یہ کام کر دیا تو انہوں نے آواز سنی۔

السلام علیک یا ولی اللہ۔ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ۔

اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ آپ ایسے پر سکون لیٹے ہوئے تھے جیسے مزے سے سو رہے ہوں۔ آپ کی عمر کا پورا تعین نہیں ہوا مگر یہ کہا گیا ہے کہ دو سو پچاس سال سے زیادہ عمر پائی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غلامی کی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

ارشادات

۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ہم سے عہد لیا کہ ہمارا مال و اسباب مسافر کے توشہ کی طرح ہو۔

2- فرمایا دنیا کو طلب کرنے والے پر تعجب ہے جسے موت طلب کر رہی ہے۔

3- فرمایا اس پر حیرانگی ہے جو غافل ہے حالانکہ اسے بھلایا نہیں گیا۔

4- فرمایا تعجب ہے اس پر جو ہنستا ہے حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناراض ہے۔

5- فرمایا مومن کا حال دنیا میں اس بیمار کی طرح ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوا کو جانتا ہے جب مریض کوئی نقصان دہ چیز مانگتا ہے تو وہ حکیم اسے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ کھاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس طرح مومن کئی چیزوں کی خواہش کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں سے روک دیتا ہے اور دنیا چھوڑنے کے بعد بہشت میں داخل کرتا ہے۔

6- آپؓ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے تیرے رب کا تجھ پر حق ہے تو ہر ایک حق دار کو اس کا حق دے پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان نے سچ کہا ہے (رضی اللہ عنہ)

7- گورنر ہونے اور وظیفہ ملنے کے باوجود محنت مزدوری کرتے اور فرماتے "میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں۔" اور جو ضرورت سے بچتا وہ خیرات کر دیتے۔ شبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا "پیارے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے وہ دوسرے کو خواب میں ملے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا "ایسا ہو سکتا ہے؟" انہوں نے فرمایا "ہاں مومن بندے کی روح آزاد ہو جاتی ہے اور جہاں چاہے چلی جاتی

ہے۔" جب کہ کافر کی روح قید ہوتی ہے۔" پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پہلے وفات پائی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دن میں دوپہر کو آرام کرنے کے لئے سو گیا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے دیکھا اور انہوں نے کہا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ"۔ میں نے جواب میں کہا "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" اے ابو عبداللہ تو نے اپنا مقام کیسا پایا انہوں نے فرمایا کہ "بہت اچھا ہے" اور تین بار کہا توکل اختیار کر کیونکہ توکل اچھا ہے۔

آپ جب اپنی خادمہ کو کسی کام پر بھیجتے تو بجائے اس کے خود آٹا گوندھتے۔ اور فرماتے کہ ہم اس سے دو کام نہیں لیتے۔

آپ بوریا بافی (یا زنبیل بافی) کرتے۔ اور فرماتے کہ میں ایکدرہم کے برگ خرما خرید تا ہوں۔ اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کر کے تین درہموں پر بیچ دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم برگ خرما کے لئے پس انداز کر لیتا ہوں۔ ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔

گورنری کی حالت میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی۔ اور آپ بوریا بافی کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ مقرر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں۔

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت اپنی چارپائی پر قیلولہ کر رہا تھا۔ میری آنکھ جو لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمان آئے ہیں انہوں نے کہا "السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔" میں نے جواب میں کہا "وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ" اے ابو عبداللہ! تو نے اپنا مقام کیسا پایا حضرت سلمان نے کہا کہ خوب ہے۔ پھر تین بار فرمایا توکل اختیار کر کیونکہ توکل اچھا ہے۔

تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے پیچھے نکل۔ کیونکہ وہ معرکہ شیطان ہے۔ اور وہاں اس کا جھنڈا کھڑا ہوتا ہے۔

ذکر مبارک حضرت رفیق برتر
امامنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فائدہ

یہ شجرہ طیبہ نقشبندیہ خلیفہ اول وزیر اعلیٰ امام الصادقین رفیق برتر حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ آپ کو جو مراتب و مدارج خدا نے عنایت فرمائے ہیں دوسرے صحابہ کرام کو بہت ہی کم عطا ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار تھے۔ دوسرا آپ کی بیٹی حضرت صدیقہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا منکوحہ تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسرا آپ خلیفہ اول ہیں۔ علاوہ ازیں صدہا آیات و احادیث آپ کی فضیلت پر دال ہیں۔ چنانچہ فرمایا آپ نے

حدیث

ابوبکر منی وانا منہ وابوبکر اخی فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور میں روحانی طور سے واحد ہیں اور ابو بکر میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔

حدیث

انک یا ابا بکر اول من یدخل الجنتہ من امتی (عن ابی ھریرہ) یعنی پہلا وہ شخص جو جنت میں داخل ہو گا وہ ابوبکرؓ ہے میری امت سے۔

حدیث

ماصحب النبین والمرسلین اجمعین ولا صاحب لیس افضل من ابو بکر یعنی تمام انبیاء اور مرسلین کے اصحاب اور حضور علیہ السلام کے کل اصحاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں۔

حدیث

ان اللہ یکروہ فوق سما یکرہ ان یخطاء ابوبکر الصدیق فی الارض۔ یعنی خدا کو پسند نہیں کہ صدیق اکبر سے کوئی خطا ہو۔

حدیث

عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیھا اسمی مکتوبا محمد رسول اللہ وابوبکر الصدیق خلفی۔ یعنی آسمان پر جب مجھے بلایا گیا تو ہر ایک آسمان پر لکھا تھا کہ ایک محمدؐ اور ایک ابوبکر صدیقؓ۔

حدیث

ان ابا بکر خیر من طلعت علیہ الشمس ولا غربت علی احد یعنی تحقیق ابو بکرؓ کل جہان سے افضل ہے۔

حدیث

حب ابی بکر وشکرہ واجب امتی۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق کی محبت اور شکریہ ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔

حدیث

ماطلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبین والمرسلین افضل من ابی بکر۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہے تمام مخلوقات سے بعد الانبیاء و المرسلین کے۔

حدیث

یاعلی سالت اللہ ان یقدمک ثلاثا فابی علی الا ان یقدم ابابکر۔ یعنی خدا سے میں نے سوال کیا کہ خدا علی کو تینوں پر افضلیت بخشے مگر خدا نے انکار کیا اور صدیق اکبرؓ کو ہی خدا نے مقدم و افضل کر دیا۔ (کنزل العمال جلد 6۔ مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

حدیث لووزن ایمان ابی بکر مع ایمان جمیع امتی لرجح۔ یعنی اگر حضرت ابو بکر کا ایمان تمام امت محمدیہ کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر ہی کا ایمان غالب ہو گا۔ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث لکھی ہے۔ ان اللہ تعالیٰ ثلثمائنہ وستین خلقا من لقیہ بخلق منها مع التوحید دخل الجنته قال ابوبکر هل فی منها قالا کلها فیک یا ابابکر واحبها اسخاء الی اللہ یعنی خدا کے اخلاق عظیم تین سو ساٹھ ہیں۔ جس مومن میں ایک خلق ان اخلاق میں سے ہو گا وہ داخل جنت ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ کیا مجھ میں بھی کوئی خلق ان اخلاق میں سے موجود ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تجھ میں تو سب اخلاق اللہ ہیں۔ واخرج ابن ابی الدنیا فی مکارم الاخلاق و ابن عساکر من طریق صلقته بن میمون القرشے عن شعبان بن دنیا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال الخیر ثلث مائنه و ستون خصلته اذا اراد اللہ بعبد خیر اجعل فیه خصلته منها یدخل الجنته بها قال ابو بکر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان منها شیئی قال نعم جمعا من کل واخرج ابن عساکر من طریق اخری عن صلقته القرشی عن رجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال الخیر ثلثمائنه وستون خصله الحدیث۔ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نیک اور بہتر تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں جس وقت پاک پروردگار کسی شخص کے ساتھ بہتری کا ارادہ کرتا ہے۔ یعنی اس کو بہتر بنانا چاہتا ہے تو ان تین سو ساٹھ خصلتوں میں سے ایک خصلت اس بندہ میں پیدا کر ڈالتا ہے۔ پس اس خصلت کے سبب اس کو داخل جنت کر دیتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا مجھ میں بھی کوئی خصلت ہے یا نہیں تو فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تجھ میں تو سب خصائل نیک موجود ہیں۔ حضرت شیخ مخدوم شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ نے اپنے عوارف شریف میں یہ حدیث لکھی ہے۔ ما صبب اللہ فی صدری شیئا

الاوقد صببت فی صدری ابی بکرؓ۔ یعنی جو فیض و نور خدا نے میرے سینہ میں ڈال دیا ہے میں نے حضرت ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا ہے۔ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کو باب الصلوٰۃ پر سے پکاریں گے اس طرف آؤ۔ غازی کو باب الجہاد پر سے پکاریں گے ادھر آؤ۔ زکوٰۃ خیرات والے کو باب الصدقہ پر سے آواز دیں گے روزہ دار کو باب الصیام پر سے بلائیں گے۔ غرضیکہ ہر ایک نیکی کا دروازہ جدا جدا ہو گا تو اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو سب دروازوں سے آواز دیںگے کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعم وارجوان تکون منهم یا ابابکر (رواہ البخاری) یعنی ہاں ایسے بھی لوگ ہونگے اور میں امید کرتا ہوں کہ تو ان میں سے ہو گا اے ابوبکرؓ ایک حدیث میں یوں ہی لا ینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یومهم غیره ارادبا الترمذی یعنی کسی قوم کو یہ حق نہیں کہ ابوبکر کی موجودگی میں کسی اور شخص کو امام بنا دے سوائے ابوبکر کے بلکہ آپؐ کی موجودگی میں بھی شرف امامت حضرت صدیق اکبرؓ کو ملا ہے نہ کسی غیر کو۔ یعنی جس وقت حضور علیہ السلام سخت علیل ہوئے اور امامت میں قیام کی طاقت نہ تھی تو لوگوں کو فرمایا مروا ابابکر فلیصل بالناس (رواا الترمذی) یعنی ابوبکر کو کہو میری جگہ جماعت کرائے پس

ثابت ہوا کہ آپ جمیع صحابہ کرام میں سے افضل و اکمل و اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا ان کا طریقہ بھی افضل الطرق و اقرب الی اللہ ہے خدا سب کو یہی طریقہ نصیب کرے۔ آمین۔

وفات شریف آپ کی شب سہ شنبہ 23 جمادی الثانی 13ھ مقدس ہے اور مزار شریف آپ کا مدینہ منورہ عمر شریف آپ کی 63 سال۔ مادہ تاریخ وفات احد 13ھ ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ
کارواں سالار عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ علیہ الصلواۃ و التسلیم کی محبت دینوی سرخروئی کا سامان بھی ہے اور میدان محشر میں بخشش کا وسیلہ بھی۔ آپؐ محبوب دو عالم بھی ہیں اور محبوب خدا بھی تاریخ شاہد ہے جب غلامان رسولؐ عشق و عقیدت کے سرمدی جذبے سے سرشار ہو کر میدان حیات میں آگے بڑھے تو کائنات ان کے قدموں میں جھک گئی۔ مبارک تھے وہ پاکیزہ نفوس کہ جنھیں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ میسر آیا اور آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہو کر عشق رسولؐ کی دولت بے بہا سے بھی بہرہ ور ہوئے عشاق حضور رسالت مآب علیہ الصلواۃ والتسلیم میں خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام بہت بلند و بالا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے حب رسولؐ کے فکری و عملی تقاضوں کو جس طور قبول کیا اور عشق و عقیدت کے جو نقوش تابندہ صفحہ تاریخ پر ثبت کئے ان کی جگمگاہٹ لازوال بھی ہے اور بے مثال بھی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب چاروں طرف سے اعدائے رسولؐ پیغام خداوندی کی شمع حسین کو بجھانے کے لئے اپنی ناپاک کوششوں میں مصروف تھے۔ آپ نے زندگی کے ہر مرحلہ پر قربانی و ایثار کے حیرت انگیز نمونے پیش کئے۔ زندگی بھر خوشنودی رسولؐ کو مقدم رکھا۔ عظمت اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے سے کبھی گریز نہ کیا۔ آپ کو زندگی کے ابتدائی دور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ اس لئے آپ مزاج شناس

مصطفیٰ تھے۔ آپ حضورؐ کے ہجرت کے ساتھی تھے اور وفات کے بعد آپ کو اپنے آقا و مولا کے قرب میں جگہ عطا ہوئی۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

اب ہم قرآن و احادیث اور تفاسیر و تواریخ کی روشنی میں ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے بے مثال عشق رسولؐ کی چند جھلکیاں قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

عقل اور عشق کی آویزش ازل سے جاری ہے۔ عقل ہر معاملے میں سوچ و بچار بحث و تکرار کی عادی ہے جبکہ عشق صرف اور صرف محبوب کی خوشنودی کو مقدم رکھتا ہے عقل کوائف و اسباب کو پیش نظر رکھتی ہے مگر عشق فقط رضائے حبیب کو سرمایہ حیات تصور کرتے ہوئے ہر آزمائش گاہ میں جان و تن کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ عشق قیل و قال کا خوگر نہیں بلکہ ایثار و قربانی کا مجسمہ ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ بھی اسی لازوال عشق رسالت مآب کی خوشبو سے دل و جان کو بسائے ہوئے تھے۔ آپ نے حضورؐ کا بچپن بھی دیکھا تھا اور جوانی بھی۔ آپ کی معاملہ فہمی اور حق پرستی بھی دیکھی تھی اور علائق دنیوی سے بے تعلقی بھی۔ اعلان نبوت سے قبل بھی حضور کا کردار دیکھا تھا اور اعلان نبوت کے بعد بھی حضور کی سیرت کا مشاہدہ کیا تھا۔ حضورؐ سے ان کی محبت آپ کے اعلان نبوت کی محتاج نہ تھی بلکہ وہ تو اعلان نبوت سے برسوں قبل ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شخصیت کو نمونہ ہدایت قرار دے کر اپنے دل کی خلوتوں میں بسا چکے تھے۔ یہ وجہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار فوراً" حضرت صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ دیکھو تمہارا ساتھی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ بلا تاخیر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ میرے آقا کیا میں نے آپ کے اعلان نبوت کے بارے میں درست سنا ہے۔ جب حضور نے اپنی نبوت کی تصدیق فرمائی تو آپ نے فوراً" سر تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کیا۔

"خدا کی قسم۔ آپ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا اور آپ خلیق امین صلہ رحمی کرنے والے اور بہترین کام کرنے والے ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔"

حضور نبی کریم نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا تو آپ نے کوئی سوال کئے بغیر یا طلب کئے بغیر آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا اور بیعت فرمائی آپ کی یہ تصدیق قبولیت اسلام مردوں میں سے سب سے پہلی قبولیت تھی۔

قبولیت اسلام کے ساتھ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے۔ آپ نے کوچہ حق و صداقت میں قدم رکھا تو زندگی بھر کے لئے آپ کے قدموں میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔ حب رسولؐ کی پاداش میں ہر ظلم کو برداشت کیا ہر سختی جھیلتے تھے۔ ہر آزمائش پر لبیک کہتے رہے۔ ایک بار آپ کے ہم قبیلہ ایک مشرک عثمان بن عبید اللہ نے انہیں اپنے بھائی طلحہ کے ساتھ ایک ہی رسی سے باندھ کر سخت زدو کوب کیا مگر آپ جاں نواز مسکراہٹ لبوں پر بکھیرے احد احد اور احمد احمد کا نعرہ مستانہ بلند کرتے رہے اور شقی القلب دشمنوں کی ہر ضرب پر عظمت رسالت کا وجد آفریں آوازہ لگاتے رہے۔

ایک بار حضور سرور کونین' فخر دارین ہجرت سے قبل طواف کعبہ کے لئے حرم شریف کے اندر تشریف لے گئے تو کفار نے موقع غنیمت جان کر آپ کو گھیر لیا اور آپؐ پر کوہ ستم توڑنے کے لئے حملہ آور ہو گئے۔ حضرت صدیق حضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لئے آ رہے تھے کہ راستہ ہی میں کسی نے آپ کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اپنے آقا کی خبر لو۔ حضرت حضرت صدیق اکبرؓ یہ پریشان کن خبر سنتے ہی حرم کعبہ کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ حضورؐ واقعی کفار کے نرغے میں گھرے ہیں اور کفار بڑھ چڑھ کر آپ پر سختی کر رہے ہیں۔ یہ غمناک صورت حال آپ سے برداشت نہ ہو سکی تیزی سے کفار پر جھپٹ پڑے اور فرمایا۔

"تم پر افسوس ہے کہ ایسے شخص کو تم یہ کہنے پر اپنے ظلم کا نشانہ بنا رہے ہو جو یہ اعلان کرتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور حق تو یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے لئے منور دلیلیں لے کر آیا ہے۔"

آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھی۔ دل غم کی آگ میں سلگ رہا تھا جس محبوب سے زندگی موت کا اقرار کر رکھا تھا اس پر اعدائے اسلام کے ہاتھ اٹھ رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ دشمنوں پر شاہین کی صورت جھپٹتے ہوئے حضور

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان کے نرغے سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ میرے محبوب کو چھوڑ دو۔ میں جو اس کا چاہنے والا آ گیا ہوں جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو کر لو۔ آپ کی اس مداخلت کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمنوں نے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کو اس مداخلت اور حمایت کی سزا دینے کے لئے گھیرے میں لے لیا۔ پھر تو حضرت صدیق پر مشرکین نے اس قدر ستم ڈھایا کہ کیفیت قلبند کرتے ہوئے مورخ کا قلم لرز لرز اٹھتا ہے۔ اعداء کی ستم کاریاں سہتے سہتے آپ کا جسم لہولہان ہو گیا۔ سر پر وہ ضربیں پڑیں کہ گھر کو لوٹنے کے بعد سر کے جس حصہ پر ہاتھ رکھتے وہیں سے بال جھڑنے لگتے۔ اس محشر خیز آزمائش کی گھڑی میں آپ کے لبوں سے فقط یہی صدائے حق بلند ہو رہی تھی کہ

تبارکت یا ذوالجلال والاکرام

آپ کے قبیلے کو علم ہوا تو قبیلے کے جوان مجتمع ہو کر آئے اور آپ کو کفار کے نرغہ ستم سے نکال کر گھر لے گئے۔ آپ پر غشی طاری تھی نبضیں ڈوب رہی تھیں ہوش آیا تو اہل خاندان نے آپ کی خیریت پوچھی مگر آپ نے فقط یہی سوال کیا کہ۔

"مجھے بتاؤ کہ میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ و آلہ وسلم کا کیا حال ہے۔"

حضرت صدیق اکبرؓ کی اس فداکاری نے ثابت کر دیا کہ غلامان رسول جان دینے سے نہیں ڈرتے انہیں اپنی سلامتی کی فکر و امنگیر نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ فقط ناموس مصطفیٰ کی پاسداری کے لئے زندہ رہتے ہیں ان سب کا ایک ہی مقصود نظر اور مدعائے زندگی ہے کہ

محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال و جان اولاد سے پیارا
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے

(حفیظ جالندھری)

اور پھر چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کے دوران حضرت صدیق اکبر کو حضور علیہ الصلواۃ والتسلیم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ راستے میں غار ثور میں قیام پذیر ہونا پڑا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غار کی صفائی کی۔ اپنی چادر ٹکڑے ٹکڑے کر کے غار کے سوراخ بند کیئے کہ مبادا کوئی سانپ یا کوئی اور موذی کیڑا حضور کو ڈس لے۔ ایک سوراخ باقی بچا تو اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور حضور علیہ الصواۃ والتسلیم کے سر اقدس کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اسی غار میں ایک طویل عرصہ سے ایک سانپ کا بسیرا تھا۔ سانپ نے باہر نکلنا چاہا مگر تمام سوراخ بند پائے۔ فقط ایک سوراخ پر انسانی پاؤں دیکھ کر اس نے فوراً ڈس لیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ شدت کرب سے تڑپ اٹھے مگر اپنے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکالی کہ کہیں آقا و مولا کے آرام میں خلل نہ پڑ جائے۔ درد حد سے بڑھا تو بے اختیار آنکھ سے آنسو ابل پڑے جو حضورؐ کی پیشانی پر جا گرے۔ حضور بیدار ہوئے تو تمام کیفیت سے آگاہ ہو گئے اور اپنا لعاب دہن صدیق اکبر کے زخم پر لگا دیا۔ فوراً درد رفع ہو گیا اور زہر کا اثر جاتا رہا۔ احترام نبوت کا یہی وہ عالی قدر جذبہ تھا جس نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حضور سرور کائنات کی آنکھوں کا تارا بنا دیا کیونکہ حضرت صدیقؓ اپنے آقا و مولا کے مقام سربلند سے آگاہ تھے کہ

ممکن ہو گر تو سانس بھی دھیرے سے لو یہاں
یہ بارگاہ سید عالی مقام ہے
اس بارگاہ قدس میں سرکار کے حضور
فرمانروائے وقت بھی ادنیٰ غلام ہے
(اکرم رضا)

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک عظیم عاشق رسولؐ کی حیثیت سے اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ جب تک حضور علیہ الصلواۃ والتسلیم کی ذات اقدس کو اپنے مال اولاد اور جان سے فزوں تر نہ سمجھا جائے۔ عشق رسولؐ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایک غزوہ کی تیاری کے سلسلہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مالی تعاون کی اپیل کی تو تمام مسلمان حسب توفیق اپنا اندوختہ حضورؐ کی نذر کرنے لگے۔

اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی حالت بہت مستحکم تھی اس لئے انہوں نے اپنی نصف جائیداد تو خاندان کے استعمال کے لئے چھوڑی اور نصف بارگاہ نبوت میں لے آئے کہ آج نیکیوں کے حصول میں مجھ سے کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ نصف مال اپنے اہل خاندان کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور نصف راہ خدا میں تصدق کرنے کے لئے لے آیا ہوں۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے گھر کا کل اثاثہ راہ خدا میں نچھاور کرنے کے لئے لے کر چلے آ رہے ہیں۔ جناب محمدؐ نے دریافت کیا کہ صدیق گھر میں کیا چھوڑ آئے تو انہوں نے بصد افتخار عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میرا جو کچھ اثاثہ حیات تھا آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں اور گھر میں فقط آپ کی یاد اور آپ کا عشق چھوڑ آیا ہوں۔"

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

گویا حضرت صدیق اکبرؓ وہ بلبل گلستان نبوت تھے جسے فقط عشق مصطفیٰ کی خوشبو دلاویز لگتی تھی۔ اور آپ کی فداکاری ایک ایسے پروانے کی صورت تھی جو محبت رسول کی شمع پر نور پر جان دینا عشق و ارادت مندی کا اولین تقاضا سمجھتا ہو۔ واقعہ معراج کے سلسلہ میں آپ کی گواہی بھی تاریخ عشق و عقیدت کے زر نگار ایوانوں میں جگمگا رہی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم معراج کی شب عرش اعلیٰ کی سیر اور دیدار خداوندی سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو کفار مکہ نے آپ کی زبان فیض ترجمان سے معراج کے سفر کی داستان شوق سن کر آپ کو جھٹلانا شروع کر دیا اسی اثناء میں چند بااثر روسائے مکہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص زمینوں آسمانوں کی سیر اتنی مختصر مدت میں کر آئے کہ اس کا بستر بھی گرم رہے اور زنجیر در بھی ہلتی رہے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے دریافت کیا کہ وہ شخص کون ہے جب معلوم ہوا کہ شخصیت حضور پرنور سید یوم النشور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو کسی قسم کی ہچکچاہٹ تامل اور غور و فکر سے کام لئے بغیر فوراً" یہ کہہ کر عشق مصطفیٰ کے ناموس کی لاج رکھ لی کہ۔

"اگر میرے آقا کہتے ہیں تو پھر سچ کہتے ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔"

آپ کی یہ تصدیق و عقیدت رسولؐ کی دائمی سرخروئی کا سامان پیدا کر گئی کہ

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا (علامہ اقبال)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر قول قول فیصل کا درجہ رکھتا تھا۔ وہ ہر آن نبی کریمؐ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے طالب رہتے تھے کیونکہ وہ اس حقیقت سے بہرہ ور تھے کہ خوشنودی رسولؐ ہی رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ آپؐ کے لبوں سے کوئی ارشاد سن کر اس سے سرمو انحراف آپ کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ تعمیل حکم رسولؐ ایک ایمان افروز نظارہ تھا اس وقت دیکھنے میں آیا جب مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ کو جھوٹے مدعیان نبوت کے استیصال کے لئے عساکر اسلام کو میدان جہاد کی سمت روانہ کرنا پڑا۔ حضور محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کی وفات اقدس کے بعد مسلمانوں پر بہت کٹھن وقت آیا۔ کئی جھوٹے مدعیان نبوت نے اعلان نبوت کر کے صورتحال سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ کئی قبائل نے زکواۃ کی ادائیگی بند کر دی مختلف شورشیں سر اٹھانے لگیں۔ ایسے عالم میں بھی آپ کو فقط یہی یاد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے قبل ایک لشکر حضرت اسامہ کی قیادت میں روانہ کرنے والے تھے۔ جب آپ نے حکم رسالت کی تعمیل میں فوج کو روانہ کرنا چاہا تو آپ کے مشیران باتدبیر اور کئی دردمند صحابہ کرام نے صورت حالات کی نزاکت کا واسطہ دے کر آپ کو مصلحت اندیشی کے نام پر لشکر اسلام کی مدینہ سے روانگی سے باز رکھنا چاہا مگر آپ نے عزم مصمم کے ساتھ یہ فرما کر تمام اندیشوں کا خاتمہ کر دیا کہ

"قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار و قدرت میں میری جان ہے۔ اگر مجھے جنگل کے درندے اٹھا کر لے جائیں۔ تب بھی میں جیش اسامہ کو روانہ کر کے رہوں گا کہ اسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمانے کا حکم جاری کیا تھا۔ اگر مدینہ میں میرے علاوہ کوئی اور شخص بھی میری حمایت کے لئے موجود نہ رہے تب بھی میں اپنے آقا و مولا کے حکم اقدس کی تعمیل کر کے رہوں گا۔"

غیر معمولی عشق رسولؐ کا ایک لشکر آفریں منظر اس وقت بھی تاریخ کی زینت بن رہا تھا جب غزوہ بدر میں حضرت صدیق اکبرؓ لشکر اسلام کی طرف سے اور آپ کے ایک بیٹے کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے جنگ تمام ہو گئی اور آپ کے وہ بیٹے بھی ایمان لے آئے تو ایک دن انہوں نے غزوہ بدر کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے عرض کیا کہ "ابا جان! دوران جنگ آپ کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے مگر ہر بار محبت پدری مجھ پر غالب آگئی اور میں نے آپ پر تلوار چلانے سے گریز کیا۔" بیٹے کی زبان سے یہ بات سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو ٹوک انداز میں فرمایا۔

"مجھے قسم ہے رب ذوالجلال کی۔ اگر تم ایک بار بھی میری تلوار کی زد میں آ جاتے تو میں ناموس رسولؐ کے نام پر فوراً" تمہاری گردن اڑا دیتا۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہی غیر معمولی عشق رسول تھا جس کی بدولت روحانی لحاظ سے مقامات سربلند پر فائز بھی ہوئے اور انہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عالم اسلامی کی اولین خلافت کی ذمہ داری بھی عطا ہوئی۔ عشق رسالت کا دعویٰ جس قدر آسان ہے اس کی عملی تفسیر اسی قدر مشکل ہے۔ اور تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محبت رسولؐ کے جن تقاضوں کو قبول کیا تھا زندگی کی آخری ساعتوں تک انسے بصد حسن عمل عمدہ برآ ہوتے رہے۔ آج ہم مادیت پسندی کی رو میں بہتے ہوئے جادہ مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ظلمت وقت میں علم و آگہی کے چراغ روشن کرنے کے ئے حضرت صدیق اکبرؓ کے لازوال عشق رسولؐ کے تقدس کو عملی و فکری لحاظ سے دل و جان میں بسایا جائے۔ ہم اپنی اس تحریر کا اختتام اس حدیث نبویؐ پر کر رہے ہیں۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے۔

"اگر ابوبکرؓ کے ایمان کے ساتھ تمام اہل زمین کے ایمان کا وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کا پلہ ان سے بھاری رہے گا۔"

کرامات و خوارق

bakhtiar2k@gmail.com

آپ کی کرامتوں میں سے جو مجھے معلوم ہوئیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں دو شخصوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اصحاب صفہ میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔ اور جس کے ہاں تین کا کھانا ہو وہ چوتھے کو لے جائے اور جس کے ہاں چار کا کھانا ہو وہ پانچویں گویا چھٹے کو بھی لے جائے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ میں سے دس کو اپنے ہاں لے گئے۔ اور حضرت ابوبکرؓ تین کو لے گئے۔ اور ان کو گھر چھوڑ آئے۔ آپ نے شام کا کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھایا اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی اور رات کا ایک حصہ گزرنے پر گھر واپس آئے۔ آپ کی بیوی (ام رومان) نے پوچھا کہ آپ نے اپنے مہمانوں کی خبر کیوں نہ لی۔ فرمایا کہ تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ اس نے کہا کہ کھانا ان پر پیش کیا گیا اور ہر چند کہا گیا کہ تناول فرمایئے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا جب تک ابوبکرؓ نہ آئیں۔ ہم نہیں کھائیں گے۔ یہ سن کر آپ خفا ہوئے اور مجھے سخت ست کہا۔ اور فرمایا کہ میں اسے نہیں کھانے کا۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمانوں نے کہا کہ جب تک گھر والے نہ کھائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا۔ پھر باقی سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ وہ لقمہ جو اٹھاتے تھے کھانا اس کے نیچے سے اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ اخیر میں حضرت ابوبکرؓ نے جو نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھانا اتنا ہی ہے جتنا شروع میں تھا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا۔ اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ بولی کہ مجھے اپنے قرہ عین کی قسم کہ کھانا اب پہلے سے ''گنا ہے۔ بعد ازاں آپ نے وہ کھانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھیج دیا۔ اور وہ صبح تک حضور کے ہاں رہا۔ ایک قوم سے ہمارا عہد تھا۔ اس کی معیاد گزر چکی تھی۔ وہ مدینہ میں آ گئے۔ ہم نے ان میں سے بارہ اشخاص کو ان کے حریف بنایا۔ ہر ایک حریف کے ماتحت اشخاص تھے جن کی تعداد خدا کو معلوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک حریف کے ہاتھ اس کھانے میں سے اس کے اصحاب کا حصہ بھیج دیا۔ اس طرح اس تمام لشکر نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ تکثیر طعام حضرت صدیق اکبر کی کرامت اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

(2) حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے عوالی مدینہ کے ایک گاؤں میں اپنے مال میں سے کھجور کے درخت عطا کئے۔ جن سے ایک فصل میں بیس وسق کھجوریں اترتی تھیں۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا اے پیاری بیٹی! اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد وارثوں میں تیری نسبت کسی کی دولتمندی پسند تر نہیں۔ اور نہ تیری نسبت کسی کا فکر مجھے زیادہ ناگوار ہے۔ میں نے تجھے اپنے مال میں سے بیس وسق آمدنی والے کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے۔ اگر تو ان پر قبضہ کرلیتی تو وہ تیری ملک ہو جاتے۔ وہ آج وارثوں کا مال ہیں۔ اور وہ وارث (علاوہ تیرے) تیرے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ تم ان کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کرلینا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ ابا جان! اللہ کی قسم اگر وہ مال موہوب اس سے بھی زیادہ ہوتا۔ میں اسے چھوڑ دیتی۔ (آپ نے دو بہنوں کا ذکر کیا) میری بہن تو فقط اسماء ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا کہ (حبیبہ) بنت خارجہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ میرے گمان میں لڑکی ہے۔ چنانچہ بنت خارجہ لڑکی جنی۔ استعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے دل میں القاء ہوا ہے کہ جو بچہ بنت خارجہ کے شکم میں ہے وہ لڑکی ہے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ام کلثوم رکھا۔ انتہا اس روایت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دو کرامتیں مذکور ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے خبر دے دی کہ میری موت اسی مرض میں ہو گی۔ کیونکہ آپ نے فرما دیا کہ وہ آج وارثوں کا مال ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ نے بتا دیا کہ میری اہلیہ حبیبہ کے بطن سے لڑکی پیدا ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ دونوں کرامتیں از قبیل اخبار بالمغیبات ہیں۔

(3) امام مستغفری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بلاسناد روایت کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وصیت کی تھی کہ میں جب مرجاؤں تو مجھے اس حجرے کے دروازے میں لے جائیو۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے اور دروازہ کھٹکھٹائیو۔ اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اس میں دفن کر دیجو۔ حضرت جابر کا قول ہے کہ ہم آپ کا جنازہ وہاں لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ

یہ ابوبکرؓ ہیں۔ ان کی آرزو تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کئے جائیں۔ اس پر دروازہ کھل گیا ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے کھولا اور آواز آئی کہ اندر لے آؤ۔ اور عزت و تعظیم سے دفن کر دو۔ ہمیں آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آیا۔

(4) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو بعض نے کہا کہ ہم ان کو شہیدوں میں دفن کریں گے۔ دوسروں نے کہا کہ ہم بقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ میں ان کو اپنے حبیب کے پاس دفن کر دوں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ ضمو الحبیب الی الحبیب۔ یعنی حبیب کو حبیب کے پاس پہنچا دو۔ جب میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ سب نے اس آواز کو سن لیا۔ یہاں تک کہ مسجد میں لوگوں نے بھی سنا۔

(5) ابو محمد شبنکی کا بیان ہے کہ شیخنا ابوبکر بن ہوار رضی اللہ عنہ بطائح (واسطہ و بصرہ کے درمیان) میں رہزنی کیا کرتے تھے۔ اور اس کام میں آپ کے اور رفیق بھی تھے۔ مگر آپ سرگروہ تھے۔ مسافروں کا مال لوٹ کر باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ ایک رات آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ مبادا ابن ہوار اور اس کے اصحاب ہم کو پکڑ لیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑے۔ کہنے لگے کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے اسی وقت توبہ کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تائب ہوئے۔ بعد ازاں آپ صدق و اخلاص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اپنے تئیں کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو خدا تک پہنچا دے۔ ان ایام میں عراق میں اہل طریقت میں سے کوئی مشہور شیخ موجود نہ تھا۔ آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے خرقہ پہنائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے بن ہوار! میں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرے شیخ ہیں۔ اور صدیق اکبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ! اپنے ہمنام ابن ہوار کو خرقہ پہناؤ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ نے ابن ہوار کو پیراہن اور کلاہ پہنائی۔ اور اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر اور

پیشانی پر پھیرا اور کہا۔ بارک اللہ فیک اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ہوار سے یوں فرمایا۔

"اے ابوبکر! تجھ سے عراق میں میری امت کے اہل طریقت کی مردہ سنتیں زندہ ہوں گی۔ اور ارباب حقائق و دوستان خدا کی منزلوں کے مٹے ہوئے نشانات قائم ہو جائیں گے۔ اور عراق میں شیخیت قیامت تک تجھ میں رہے گی۔ تیرے ظہور سے عنایت باری تعالیٰ کی نرم ہوائیں چلنی شروع ہو گئی ہیں۔ اور تیرے قیام سے عنایت ازدی کی ٹھنڈی ہوائیں چھوڑ دی گئی ہیں۔" جب ابن ہوار بیدار ہوئے تو وہی پیرہن اور کلاہ اپنے اوپر موجود پایا۔ آپ کے سر پر جو پھوڑے تھے وہ سب ناپید ہو گئے۔ آفاق میں گویا یہ ندا کر دی گئی۔ ابن ہوار اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے۔" پس چاروں طرف سے خلق خدا آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور قرب الٰہی کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ راوی (ابو محمد) کا قول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ بطیحہ میں اکیلے رہتے اور شیر آپ کے گرد ہوتے۔ بعض شیر آپ کے قدموں پر لوٹتے!۔

وفات

جب آپ کی وفات کا وقت آیا۔ تو صحابہ کرام عیادت کو آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے انہوں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ فرمایا کہ اس نے یوں کہا ہے۔ انی فعال لما ارید۔ (میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں)

آپ نے سہ شنبہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان 22 جمادی الاخرے 13ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور صبح ہونے سے پیشتر حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی خلافت دو سال تین مہینے اور آٹھ دن رہی۔ اس قلیل عرصہ میں یمامہ۔ اطراف عراق اور ملک شام کے بعض شہر فتح ہوئے۔ مسلیمہ کذاب مارا گیا اور قرآن مجید ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔

اربعین

(1) جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا جس میں خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا

"اما بعد اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیکی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر بدی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے میں اسے اس کا حق لے کر چھوڑوں گا انشاء اللہ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ میں اس سے حق لے کر چھوڑوں گا انشاء اللہ۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے۔ خدا اس پر ذلت نازل کرتا ہے اور جس قوم میں کوئی برائی شائع ہو جاتی ہے۔ خدا ان سب پر بلا بھیجتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک کہ میں خدا اور رسول کی اطاعت کروں۔ پس جب میں خدا و رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔" (سیرت ابن ہشام)

(2) یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکرؓ نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان سے کہا کہ لکھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس کی وصیت ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر نے دنیا سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جبکہ کذوب سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے اور کافر ایمان لاتا ہے (مضمون وصیت یہ) کہ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اس کی نسبت گمان اور توقع ہے۔ اور اگر وہ جور و ستم کرے۔ تو میں غیب دان نہیں اور ہر شخص کے لئے سزا ہے اس گناہ کی جو اس نے کیا۔ "اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔" (شعراء آخر آیت)

(3) آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا اے پرندے! خوش رہو۔ اللہ کی قسم کاش میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے پھل کھاتا ہے پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب و عذاب نہیں۔ خدا کی قسم کاش میں بجائے انسان

ہونے کے راستے کی ایک طرف کا درخت ہوتا۔ کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا۔ وہ پکڑ کر مجھے اپنے منہ میں ٹھونس لیتا۔ پھر چبا کر نگل جاتا۔ بعد ازاں مینگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔

(4) جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں کہتے۔ "خدایا! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا تو مجھے بہتر بنا دے اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گنا بخش دے جو ان کو معلوم نہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔"

(5) جب آپ ایسا کھانا کھاتے جس میں شبہ ہوتا اور پھر آپ کو اس کا علم ہو جاتا۔ تو آپ اسے قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے۔ اور یوں دعا کرتے۔ "خدایا! جو کچھ میں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا۔"

(6) فرماتے کہ جب بندے میں کسی زینت دنیا پر ناز آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔

(7) فرماتے اے گروہ مردم! خدا سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے حیاء کے مارے اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

(8) امام نسائی نے اسلم (غلام عمر فاروق) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ کہ اسی نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔

(9) آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے۔ تو فرمایا کہ اپنے ہمسایہ سے نہ جھگڑو۔ کیونکہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے۔

(10) جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی۔ تو اسے بیٹھا کر خود اٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دے دیا۔ آپ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(11) آپ جب کسی شخص کو صبر کی نصیحت کرتے۔ تو فرماتے کہ صبر کے ساتھ کوئی

مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔

(12) جب آپ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کے لئے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن۔ تجھے حیات عطا ہو گی۔

(13) جب آپ کو خبر لگی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنا لیا ہے تو فرمایا کہ وہ لوگ ذلیل ہو گئے۔ جنہوں نے اپنی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

(14) تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس ہیں۔ جو تجھے دیکھتے ہیں۔

(15) لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار وہ بندہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہو۔

(16) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش و اقرباء کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش و اقرباء سے محبت و سلوک رکھنا پسندیدہ تر ہے۔

(17) اس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے رضائے خدا مراد نہ ہو۔ اور اس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔ اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے حلم پر غالب ہو اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا ہو۔

(18) ابو صالح کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں یمن کے لوگ آئے اور انہوں نے قرآن شریف سنا۔ تو رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ ہم بھی اس طرح رویا کرتے تھے۔ پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قوی اور مطمئن ہو گئے۔

(19) ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

(20) اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

(21) اللہ رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

(22) تو اپنے تئیں جاہلیت کی غیبت سے دور رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیبت جاہلیت کو اور اہل غیبت کو دشمن رکھا ہے۔
(23) جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر۔ اور اگر کوئی بدی تجھے آگھیرے۔ تو اس سے بچ جا۔
(24) ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔
(25) جو شخص بغیر توشہ کے قبر میں جائے۔ اس نے گویا بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا۔
(26) آیہ ظھر الفساد فی البر والبحر (ظاہر ہو گیا فساد جنگل اور سمندر میں ... (روم 5 ع) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو انسان اس پر روتے ہیں۔ جب دل خراب ہو جاتا ہے۔ تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔
(27) شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔ حضرت یوسف و زلیخا کے قصہ پر غور کرو۔
(28) جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا۔ اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا۔ اس کا فکر و اندیشہ صاف ہو گیا۔
(29) سب سے کامل عقل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا اتباع اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔
(30) غافل کے لئے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کے لئے کوئی وطن نہیں۔
(31) تین چیزیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں گی اس کو نقصان دیں گی۔ نافرمان۔ عہد شکنی۔ مکر
(32) دو چیزیں دو چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ دولتمندی آرزوؤں سے۔ جوانی خضاب سے۔
(33) جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ توبہ کرنے والے سے خوش ہو۔ گنہگار کے لئے مغفرت طلب کرے۔ مصیبت زدہ کے لئے دعا کرے۔ احسان کرنے و . کی مدد کرے۔

(34) چار چیزیں چار چیزوں سے تمام و کامل ہو جاتی ہیں۔ نماز سجدہ سہو سے۔ روزہ صدقہ فطر سے۔ حج فدیہ اور ایمان حیاء سے

(35) تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ پانچ ہیں۔ حب دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔ اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

(36) ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے۔ اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہش نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضا تیرے گرد اور حیاء جل جلالہ تیرے اوپر ہے۔ ابلیس تو تجھے ترک دین کی طرف بلا رہا ہے۔ اور نفس معصیت کی طرف اور خواہش نفسانی شہوتوں کی طرف اور دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف اور اعضا گناہوں کی طرف اور حضرت جبار جل جلالہ جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ پس جس نے ابلیس کی سنی اس کا دین جاتا رہا جس نے نفس کی سنی اس کی روح جاتی رہی۔ جس نے ہوائے نفس کی سنی اس کی عقل جاتی رہی۔ جس نے دنیا کی سنی اس سے آخرت جاتی رہی جس نے اعضا کی سنی اولیاء سے بہشت جاتا رہا۔ جس نے خدا کی سنی اس سے تمام برائی جاتی رہی اور اس نے تمام نیکی کو حاصل کرلیا۔

(37) بخیل کا مال سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مرجائے گا اور اس کا وارث ایسا شخص ہو گا جو اس کے مال کو فضول خرچی سے اڑا دے گا اور طاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اس پر کسی جابر شخص کو مسلط کر دے گا جو اس کا مال بلا اختیار اس سے چھین لے گا۔ یا کوئی شہوت نفسانی اس میں پیدا ہو جائے گی جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کر دے گا یا اسے گھر یا عمارت (جس کا انجام خرابی ہے) کے بنانے کا خیال آجائے گا اور اس کا مال صرف ہو جائے گا یا اس مال کو حوادث دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آئے گا جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا مثل ان کے کوئی اور حادثہ۔ یا اس کو کوئی مرض دائمی عارض ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کر دے گا۔ یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا اور نہ پائے گا۔

(38) آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیز گاری زینت ہے فقر کی۔ شکر زینت ہے دولتمندی کی۔ صبر زینت ہے بلا کی۔ تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی۔ علم زینت ہے عالم کی فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی۔ احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی۔ اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

(39) عابد تین قسم کے ہیں اور ہر قسم کے علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو بر سبیل خوف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو بر سبیل امید اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو بر سبیل محبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ قسم اول کے لئے تین علامتیں ہیں۔ عابد اپنے نفس کو حقیر سمجھے گا اور اپنی نیکیوں کو قلیل اور اپنی برائیون کو کثیر خیال کرے گا۔ قسم دوم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ تمام حالتوں مں لوگوں سے پرہیز کرے گا۔ دنیا میں سب سے زیادہ سخی ہو گا اور تمام خلق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا زیادہ ہو گا۔ تیسری قسم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ عطا کرے گا وہ چیز جسے وہ دوست رکھتا ہے اور بجز رضائے خدا کسی چیز کی پروا نہ کرے گا۔ وہ رضائے خدا کے لئے خلاف نفس عمل کرے گا اور تمام حالتوں میں امرونہی میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہو گا۔

(40) امام مالک نے موطا میں بروایت یحیٰی بن سعید نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں۔ آپ یزید بن ابی سفیان کو وداع کرنے نکلے تو ان سے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی لڑکے کو قتل نہ کرنا۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی بکری یا گائے بیل کے پاؤں نہ کاٹنا مگر بغرض خوراک ذبح کر لینا۔ کسی بستی کو نہ جلانا اور نہ ویران کرنا۔ ہراساں نہ ہونا۔ بزدلی نہ کرنا۔ غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

ذکر مبارک حضرت رحمتہ اللعالمین خاتم النبین سرور کائنات خلاصہ موجودات

محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول رب الانام ﷺ

علیہ وعلیٰ آلہ الصلواۃ والسلام

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا تورات میں محمدؐ نام اور انجیل میں احمدؐ ہے۔ اور زمین پر آپ محمدؐ کے نام سے مشہور اور آسمانوں میں احمدؐ کے نام سے معروف ہیں۔ کنیت مبارک جناب کی ابوالقاسم ہے۔ تمام انبیاء کرام کے آپ سردار و امام ہیں۔ خدا نے آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ اس میں ایک عمدہ رمزیا اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ محب اپنے محبوب کی رضا و خوشنودی کو بہرحال بہتر و مقدم سمجھتا ہے۔ اور محبوب کو اپنے محب کے کل اشیاء پر تصرف و اختیار ہوتا ہے مگر مودۃ و محبتہ جبراً و قہراً۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی حضرت کلیم اللہ کے نام سے کوئی خلیل اللہ کے لقب سے کوئی صاحب روح اللہ کے عرف سے مشہور ہوئے۔ لیکن حبیب اللہ کا لقب سوائے ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے اور کسی کو نہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ کل موجودات مخلوقات حضرت ہی کے نور سے پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس کی بحث رسالہ ہدیہ خیریہ ﷺ میں درج کی گئی ہے۔ آپ تمام مخلوقات میں اکرم و اشرف و احسن ہیں۔ پہلے سب کے آپ ہی قبر سے تشریف لا دیں گے۔ اور آپ ہی شفاعت فرما دیں گے۔ اور آپ ہی دروازہ جنت کا کھلوا ئیں گے اور ہر ایک خلق حسن وصف جمیلہ سے آپ ہی موصوف ہیں۔ آپ ابتدا ہی سے عرب میں امین کے لقب اور صادق کی صفت سے ضرب المثل تھے۔ آپ پہلے پہل کوہ حرا کی غار میں مشغول بحق رہتے تھے۔ بعد از چالیس برس آپ کو نبوت عطا ہوئی اور نبوت بھی ایسی کہ آپ کی نبوت کے بعد کسی قسم کی نہ نبوت رہی نہ کسی قسم کا نبی و رسول ہو گا اگر کسی کو آپ کے بعد دعویٰ نبوت ہے تو وہ دجال کا خلیفہ ہے۔ آپ کا دین قیامت تک رہے گا۔ آپ ہی کے دین کی نیابت و خدمت کے لئے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جیسے مقدس بزرگ

آویں گے۔ آپ ہی کے دین میں جہاد دینی سب عبادتوں سے افضل و اعلیٰ عبادت ہے۔ آپ ہی کی اولاد امجاد قیامت تک رہے گی۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ بموجب اقوال کثیرہ معتبرہ آپ ہی کو خدا نے بجسدہ العنصری آسمانوں کی سیر کرائی۔ بموجب ارشادات اہل علم آپ کو 27 یا 25 معراج ہوئے۔ جن میں سے ایک تو 27 رات ماہ رجب کو۔ آپ اسی جسم اقدس و اطہر کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے اور باقی معراج روحانی ہوئے۔ معجزات آپ سے جو وقوع میں آئے ان کی گنتی تو ہزاروں سے بڑھ کر ہے۔ مگر مختصر طور پر کتاب کلام المبین فی آیات رحمتہ اللعالمین میں درج ہیں۔ غرضیکہ شجرہ طیبہ آپ سے شروع ہے۔ عمر شریف آپ کی 63 سال اور وفات شریف 12 ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی۔ روضہ مطہر بمدینہ منورہ میں دیکھو مادہ تاریخ ھو ۱۱ھ ہے۔ ... برکات علی حیدر مولفہ خیر شاہ امرتسری

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ایک جامع شخصیت

آپ محمدؐ ہیں۔ رحمت اللعالمین آپؐ کا جبہ ہے۔ اور خلق عظیم آپؐ کا تاج ہے۔ صداقت اور امانت آپؐ کے لباس کا تانا بانا ہے۔ خوش خلقی کا رنگ آپ کی فطرت حسنہ میں جلوہ گر ہے۔ حق کا نورانی حلقہ آپؐ کے سینہ مبارک کے گرد جگمگ جگمگ کرتا ہے۔ اللہ کا نور آپؐ کے قلب صادق میں جمال آراء ہے۔ معرفت کا سرور آپؐ کی کالی سرخ ڈوروں والی آنکھوں سے مترشح ہے۔ آپؐ مجسم حق ہیں۔ آپؐ مجسم نور ہیں۔ آپؐ زندہ قرآن ہیں۔ جب آپؐ گفتگو کرتے ہیں تو جیسے پھول جھڑتے ہیں۔ آپؐ تبسم فرماتے ہیں تو دلوں کی فوج اسیر محبت ہوتی ہے۔ آپؐ ادب سکھلانے والے ہیں۔ آپؐ کی محفل سراپا ادب ہے۔ آپؐ برتری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ آپؐ سراپا رحمت ہیں۔ وہ بیٹھے ہیں تو سب کے برابر۔ جو چلتے ہیں۔ تو سب کے درمیان آپؐ کی خاموشی میں ایک کائنات جذب ہے۔ آپؐ کی گفتگو پھولوں کی ایک جنت ہے۔ آپؐ کی محفل موتیوں بھرا دریا ہے۔ آپؐ خاموشی اختیار کرتے ہیں تو کائنات خاموش ہو جاتی ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہیں تو سدا بہار باغ کھل جاتے ہیں۔ فرشتے جن کی خوشہ چینی

کرتے ہیں۔ آپؐ اللہ کے کلام کے الفاظ کا جادو جگاتے ہیں تو کائنات مسحور ہو جاتی ہے۔ آپؐ افسردہ ہوتے ہیں تو جہاں افسردہ ہو جاتا ہے۔ آپؐ غمزدہ ہوتے ہیں تو جہاں آپؐ کے ساتھ غمزدہ ہوتا ہے۔ آپؐ تبسم فرماتے ہیں تو کائنات مسکراتی ہے۔ آپؐ روتے ہیں تو کائنات روتی ہے آپؐ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں تو کائنات کانپتی ہے۔ آپؐ پیکر عفو ہیں۔ آپؐ مظہر رحمت ہیں۔ دوست پر رحمت فرماتے ہیں تو دشمنوں کو درگزر کرتے ہیں۔ آپؐ حلم کے نورانی مینار ہیں۔

آپ شفقت کے پھول ہیں آپؐ وعدہ کرتے ہیں تو ہر قیمت پر ایفاء کرتے ہیں۔ کوئی امر سخت ناپسندیدہ وقوع پذیر ہو۔ تو سینہ بے کینہ میں رنجیدگی کا کچھ ایسا تموج پیدا ہوتا ہے کہ ابروؤں کے درمیان سے انھتی ہوئی وہ رگ جو آپؐ کی جبین مبارک سے مانگ تک جاتی ہے۔ پھول جاتی ہے۔ مگر ناپسندیدہ کی ذات کے لئے نہیں۔ کسی اصول کے لئے ہوتی ہے۔ آپؐ چلتے ہیں تو راستے میں ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کی خیریت پوچھ رہے ہیں اور شفقت فرما رہے ہیں ایک بے چاری بڑھیا آپؐ سے ہمکلام ہوتی ہے۔ تو بھی ٹھہر جاتے ہیں اور اس کی باتوں پر توجہ فرماتے ہیں۔ آپؐ کے رفقاء میں سے ہر ایک یہی تاثر رکھتا ہے۔ کہ آپؐ اس پر زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ آپؐ مکے کے لوگوں سے مجبور ہو کر ہجرت فرماتے ہیں۔ تو حضرت علیؓ کو اس ہدایت کے ساتھ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ کہ سب امانتیں لوگوں تک پہنچا کر ہجرت کریں۔ آپؐ دشمنوں کے لئے بھی بددعا نہیں کرتے۔ آپؐ سے کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے بددعا کیجئے۔ تو آپؐ فرماتے ہیں۔ "میں بددعا کے لئے نہیں بھیجا گیا۔" آپ نے عمر بھر کسی کو جھڑکا نہیں۔ کسی سے تلخ کلامی نہیں کی۔ بار بار بے پناہ سخاوت کے سبب زیر بار قرض ہوئے۔ قرض خواہوں سے ہمیشہ نرمی سے پیش آئے۔ بعض دفعہ کسی قرض خواہ کے ناوا جب تقاضے اور نازیبا رویے پر نرمی برتی۔ دن بھر وعظ فرماتے ہیں۔ فرد فرد کو اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اتنے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا ہے۔ آپؐ ہمیشہ دوسروں کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں۔ لوگوں نے آپؐ کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دی ہے۔ آپؐ سنجیدہ اور باوقار طبیعت کے مالک ہیں۔ آپؐ کی طینت میں غم کا پہلو نمایاں ہے۔ مگر خوش

خلق کا یہ عالم ہے کہ بعض دفعہ نہایت ہی معصوم قسم کا مزاح بھی کر جاتے ہیں۔ سواری کے لئے سوالی سوال کرتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ میں تمہیں سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ سوالی پژمردہ ہو جاتا ہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں ایک اچھا خاصا اونٹ سوالی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ سوالی حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں دیکھو! یہ اونٹنی کا بچہ نہیں تو اور کیا ہے۔ آپؐ ہر غم اور ہر خوشی میں لوگوں کے شریک ہیں۔ بیماروں کی عیادت' خود فرماتے ہیں اور ہر شخص کی پرسش احوال فرماتے ہیں۔ انصاف کے معاملے میں آپؐ سخت مستحکم ہیں۔ انصاف کے ترازو میں اگر پلہ یہودی کا مسلمان کے مقابلے میں بھاری ہوتا ہے تو فیصلہ یہودی کے حق میں کرتے ہیں۔ یہ آپؐ کی تربیت ہی کا فیضان ہے۔ کہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ انسانیت کی تاریخ میں وہ مثالیں قائم کر گئے۔ جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا جہاں کی قومیں قاصر ہیں۔ دلیری اور جوانمردی کی ضرب المثل ہے۔ آپؐ فقر کا نمونہ ہیں۔ فقر کو آپ نے اپنا فخر کہا۔ اس لئے فقیر اپنے آپ پر جتنا فخر کرے۔ بجا ہے آپؐ یتیموں کے والی ہیں۔ محتاجوں کے دستگیر ہیں۔ مظلوموں کی داد رسی کرنے والے ہیں۔ اور حق داروں کو حق دلانے والے ہیں۔ مکہ میں آپ کے قیام کے دوران کعبہ میں قریش کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ حضور ایک طرف چادر اوڑھے بیٹھے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جب مکہ کے اکثر لوگ آپؐ کے منکر تھے۔ اور آپؐ کی دشمنی اور ایذاء رسانی پر کمربستہ رہتے تھے۔ ایک پردیسی آتا ہے اور جماعت قریش کو مخاطب کرتا ہے کہ اے لوگو! میں پردیسی ہوں۔ مظلوم ہوں۔ اس شہر میں میرا کوئی نہیں۔ میرے ساتھ ابوجہل نے اونٹوں کا سودا کیا۔ اونٹ مجھ سے لے لئے ہیں۔ لیکن رقم نہیں دیتا۔ کوئی آپ میں ہے جو مجھے میرا حق دلوائے۔ جماعت قریش حضورؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو تمہیں تمہارا حق دلوا سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ حضورؐ کے پاس آتا ہے اور فریاد کو دہراتا ہے۔ حضورؐ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہتے ہیں۔ جماعت قریش دریافت حال کے لئے اپنے ایک آدمی کو بھیجتی ہے۔ حضورؐ ابوجہل کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ ابوجہل اندر سے نمودار ہوتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ اس آدمی کا حق اس کے حوالے کر دو۔ ابوجہل کہتا ہے۔ کہ مجھے اجازت دیں کہ اندر سے

حق لاؤں۔ وہ اندر جاتا ہے اور جلد ہی باہر آ جاتا ہے اور آ کر رقم حضورؐ کے حوالے کر دیتا ہے۔ حضورؐ اس آدمی کو پیسے دے دیتے ہیں۔ جماعت قریش کا جاسوس یہ حال دیکھ کر واپس پہنچ کر ان کو مطلع کر دیتا ہے۔ تھوڑی سی دیر میں ابوجہل بھی وہاں آ جاتا ہے۔ تو وہ اس کا سخت مذاق اڑاتے ہیں۔ کہ تم اتنے بڑے بنتے ہو۔ محمدؐ جوں ہی تمہارے سامنے آئے۔ تو تم نے فوراً پیسے نکال دیئے۔ ابو جہل کہتا ہے "قسم ہے کہ میرا کوئی ارادہ رقم دینے کا نہیں تھا۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ محمدؐ کے سر کے اوپر سے ایک اونٹ اس غضب ناک حالت میں منہ کھول کر لپکنا چاہتا تھا۔ کہ مارے خوف کے میں بے حال ہو گیا۔ سو میں نے خیریت اسی میں سمجھی کہ رقم واپس کر دوں۔"

"آپ انسانیت کی معراج ہیں۔ آپؐ فخر کائنات ہیں۔ فخر انبیاء و رسل ہیں۔ زمین آپؐ پر فخر کرتی ہے کہ آپ انسانیت کی معراج ہیں۔ آپؐ فخر کائنات ہیں۔ آسمان نازاں ہے کہ آپؐ شب معراج آسمان پر تشریف فرما ہوئے۔ زمین آپؐ پر فخر کرتی ہے۔ کہ آپؐ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اسے شرف بخشا۔ آپؐ نے خاکیوں کے لئے جدوجہد' جوش عمل اخلاص و محبت عزت و نفس۔ عدل و انصاف رحم و کرم عفو درگزر۔ صبر و شکر۔ ضبط و تحمل۔ رحم و کرم سوزو گداز۔ مروت و ہمدردی۔ مہمان نوازی۔ خاطر تواضع۔ غیرت و خودداری ۔ الفت و شفقت فصاحت و بلاغت' امن و سلامت۔ سکون و طمانیت' فکر و نظر' عفت و پاکیزگی' خوش خلقی' حسن معاملات استقلال۔ سکون و طمانیت عشق الہی۔ حکمت و معرفت۔ جرات ایمانی۔ غریب پروری۔ کا وہ فقید المثال نمونہ پیش کیا۔ اور قدسیوں کی نگاہ میں آپؐ نے قاب قوسین کا قرب ربانی حاصل کر کے خاکیوں کو وہ مقام بخشا کہ اس میں آپؐ کا شریک نہیں۔ آپؐ انسانیت کے لئے ہر اچھی اور قابل تقلید بات کا نمونہ ہیں آپؐ روشنی کا ایک جہاں افروز مینار ہیں زندگی کا کوئی صیغہ حیات انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں آپؐ نے بنی نوع انسان کے لئے لائق تحسین مثال قائم نہیں کی۔ زندگی کا کوئی مسئلہ' معاشرے کی کوئی مشکل' فلسفے کی کوئی گتھی ایسی نہیں جس کا حل آپ نے عملاً" اور علماً" پیش نہ کیا ہو۔ آپؐ مثالی پیغمبر مثالی مجاہد مثالی ہمسفر مثالی میزبان۔ اور مثالی مہمان۔ مثالی آقا۔ مثالی منصف۔ مثالی مسئول مثالی رہبر ہیں۔ آپؐ فقر و استغناء کے شہنشاہ ہیں۔ آپؐ

حالت نزع میں تھے۔ استفسار پر معلوم ہوا۔ کہ گھر میں دو دینار موجود ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ دونوں دینار خیرات کر دیئے جائیں۔ نامناسب ہے کہ محمدؐ اپنے رب سے ملاقات کریں تو دو دینار آپؐ کے پاس ہوں اللہ اللہ! قلم تڑپتا ہے۔ اور دل بے چارہ مچلتا ہے مگر تاب کیسے کہ منقبت آنحضورؐ کی کہے۔ کیا خبر کہ آفتاب عالم تاب ہمارے گھر کے علاوہ جہان کے کون کون سے گوشے کو منور کر رہا ہے۔

آپ انسانیت کے محسن اعظم ہیں۔ آپؐ نے زمانہ نبوت میں جو پہاڑ مصائب کے برداشت کئے۔ اور جو غم انسانیت کی بھلائی کے لئے اٹھائے۔ کس کا دل گردہ ہے کہ انہیں بیان کرے۔ مدتیں گزر جائیں گی۔ زمانے تمام ہو جائیں گے۔ قیامت برپا ہو جائے گی۔ مگر انسانیت نہ ایسی ہستی پیدا کر سکی ہے نہ کر سکے گی۔

خیر البشر کے رات دن

فجر سے اشراق تک

بعد نماز فجر سے نماز اشراق تک جناب رسالت مآب ﷺ نماز کے مکان میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔

اشراق سے چاشت تک

بعد نماز اشراق' نماز چاشت تک مخلوق کی ہمدردی اور امداد بانواع مختلف فرماتے تھے اور اس کو بھی خدا کی عبادت سمجھ کر بجا لاتے تھے۔ جیسے مریضوں کی عیادت کرنا' طالب علموں کو تعلیم دینا' مسلمانوں کے جنازوں کے ساتھ جانا' غریب مسکین مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا' طالب علموں کو تعلیم دینا' غریب مسکین مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا' مسترشدوں یعنی اللہ کی ہدایت کے طالبوں کو اللہ پاک کی راہ کے سلوک و قاعدے ارشاد فرمانا' فتوے پوچھنے والوں کو فتویٰ دینا' آپس کے جھگڑوں اور قضیوں کا فیصلہ کرنا اور ان لوگوں کے خلاف جو پاک تعلیم اسلام کی اشاعت میں مزاحم ہوں' ہر طرح کے دفعیہ کے سامان کی درستی کرنا اور دیگر تدابیر کا عمل میں لانا۔

چاشت سے زوال تک

بعد نماز چاشت اپنے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے اہل و عیال کی خاطر داری اور تسلی فرماتے اور اس میں خدا کی رضامندی اور اس کی عبادت ہی مد نظر رکھتے تھے۔ بعدہ' کھانا تناول فرما کر قیلولہ یعنی تھوڑا لیٹ کر استراحت فرماتے' پھر آفتاب ڈھلتا تو آپ ﷺ اٹھتے وضو یا غسل فرماتے اور چار رکعت نماز زوال ایک سلام سے ادا فرماتے۔

ظہر سے عصر تک

جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ ﷺ باہر تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز مسجد میں ادا فرماتے پھر عصر تک دعوت تعلیم و ارشاد' فتویٰ اور فیصلہ تنازعات میں مشغول رہتے۔

عصر سے مغرب تک

عصر کی نماز پڑھ کر مغرب تک ذکر اور فکر میں مشغول رہتے۔

مغرب سے عشاء تک

مغرب کی نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے جاتے اور پھر تسلی و دلاسا میں مصروف ہو جاتے۔ مہمانوں اور مسافروں کو کھانا کھلانے اور ان کی تواضع میں لگے رہتے اگر دنیا کا مال کسی قسم کا گھر میں موجود ہوتا تو اسے اسی وقت مستحقین کو عنایت فرماتے اور کھانا کھلاتے۔ جانوروں کے دانے اور چارے کی خبر لیتے کہ کوئی جانور بے زبان بھوکا پیاسا تو نہیں رہ گیا۔ اور اس کے بعد وضو فرما کر مسجد کی طرف تشریف فرما ہوتے۔

عشاء سے فجر تک

عشاء کی نماز پڑھ کر حضور ﷺ گھر تشریف لے جاتے اور گھر میں داخل ہو کر چار رکعت نفل ادا کرتے اور تکبیر و تحمید الٰہی بجا لاتے پھر قرآن شریف کی سورتوں میں سے تلاوت فرماتے۔ مثلاً" سورۃ زمر۔ اسرار۔ حدید۔ حشر۔ صف۔ تغابن۔ جمعہ۔

اخلاص۔ فاتحہ۔ معوذ تین۔ ملک وغیرہ۔ پھر استراحت فرماتے مگر آپ ﷺ کا سخت غفلت کے رنگ میں سونا نہ ہوتا تھا بلکہ آپ کا قلب مبارک کبھی ذکر الٰہی سے فارغ نہ تھا۔ بسا اوقات رات کے وقت سوتے سوتے اٹھ بیٹھتے اور باہر قبرستان میں جا کر دعا اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

پھر پچھلی رات کو ایک دو بجے ضرور بیدار ہوتے اور تہجد کی نماز پڑھتے جہاں تک وقت یاری کرتا 8 رکعت سے لے کر 12 رکعت ادا فرماتے' یعنی گیارہ رکعت تہجد کی مع وتر اور دو رکعت سنت فجر بعض اوقات شامل ہو جاتیں بسا اوقات صرف ایک رکعت میں اتنا قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتے اور رکوع نیز سجدے میں اتنی دیر کرتے کہ اہل خانہ کو ناگہانی شبہات کا سامنا کرنا ہوتا۔

اسی طرح آپ ﷺ کی زندگی مبارک خدمت خلق الٰہی اور عبادت بے ریا کا کامل نمونہ تھی پہلے حصہ رات میں سونا اور پچھلے حصہ میں شب میں اٹھنا ایک ایسا اصول تھا جس کو آپ ﷺ نے کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

اربعین نبوی ﷺ

افصح الکلم وجوامع الحکم
فصیح کلمات۔ حکمت کے غنچے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثا فی امر بینها بعثه اللّٰہ تعالیٰ فقیها وکنت له یوم القیامته شافعا و شهیدا

جو شخص رسول اللہ کی چالیس حدیثوں کو حفظ کر لے جو دین کے بارے میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو فقہاء کے گروہ میں سے اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا۔ اسی بنا پر یہ چالیس احادیث اکٹھی کی جا رہی ہیں۔ ان میں پہلے دین' پھر ایمان' تقویٰ' فرائض' حسن خلق' معاشرت' فصاحت' بلاغت' صنعت ایجاز' حسن ترکیب و جدت ترتیب وغیرہ کو

ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

دین کے بارے میں ارشاد گرامی ہے۔

۱۔ **الدین النصیحتہ۔** دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ایمان کے بارے میں شارع اسلام علیہ الصلواۃ والسلام کا فرمان ہے۔

۲۔ **الایمان عقد بالقلب وقول باللسان و عمل بالارکان** دل سے پختہ عقیدہ' زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کا نام ایمان ہے۔ کلمہ طیبہ کے بارے میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے۔

۳۔ **ثمن الجنتہ لا الہ الا للّٰہ** جنت کی قیمت لاالہ الا اللہ ہے

نماز کے بارے میں متعدد احادیث مبارکہ ہیں جیسا کہ

۵۔ **الصلوٰۃ عماد الدین۔** نماز دین کا ستون ہے۔

۶۔ **الصلوٰۃ معراج المومنین۔** نماز مومن کی معراج ہے۔

۷۔ **الصلوٰۃ مفتاح الجنتہ۔** نماز جنت کی کنجی ہے۔

۸۔ **بین العبد والکفر ترک الصلوٰۃ** کافر اور مومن کے درمیان نماز کا فرق ہے۔

۹۔ **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔** میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

زکوٰۃ کے بارے شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے

۱۰۔ **الزکواۃ قنطرۃ الاسلام۔** زکواۃ اسلام کا خزانہ ہے۔

روزے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

۱۱۔ **الصوم جنتہ** ' روزہ ڈھال ہے۔

حج کے بارے میں صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا۔

۱۱۔ **نعم الجہاد الحج۔** بہترین جہاد حج ہے۔

۱۲۔ ان تمام اعمال کا دارومدار سید المرسلین ﷺ نے فرمایا **انما الاعمال بالنیات** کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

اس دنیا سے عالم عقبیٰ میں ساتھ لے جانے کے لئے بہترین توشہ تقویٰ

۱۳۔ ارشاد محبوب رب العلمین ﷺ **خیرالزاد التقوی۔** بہترین توشہ تقوی ہے۔

کسی سے محبت یا بغض کی بنیاد شارع اسلام علیہ السلام نے یوں فرمائی۔

۱۴۔ **الحب للّٰہ و بغض للّٰہ۔** محبت بھی اللہ ہی کے لئے اور نفرت بھی اللہ ہی کے لئے کی جائے۔

۱۵۔ توبہ کی علامت بھی صاحب لولاک ﷺ نے اس طرح بتا دی **الندم توبتہ'** ندامت بھی توبہ ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے بارے میں صاحب قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

خیر کم من تعلم القرآن و علمه تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔

۱۶۔ **اجتنبو کل مسکر۔** ہر نشہ آور چیز سے بچو۔

زنا جیسی لعنت سے بچنے کے لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

۱۷۔ **الزنا یورث الفقر....** زنا سے محتاجی پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۔ ملاوٹ کرنے والے کے بارے میں شارع علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

لیس منا من غشنا جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔

۱۹۔ ایمان کی علامت حیا فرمائی۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے **الحیاء من الایمان۔** حیا ایمان کا جز ہے۔ نیکی کی طرف مائل کرنے والے کے اجر کے برابر پانے والا بتایا۔

۲۰۔ **الدال علی الخیر کفاعله۔** نیک کام بتانے والا ایسا ہے جیسے اس کا کرنے والا ہے۔ سعادت مندی کی علامت آپ ﷺ نے یوں بتائی۔

۲۱۔ **السعید من وعظ بغیره** سعادت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے۔

محبت کا کمال افصح الناس ﷺ کی زبان ترجمان الکلام سے یوں مترشح ہوا۔

۲۲۔ **المرء مع من احب۔** آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

۲۳۔ **سید القوم خادمھم۔** قوم کا سردار ان کی خدمت کرنے والا ہے۔

دنیاوی کاموں کی انجام دہی کے لئے سرور کائنات ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

۲۴۔ **خیر الامور اوسطھا۔** بہترین طریق کار میانہ روی ہے۔

لوگوں کی قدر و منزلت کے بارے صاحب لولاک کا فرمان ہے۔

۲۵۔ **انزلوا الناس منازلھم۔** لوگوں کو ان کے حسب مرتبہ عزت دو۔

۲۵۔ حسن ظن کو حسن عبادت آپ ﷺ نے فرمایا۔

حسن الظن من حسن العبادۃ نیک گمان رکھنا حسن عبادت ہے۔

غنا کے بارے میں صاحب فقر و فخری کا ارشاد مبارک ہے۔

۲۶۔ **الغنا غنی النفس۔** امیری دل کی امیری ہے۔

زیادہ باتیں بنانے والا مصائب کا شکار ہو جاتا ہے۔

۲۷۔ **البلاء موکل بالمنطق۔** فضول باتیں بلا کو دعوت دیتی ہیں۔

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسا کہ اس نے گناہ کئے ہی نہ ہوں۔ ارشاد رحمت اللعالمین ﷺ ہے۔

۲۸۔ **التائب من الذنب کمن لا ذنب له** گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ شخص کی مانند ہے۔

مومن کی تعریف سید المرسلین ﷺ نے یوں فرمائی

۲۹۔ **المومن مرءۃ المومن۔** مومن، مومن کا آئینہ ہے۔

اس دنیا کو مومن کے لئے زندان اور کافر کی جنت صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا ہے۔

۳۰۔ **الدنیا سجن المومن وجنته الکافر۔** دنیا مومن کیے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے بہشت ہے۔

عقل کامل کے مالک ﷺ مومن کی ایک خاصیت یہ بھی بتاتی ہے۔

۳۱۔ **لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین۔** مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

آپس میں محبت بڑھانے کا گر سید خیرالانام ﷺ نے اس طرح فرمایا۔

۳۲۔ **تهادوا تحابوا۔** ہدیے دیا کرو۔ محبت بڑھے گی۔

۳۳۔ سلام کی اہمیت شارع ﷺ نے اس طرح سے بتائی۔

افشوا السلام تسلموا۔ سلام کو پھیلاؤ۔ سلامتی میں رہو گے۔

مشورہ دینے والا کے بارے میں ارشاد صاحب الحکم یوں ہے۔

۳۴۔ **المستنشار موتمن۔** جس سے مشورہ لیا جائے۔ وہ امانت دار ہے۔

حسن خلق کی تشریح صاحب خلق عظیم ﷺ نے یوں فرمائی ہے۔

۳۵۔ **البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک و کرهت ان یطلع علیه الناس۔** خوش خلق' نیکی اور جو بات تیرے دل میں کھٹکتی ہے اور تو ناپسند کرے کہ دوسروں کو اس کا پتا چلے گناہ ہے۔

انسانی زندگی کا فلسفہ صاحب لولاک ﷺ نے یوں فرمایا۔

۳۶۔ **نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحته و الفراغ۔**

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ ناقدری کرتے ہیں۔ ایک صحت اور دوسری فارغ البالی ہے۔

رحم کے بارے میں رحمتہ اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے۔

۳۷۔ **من لا یرحم لا یرحم۔** جو کسی دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

انسانی اعمال کے بارے میں سید المتقین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

۳۸۔ **ان الله لا ینظر الی صور کم و اموالکم ولکن**

ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

۳۹۔ مسلمانوں کی پہچان صاحب اسلام ﷺ نے اس طرح واضح فرمائی ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۴۰۔ انسانی حیاتی کے فلسفہ کا ایک نکتہ سید العلمین ﷺ نے اس طرح سے وا کیا ہے۔

یھرم ابن اٰدم ویشب منہ اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر۔

جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اس کی دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں۔ اول طمع دوم لمبی عمر۔

صفات پیر

طالب کو مرید ہونے سے پہلے پہل پیر کے اندر وہ باتیں دیکھ لینی شرط ہیں جو شیخیت اور پیری کو لازم و ضروری ہیں۔ وہ تمام باتیں احیاء اور اعوارف شریف اور نفحات جامی اور رشحات اور قول الجمیل اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں مفصل مرقوم ہیں۔ مگر ان میں سے چند علامات پیر تحریر کر کے ناظرین کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک کے مرید نہ بنیں۔ بلکہ علامات پیر مسطور الذیل کا وجود بھی پہلے تلاش کیا کریں۔

اول پیرو مرشد کا عالم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ بے علم فقیر کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ اندھا گھوڑے پر سوار۔ جیسا اندھا گھوڑے کو تو قابو کر لیتا ہے۔ مگر راستہ و رفتار کا علم اس کو نہیں۔ بلکہ گھوڑا کسی وقت چاہے تو گرا دے یا جدھر چاہے لے جائے۔ اسی طرح فقیر بے علم نفس اپنے پر قابو تو پا لیتا ہے۔ مگر شیطان کے بگاڑنے کے راستوں کا علم ہونا اشد ضروری ہے۔ علم سے مراد فلسفہ و منطق و ریاضی نہیں بلکہ صرف علوم ضروریہ و ما یتعلق بالتقوی کا ماہر و عالم ہو۔

دوم۔ یہ کہ عقیدہ اہل سنت والجماعت سے اس کا قول و فعل باہر نہ ہو۔

سوم۔ یہ کہ دنیا و حب جاہ و مال میں سرگرم نہ ہو۔ بلکہ ہدایت خلق اللہ مقصود ہو۔

چہارم۔ خودی و تکبر و انانیت کے الفاظ عمداً زبان سے نہ نکالے۔

پنجم۔ کسی قسم کی بدعت سیئہ کا موجد و مرتکب نہ ہو۔

ششم۔ احکام ظاہریہ شرعیہ کا اس حد تک اہتمام کرے۔ کہ ادنیٰ ادنیٰ مکروہ مشکوک چیزوں سے احتیاط اور حتی الوسع مستحب بھی ترک نہ کرے۔

ہفتم۔ یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو خلاف عقائد اہل سنت تعلیم و تلقین نہ کرے۔

ہشتم۔ بے پیر بے مرشد نہ ہو اپنے پیران طریقت کا شجرہ شائع کرے۔

ع کے شود بے شیر مسکہ کے شود بے پیر پیر

نہم۔ سلف صالحین و علماء دین پر بدظن نہ ہو۔ بدگو نہ ہو۔

دہم۔ ہر ایک ادنیٰ اعلیٰ امیر غریب کے ساتھ اخلاق و سلوک حسنہ سے برابر پیش آوے ریا کا اس میں دخل نہ ہو۔

آداب پیر خود

1- مرید اپنی تمام مرادیں پیر کے حوالے کر دے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔
2- مکمل طور پر اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دے اس کی رضا مندی کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اپنے دل کو ہر طرف سے پھیر کر پیر کی طرف متوجہ کرے۔
3- پیر کی اجازت کے بغیر کوئی ذکر اذکار نہ پڑھے۔
4- پیر کی صحبت میں دھیان کسی اور طرف نہ کرے۔ صرف پیر کی طرف توجہ کرے حتیٰ کہ ذکر بھی پیر کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔
5- پیر کے جسم یا کپڑوں پر مرید کا سایہ بھی نہ پڑے۔
6- اس مصلے پر نماز نہ پڑھے جس پر پیر صاحب نماز پڑھتے ہوں۔ جہاں پیر وضو کرتے ہیں وہاں طہارت نہ کرے۔ پیر کی جانب غائب میں بھی پاؤں نہ پھیلائے۔
7- ان برتنوں میں کھانا نہ کھائے جو پیر صاحب استعمال کرتے ہیں۔
8- پیر کی موجودگی میں وہ کسی دوسرے سے مخاطب نہ ہو۔
9- پیر کی موجودگی میں کھانا نہ کھائے نہ کسی کے ساتھ بات کرے۔ نہ منہ کا لعاب وغیرہ تھوکے۔
10- جو بھی پیر کے منہ سے نکلے اسے غنیمت جانے۔ اگر اس کی بات میں خطا بھی دیکھے تو خطا بھی اجتہاد ہو گا۔
11- پیر کی جزوی و کلی طور پر پیروی کرے حتیٰ کہ کھانے پینے اور سونے میں بھی مطابقت کرے۔
12- نماز کو پیر کے طریقہ سے ادا کرے اور فقہ اس کے عمل سے سیکھے۔
13- اپنے پیر سے کوئی کرامت طلب نہ کرے اگر کوئی شبہ پیدا ہو تو بے جھجک عرض کرے اگر معاملہ حل نہ ہو تو اپنے نفس کی شامت سمجھے۔

14- ہر واقعہ کی اطلاع پیر کو دے۔ خواب کی تعبیر پیر سے پوچھے۔ جو کچھ مرید پر واضح ہو وہ بھی پیر ہی کو بتائے۔ بھلائی و خیر خواہی سب پیر ہی سے طلب کرے۔

15- اپنے کشف پر اعتماد نہ کرے۔ پیر سے بے ضرورت اور بلا اجازت جدا نہ ہو۔

16- اپنی آواز کو پیر کی آواز سے بلند نہ کرے۔ جو فیض اور فتح مرید کو ملے وہ پیر سے جانے۔

17- پیر محبوب ہے۔ اس کے ساتھ وہی محبت کرے۔ دنیا میں اسے اپنے رب کے حضور وسیلہ بنائے۔ دل میں انتہائی تعلق بنائے۔

18- غیر کی صحبت سے ہر صورت پرہیز کرے۔ جو بھی گروہ پیر کے مسلک کے خلاف ہو اس سے ہر صورت دور رہنا چاہئے۔

شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ طالبیہ

حمد بے حد اس خدائے پاک کو
جس نے ایمان بخشا مشت خاک کو

ہوں ہزاروں درود و تسلیمات
بر ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم والا صفات

ہیں جو صدیقؓ اول المومنین
پیشوائے اصفیاء و صادقین

حضرت سلمان ہیں ایران سے
اسلام ہے بڑھ کر انہیں ایمان سے

اور قاسم جو ہیں امام الہدی
جعفر صادق امام الاصفیا

حضرت بایزید فیض ان سے لیا
بوالحسن کے سینہ کو روشن کیا

بو علی فارمدی تھے عاشق مبین
بہر خواجہ یوسف امام المتقین

عبدالخالق پیشوائے امام نقشبند

اور خواجہ عارف متقی حق پسند
خواجہ محمود ہیں محمود الثناء
اور خواجہ عزیزاں پیشوائے اتقیاء

حضرت بابا سماسی رہنما و مقتدا
سید میر کلال مرشد و رہنما

حضرت خواجہ بہاء الدین پیر ہدیٰ
فیض پاتا ہے جن سے ہر شاہ و گدا

علاؤالدین عطار فقیر مصطفےٰ
خواجہ یعقوب ہیں متقی و پارسا

حضرت عبید اللہ ہیں جو فخر اتقیاء
خواجہ زاہد محمد صاحب زہد و اتقیٰ

خواجہ درویش محمد پیر با صفا
خواجہ امکنگی محمد مقتدائے اولیاء

حضرت باقی باللہ ہیں جو شاہ بقا
شیخ مجدد جو ہیں رہنما و مدعیٰ

خواجہ معصوم کی نگاہ لطف و کرم
حجتہ اللہ ہوں میرے ہادی راہ ہدیٰ

بہر خواجہ زبیر و قطب دین حق پسند
شہ جمال اللہ امام اصفیاء و نقش بند

خواجہ عیسیٰؒ و فیض اللہ ہیں جو حق نما
خواجہ نور محمد صاحب نور و لقا

ہیں جو فقیر محمد درویش و فقیر مصطفےٰؒ
شاہ جماعت کو علم و عرفان بخش دیا

طالب عاجز کو جس نے ولی کامل کر دیا
فیروزہ فیروز بھی اس لڑی میں جڑ دیا

عاصی و احقر بنایا امینِ علم و دیں
اور ضیا بخشی بصورت ضیا اللہ روح الامین

رحم کر یا الٰہی ان اتقیا کے واسطے
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کے واسطے

دین و دنیا کی سب مشکلیں آسان ہوں
میرے ہادی میرے آقا و رہنما کے واسطے

مشکلیں آسان ہوں اور حاجتیں بر آئیں سب
انبیاء و اولیاء و اصفیا کے واسطے

مغفرت ہو میری اور میرے ماں باپ کی
اور بخشش ہو لکھی سب اقربا کے واسطے

میرا ماویٰ میرا ملجا ہو علی پور اے خدا
میرے ہادی میرے آقا مقتدا کے واسطے

روئے خیر البشر ہو دیکھنا میرے نصیب
اس حبیب و مصطفےٰ و مہ لقا کے واسطے

جان کنی و قبر و حشر و پل صراط پر خطر
منزلیں سب طے ہوں میری پیر ہدیٰ کے واسطے

یہ دعائے عارف عاجز خدایا کر قبول
اصفیاء و اتقیاء و اولیاء کے واسطے

تقدم زمانی شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

نمبر شمار	نام	پیدائش	وفات
۱	حضرت محمد سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین	۱۲ ربیع الاول ۵۳ ق۔ھ مکہ شریف	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مدینہ منورہ
۲	〃 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۵۰ ق ھ مکہ	۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ مدینہ منورہ
۳	〃 سلمان فارسیؓ 〃	فارس	۱۰ رجب ۳۳ھ مدائن، ایران
۴	〃 قاسم بن محمد 〃	مدینہ منورہ	مدینہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۷ھ
۵	〃 امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۱۲ ربیع الاول مدینہ ۸۰ھ	۱۵ رجب ۱۴۸ھ مدینہ
۶	〃 بایزید بسطامی 〃	بسطام، ۱۳۶ھ	۱۵ شعبان ۲۶۱ھ، بسطام
۷	〃 بوالحسن علی بن جعفر 〃	خرقان	۱۰ محرم ۴۲۵ھ، خرقان
۸	〃 بو علی فضیل 〃	فارمد، ۴۳۴ھ	۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ، طوس
۹	〃 یوسف بن ایوب 〃	بوزنجرد ہمدان، ۴۴۱ھ	۵۳۶ھ، مرو۔ ایران
۱۰	〃 عبدالخالق 〃	بخارا	۱۲ ربیع الاول، ۵۷۵ھ، غجدوان
۱۱	〃 عارف ریوگری 〃		یکم شوال ۷۱۵ھ، ریوگر
۱۲	〃 خواجہ محمود انجیر فغنوی 〃		۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ، وابکنہ
۱۳	〃 عزیزاں علی 〃	رامیتن	۲۸ ذیقعدہ، ۷۱۵ھ خوارزم
۱۴	〃 حضرت محمد بابا 〃	سماس	۱۰ جمادی الثانی، ۷۵۵ھ سماس
۱۵	〃 میر کلال 〃	سوخار	۸ جمادی الاول، ۷۷۲ھ، سوخار
۱۶	〃 شہنشاہ نقشبند 〃	بخارا، ۴ محرم، ۷۱۸ھ	۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ بخارا
۱۷	〃 علاؤ الدین عطار 〃		۲۰ رجب ۸۰۲ھ، جغانیاں
۱۸	〃 یعقوب چرخی 〃	چرخ	۵ صفر ۸۵۱ھ، ہلفتو
۱۹	〃 ناصر الدین عبیداللہ 〃	رمضان ۸۰۶ھ، باغستان	۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ، سمرقند
۲۰	〃 محمد پارسا 〃	بخارا، ۷۵۶ھ	۸۶۵ھ بخارا
۲۱	〃 زاہد محمد 〃	حصار	یکم محرم ۹۳۶ھ، وخش
۲۲	〃 درویش محمد 〃		۱۹ محرم ۹۷۰ھ، اسفرار

۲۳	حضرت خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	ا مکنک، ۹۱۸ھ	۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ، ا مکنک
۲۴	،، سید رضی الدین ،، محمد باقی باللہ	کابل، ۹۷۲ھ	۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ دہلی۔ بھارت
۲۵	،، شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ،، مجدد الف ثانی ،،	سرہند، ۱۴ شوال ۹۷۱ھ	۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ سرہند شریف بھارت
۲۶	،، خواجہ محمد معصوم ،،	بسی، ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ	۹ ربیع الاول ۱۰۸۹ھ سرہند
۲۷	،، محمد حجۃ اللہ ،،	سرہند، ۱۰۳۴ھ	۲۹ ربیع الاول ۱۱۱۴ھ، سرہند شریف
۲۸	،، محمد زبیر ،،	سرہند	۴ ذی الحجہ ۱۱۵۲ھ، سرہند
۲۹	،، قطب الدین محمد اشرف ،،	ماوراء النہر، ۱۰۳۷ھ	۱۱ رجب ۱۱۵۰ھ، مدینہ شریف
۳۰	،، حافظ جمال اللہ ،،	بخارا	۴ صفر ۱۲۰۹ھ رام پور ہند۔
۳۱	،، محمد عیلے ،،	چورہ ملتان	۷ ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ، گنڈا پور ملتان
۳۲	،، فیض اللہ ،،	تینرٹی شریف	۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ تیراہ شریف
۳۳	،، بابا جی نور محمد ،،	تینرٹی شریف	۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ تیراہ شریف
۳۴	،، فقیر محمد ،،	چورہ شریف	۲۹ محرم ۱۳۱۵ھ، چورہ شریف
۳۵	،، جماعت علی شاہ ،،	علی پور ۱۲۵۶ھ	۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ علی پور سیداں
۳۶	،، ڈاکٹر اللہ دتہ طالب ،،	کنجاہ شریف ۱۳۰۳ھ	۱۹ شعبان ۱۳۷۷ھ، کنجاہ شریف
۳۷	،، بابا جی فیروز خاں ،،	برھیلہ ۱۳۰۳ھ	۱۲ شوال ۱۳۸۲ھ، فیروز آباد گجرات
۳۸	،، کیپٹن محمد امین ،،	کنجاہ، ۱۵ شعبان ۱۳۳۷ھ	۱۴۱۰ھ کنجاہ ضلع گجرات

کتابیات

مصنف	کتاب	چھپنے کی جگہ	ناشر
۱۔ اللہ تعالیٰ	قرآن مجید	لاہور	قرآن کمپنی
۲۔ محمد رسول ﷺ	صحاح ستہ	کراچی	مدینہ پبلشنگ کمپنی
۳۔ عبدالقادر جیلانی	قصیدہ غوثیہ	لاہور	ملک بشیر احمد کمپنی
۴۔ امام احمد بوصیری	قصیدہ بردہ شریف	لاہور	تاج کمپنی لاہور
۵۔ امام اعظم	قصیدہ نعمانیہ	لاہور	مکتبہ شیر ربانی
۶۔ ڈاکٹر محمد اللہ دتہ طالب	سیرت طالب	لاہور	مکتبہ انوار الصوفیہ کنجاہ
۷۔ ڈاکٹر محمد اللہ دتہ طالب	انوار طالب	لاہور	مکتبہ انوار الصوفیہ کنجاہ
۸۔ محمد امین کنجاہی	تصوف	لاہور	مکتبہ انوار الصوفیہ کنجاہ
۹۔ نصیر اختر حسین	سیرت امیر ملت	لاہور	مکتبہ انوار الصوفیہ علی پور سیدان
۱۰۔ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ	ملفوظات	لاہور	مکتبہ انوار الصوفیہ قصور
۱۱۔ محبوب احمد خیر شاہ	برکات علی پور	راولپنڈی	یاران طریقت راولپنڈی
۱۲۔ نور بخش توکلی	مشائخ نقشبند	لاہور	نوری کتب خانہ
۱۳۔ جمیل احمد	ماہنامہ نور اسلام	لاہور	دربار عالیہ نقشبندیہ شرق پور شریف
۱۴۔ جمیل احمد	اولیائے نقشبند	لاہور	دربار عالیہ نقشبندیہ شرق پور شریف
۱۵۔ صوفی محمد ابراہیم	خزینہ معرفت	لاہور	""
۱۶۔ حکیم امین الدین احمد	صوفیائے نقش بند	""	""
۱۷۔ خلیفہ محمد سعید	تذکرہ	سیالکوٹ	
۱۸۔ خواجہ احمد حسین	حضرات القدس	لاہور	
۱۹۔ محمد حسین	حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	لاہور	
۲۰۔ صلاح الدین	جمال نقشبند	لاہور	

مصنف کی دیگر کتب

۱۔ جہاناں دی رحمت۔ پنجابی

۲۔ حج، عمرہ، زیارت۔ پنجابی

۳۔ شریعت طریقت حقیقت۔ پنجابی

۴۔ مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی

"پنجابی شاعری وچ ابدی حیاتی دا تصور

۵۔ راہی واقف راہ دا۔ پنجابی (شاعری)

ملنے کا پتہ

اسلامی پنجابی تعلیمی بلاک

اسلام نگر۔ گجرات۔ پاکستان

مصنف کی دیگر کتب

۱۔ جہاناں دی رحمت۔ پنجابی

۲۔ حج 'عمرہ' زیارت۔ پنجابی

۳۔ شریعت طریقت حقیقت۔ پنجابی

۴۔ مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی

"پنجابی شاعری وچ ابدی حیاتی دا تصور

۵۔ راہی واقف راہ دا۔ پنجابی (شاعری)

ملنے کا پتہ

اسلامی پنجابی تعلیمی بلاک

اسلام نگر۔ گجرات۔ پاکستان